

امام سہبئی کی کتاب "حیاء الانبیاء"

کی مثالی شرح

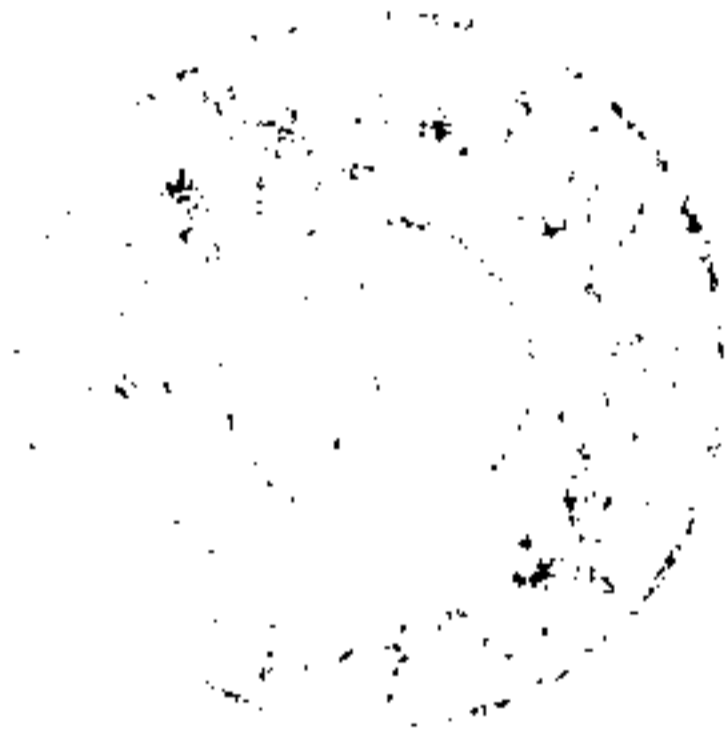
علامہ محمد عبدالعزیز رضوی

واللہ

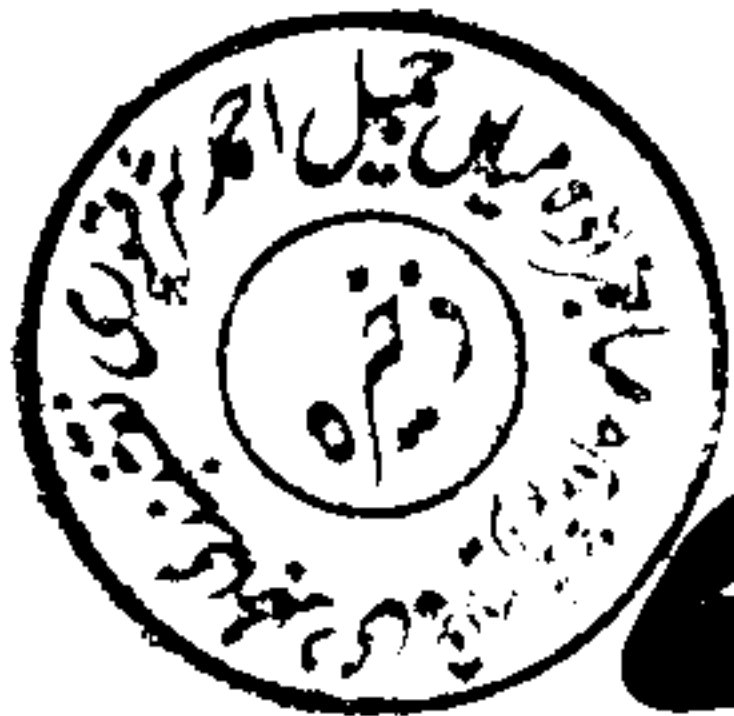
بیتنا

مركز تحقیقات اسلامیہ





امام بیہقی کی کتاب "حیوة الانبیاء" کی مثالی شرح



# واللہ اپنی زندگی

اللہ واکرم  
صلی علیہ

علامہ محمد عباس سے رضوی

مركز تحقیقات اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک۔ لاہور  
فون: ۳۰۰۲۰۹۹

87353 باسمہ تعالیٰ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

نام \_\_\_\_\_  
تالیف \_\_\_\_\_  
کاتب \_\_\_\_\_  
ایڈیشن \_\_\_\_\_  
صفحات \_\_\_\_\_  
ناشر \_\_\_\_\_  
ہدیہ \_\_\_\_\_

آپ زندہ ہیں واللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علامہ محمد عباس رضوی  
جناب سید قمر الحسن ضنیغم قادری / محمد اقبال کیدانی  
اول ۱۹۹۸ء  
المجدد الامام احمد رضا اکیڈمی گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ  
مکتبہ قادریہ اندرون جامعہ نظامیہ لاہور  
مکتبہ قادریہ نزد چوک مہیلا دمصطفیٰ گوجرانوالہ  
ضیاء القرآن پبلیشرز گنج بخش روڈ لاہور  
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور  
فیضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائبریری (موضع) گوندل نوالہ (علی پور روڈ) گوجرانوالہ

# انتساب

ملتِ اسلامیہ کی ان عظیم ہستیوں کے نام جنہوں نے ہر دور میں عزت و ناموس رسالت کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ اور منکرین و معاندین شان رسالت کی چیرہ دستیوں کا سدِ باب کرتے ہوئے ان تمام کو عوام کے سامنے بے نقاب کر کے رکھ دیا۔

بالخصوص حضرت امام ابو بکر بن قورک، امام ابوالحسن اشعری، امام جلال الدین سیوطی شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ امام تقی الدین سبکی۔ علامہ ابن حجر مکی، علامہ یوسف بن اسمعیل نبھانی، اور امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مائتہ ماقبہ حضرت امام احمد رضا نقادری بریلوی وغیر ہم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

# فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	پیش لفظ		۸	۴۵
	عرض ناشر	۱۷	امام ابن عدی۔ امام نہہانی، امام شخاوی۔ محمد علوی مالکی۔	
	تقاریظ	۲۱ تا ۲۹	۹	۴۶
۱	حدیث نمبر ۱ حضرت انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔	۳۸	امام سیوطی۔ ارشاد الحق اثری۔ حسین سلیم اسد۔	
۲	حدیث نمبر ۲۔ حضرت انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔	۳۹	۱۰	۴۷
۳	حدیث مذکورہ کا محدثین کے ہاں مقام ہیبتی، علامہ مناوی۔ العزیزی۔	۴۱	۱۱	۴۸
۴	ابن حجر عسقلانی	۴۱	۱۲	۴۸
۵	ملا علی قاری۔ شیخ عبدالحق۔ علی بن عراق	۴۲	۱۳	۴۹
	الکفانی۔ ابوالحمد عبدالقادر		۱۴	۵۰
۶	علامہ شوکانی۔ شیخ نور الدین السمہوی	۴۳	۱۵	۵۱
	شیخ فقیر اللہ نقشبندی		۱۶	۵۲
۷	حاجی دوست محمد قنبر باری۔ ابن حجر مکی	۴۴	۱۷	۵۲
	امام احمد فنا علاء داؤد بن سلیمان نقشبندی		۱۷	۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۵۴	امام ابو القاسم القشیری۔	
۱۹	سید عمر بن سعید القوتی الکردی	۵۵	۳۱ ملا علی قاری + ابن قیم	۶۸-۶۷
۲۰	امام ابو منصور عبد القاسم بن طاہر البغدادی۔ شیخ عقیف الدین البافعی	۵۶	۲۲ تاج الدین فاکبانی۔ قاضی ابوبکر ابن العربی۔	۶۹
۲۱	علامہ جمال الدین محمود بن جملہ	۵۷	۳۳ شیخ یوسف الدجوی، ابو حامد بن مرزوق	۷۰
۲۲	امام البارزی۔ شاہ احمد سعید دہلوی مدنی۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	۵۸	۳۴ علامہ جمیل آفندی، علامہ محمد الشوبری	۷۱
۲۳	۵۹ اصدا الشریعہ مولانا محمد علی حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار نعیمی سلطان پور	۳۵	۳۵ شیخ احمد بن شہاب الدین، سید محسن الامین مہری۔ سیدنا غوث اعظم	۷۲
۲۴	۶۰ میان محمد بخش عارف کھڑی شریف۔ شیخ عبدالقادر مکی حنبلی۔	۳۶	۳۶ شیخ عبدالکریم محمد المدیس، مولانا ابو میمونہ الکرلوی، مولانا سعید الرحمن التیراہی۔	۷۳
۲۵	۶۱ امام تقی الدین السبکی	۳۷	۳۷ امام تورپشتی۔ علامہ لوسی بغدادی	۷۴
۲۶	۶۲ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی	۳۸	۳۸ علامہ بدر الدین علینی۔	۷۵
۲۷	۶۳ امام کبیر الدین القیطی۔ ابن تیمیہ	۳۹	۳۹ امام محمد بن الحسن بن فورک، علامہ تاج الدین سبکی۔	۷۶
۲۸	۶۴ علامہ محمد شوبری المصری۔ علامہ شہاب الدین الخفاجی	۴۰	۴۰ امام عبدالرؤف المناوی المصری	۷۷
۲۹	۶۵ علامہ صاوی المالکی۔ شاہ ولی اللہ شیخ شہاب الدین رملی	۴۱	۴۱ امام ابن حجر عسقلانی، امام علی بن یربان الدین الحلبی	۷۸
۳۰	۶۶ علامہ احمد علی سہارنپوری شیخ اقبال	۴۲	۴۲ امام فخر الدین رازی، مولانا عبد الحئی لکھنوی، الشیخ عبدالوہاب بخاری	۷۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۳	علامہ محمد بن قاسم حبسوس	۸۰	۵۶	امام نور الدین السمہوی، علامہ	۹۰
۴۴	حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر۔	۸۱		بدر الدین زرکشی	"
	حضرت مجتہد الف ثانی، امام شمس الدین		۵۰	ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محمد دہلوی	۹۱
	محمد یوسف الکرمانی، امام احمد قسطلانی		۵۸	شیخ صاحب کی علمیت پر مولوی	۹۳
۴۵	مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی علامہ	۸۲		سرفراز گلکھڑوی کی گواہی	
	اسماعیل حنفی		۵۹	شیخ نورالحق محدث دہلوی	۹۳
۴۶	علامہ حافظ ابو الفرج زین الدین	۸۳	۶۰	شیخ احمد حسنی، نواب قطب الدین	۹۴
	امام ابن الصلاح			ابن حجر مکی	
۴۷	شیخ احمد بن محمد خیر شنفیظی۔ علامہ	۸۴	۶۱	مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی	۹۵
	شاہ محمد منظر اللہ دہلوی			علامہ محمود آلوسی	
۴۸	علامہ ابوبکر المرغانی، امام الحرمین امام حنبلی	۸۵	۶۲	شاہ فقیر اللہ حنفی۔ علامہ ابن قیم	۹۶
	امام العزیز بن عبدالسلام	۸۶		اور حقیقی زندگی۔	
۴۹	نوع حیات میں اختلاف	۸۷	۶۳	امام ذہبی کے نزدیک امام سبکی کا مقام	۹۸
۵۰	حیات حقیقی، حستی، دنیاوی کے	۸۷	۶۴	امام سیوطی کے نزدیک	۹۹
	تألیفین۔		۶۵	امام ابن صلاح	
۵۱	امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی	۸۷	۶۶	ابن قیم کا مقام محدثین کے نزدیک	۹۹
۵۲	امام تقی الدین السبکی	۸۹	۶۷	اعتراض نمبر ۲	۱۰۲
۵۳	مولوی اسماعیل سلفی کی کم علمی اور	۸۹	۶۸	معتز ضنین سلفی و محمد حسین نیلوی	۱۰۳
	غلط بیانی۔		۶۹	بدعتی کون ؟	۱۰۴
۵۴	امام جلال الدین سیوطی	۸۹	۷۰	کیا امام ابن فورک بدعتی ہیں ؟	۱۰۵



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	امام ذہبی کا اشاعرہ کے بارے میں تعصب	۱۰۹	۸۵ قاسم نانوتوی علمائے دیوبند کے کٹھن میں	۱۲۴
۷۲	حافظ صلاح الدین بن کبیکدی کا	۱۱۰	۸۶ قاسم نانوتوی اور عشق و جمال	۱۳۰
	اظہارِ حق۔		۸۷ غیر مقلدین اور مسئلہ حیات النبی	۱۳۱
۷۳	ابن حزم کی جہالت	۱۱۱	۸۸ متقدمین اور متاخرین و ماہیت میں	
۷۴	ابن حجر مکی اور ابن حزم	۱۱۲	اختلاف،	
۷۵	امام ذہبی اور ابن حزم	۱۱۳	۸۹ قاضی محمد بن علی الشوکانی	۱۳۲
۷۶	امام سبکی کا ذہبی پر بے لاگ تبصرہ	۱۱۳	۹۰ نواب صدیق الحسن بھوپالی	۱۳۳
۷۷	مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند	۱۱۴	۹۱ محمد اسماعیل سلفی، عطاء اللہ حنیف	۱۳۴
	کی دو غلطیاں۔		۹۲ شمس الحق عظیم آبادی	۱۳۵
۷۸	دیوبند کے تیس علماء کا فتویٰ	۱۱۵	۹۳ مولوی وحید الزماں، میاں نذیر حسین	۱۳۶
۷۹	مولوی حسین احمد ٹانڈوی ادریس	۱۱۶	دہلوی، حافظ محمد گوندلوی	
	کاندھلوی۔ شبیر احمد عثمانی		۹۴ حمد بن ناصر نجدی، امام شرف النوری	۱۳۷
۸۰	خلیل احمد مفتی عزیز الرحمن۔ احمد	۱۱۷	امام ابوالمحاسن	
	رضا بختوری		۹۵ امام عبداللہ بن محمود الموصلی، ابن	۱۳۸
۸۱	مولوی انور شاہ کشمیری۔	۱۱۸	الحاج المالکی،	
۸۲	بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم	۱۱۸	۹۶ حدیث انسی تحقیق کی کسوٹی پر	۱۴۰
	نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی		۹۷ اس حدیث پر اعتراضات۔ اعتراض	۱۴۰
۸۳	علمائے نجد علمائے دیوبند کے نزدیک	۱۱۹	۹۸ جواب۔ اس حدیث کو باسناد ثابت	۱۴۱
۸۴	قاسم نانوتوی کا وفات انبیاء سے	۱۲۳	کرنے والے محدثین	
	انکار۔		۹۹ دو دوسرا اعتراض۔ راوی	۱۴۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	راوی الازرق بن علی ضعیف ہے	۱۱۱	پانچواں اعتراض: اس روایت	۱۵۶
	جواب: یہ راوی ثقہ ہے		میں مسلم بن سعید متفرد ہے	
۱۰۰	امام ابن حجر کا صدوق یغریب کتنا ضعیف ۱۴۳	۱۱۲	جواب: یہ کوئی جرح نہیں	۱۵۷
	کی دلیل نہیں۔		اعتراض: یہ روایت صرف	۱۵۸
۱۰۱	صحیحین کے ایسے راوی تئکے بارہیں ۱۴۵	۱۱۳	حضرت انس سے مروی ہے	
	متذکرہ بالا جرح ہے۔		جواب: یہ بھی کوئی اعتراض نہیں	۱۶۰
۱۰۲	صحیحین کے وہ راوی جن پر ثقہ یغریب کی جرح ہے	۱۱۴	اعتراض کا دوسرا حصہ حضرت	
	انس سے راوی ثمر ثابت بنانی ہیں	۱۱۵	انس سے راوی ثمر ثابت بنانی ہیں	
۱۰۳	ازرق بن علی کا ثقہ تابع عبد اللہ ۱۴۶	۱۱۶	جواب: حضرت انس سے عبد العزیز	۱۶۱
	بن محمد بن یحییٰ ہے		اور ابو الملیح بھی یہی روایت کرتے ہیں	
۱۰۴	تیسرا اعتراض راوی مستلم بن سعید وہم کا شکار ہے	۱۴۸	۱۱۷	تنبیہ یہ حدیث منکرہ گز نہیں۔ ۱۶۳
	جواب: معترض کی علمی دیت اور مبلغ علم		۱۱۸	حدیث منکر کی تعریف ۱۶۴
۱۰۵	یہ راوی ثقہ ہے		۱۱۹	حدیث نمبر ۳: انبیا اپنی ۱۶۵
	۱۰۶	۱۲۰	۱۲۱	حدیث نمبر ۴: ۱۶۸
	۱۰۷	۱۲۱	۱۲۲	انبیاء کرام چالیس روز کے بعد قیامت ۱۷۱
	۱۰۸	۱۲۲	۱۲۳	تک قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔
	۱۰۹	۱۲۳	۱۲۴	اس روایت پر اعتراض اور اس کا جواب
	۱۱۰	۱۲۴	۱۲۵	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۲	شرح حدیث: از امام بہیقی	۱۴۱	امام مالک، امام ابن عساکر، امام غزالی	۱۸۶
	اور شیخ عبدالحق دہلوی	۱۴۰	امام ابن عقیل حنبلی، علامہ سیوطی،	۱۸۷
۱۲۵	امام زرقانی اور علامہ سبکی	۱۴۲	ملا علی قاری علامہ تبھانی	
۱۲۶	اس حدیث کے شواہد۔ شاید اول	۱۴۱	قاضی عیاض امام خفاجی۔ محمد بن	۱۸۸
	از انس بن مالک		رزین ابن الحاج مالکی	
۱۲۷	دوسرا شاید از امام دیلمی	۱۴۵	ابو سبیر المرغنی۔ علامہ حلبی۔ علامہ فاسی	۱۸۹
۱۲۸	حدیث نمبر ۵: کوئی نبی اپنی	۱۴۷	علامہ علاؤ الدین۔	
	قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں	۱۴۳	الحصکفی۔ امام شافعی۔ علامہ آلوسی	۱۹۰
۱۲۹	یہ روایت ان معنوں میں صحیح نہیں	۱۴۷	علامہ خرلوچی۔	
۱۳۰	اس کی شاید روایت جو کہ موضوع	۱۴۸	علامہ بحر العلوم۔ علامہ فضل رسول	۱۹۱
۱۳۱	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنبد خضرا	۱۸۱	علمائے دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ	۱۹۲
	میں ہیں یا جنت میں۔	۱۴۶	حدیث نمبر ۶	۱۹۳
۱۳۲	شیخ عبدالحق کا مسک	۱۸۱	امام شعرانی اور شرح حدیث معراج	۱۹۴
۱۳۳	غزالی دوران علامہ کاظمی کا تبصرہ	۱۸۲	حدیث نمبر ۷: حضرت موسیٰ کا	۱۹۸
۱۳۴	علامہ ابن قیم جوزی۔	۱۸۳	قبر میں نماز پڑھنا۔	
۱۳۵	کیا آپ کی روح جنت میں ہے	۱۸۴	مراسل صحابہ کی حیثیت	۱۹۹
۱۳۶	آپ کی قبر ہی جنت بلکہ جنت سے	۱۸۴	حدیث نمبر ۸: تخریج حدیث	۲۰۱
	افضل ہے۔	۱۵۱	مذکورہ حدیث کے شواہد نمبر از ابن	۲۰۲
۱۳۷	قبر منورہ کا عرش عظیم سے افضل ہونا	۱۸۶	عباس۔	۲۰۳
۱۳۸	امام اہلسنت فاضل بریلوی کا ارشاد	۱۸۶	تمبر ۲ از ابو سعید خدری	۲۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۳	نمبر ۳ از ابو ہریرہ	۲۰۴	۱۶۷	امام صدیق الدین قونوی، علامہ مناوی	۲۳۰
۱۵۴	حدیث نمبر ۹ بسند دیگر حضرت	۲۰۵		علامہ شمار اللہ پانی پتی	
	موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا		۱۶۸	شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز،	۲۳۲
۱۵۵	فوائد حدیث: از علامہ سیوطی	۲۰۶		شاہ ولی اللہ	۲۳۳
	علامہ داؤد بن سلیمان، محمد بن یوسف	۲۰۷	۱۶۹	شاہ عبدالمحق محدث دہلوی	۲۳۵
۱۵۶	علامہ سبکی - محمد بن قاسم جسوس	۲۰۸	۱۷۰	علامہ عبدالدین محمود آلوسی	۲۳۷
۱۵۷	دیوبندی انوکھی تحقیق -	۲۰۹	۱۷۱	امام غزالی، امام نور الدین حلبی	۲۳۹
		۲۱۰		قاضی ابوبکر بن عربی -	۲۴۱
۱۵۸	غیر انبیاء کا قبر میں نماز پڑھنا	۲۱۱	۱۷۲	جلال الدین سیوطی، ولی کامل عمرین	۲۴۲
۱۵۹	اولیاء کرام کا قبر میں نماز پڑھنا	۲۱۲		سعید الکردوی	۲۴۳
۱۶۰	حدیث نمبر ۱ حدیث معراج	۲۱۷	۱۷۳	الشیخ مصطفیٰ الحماوی -	۲۴۴
۱۶۱	انبیاء کرام کا کائنات عالم میں تشریف لانا	۲۱۸	۱۷۵	اولیاء کا بیک وقت کئی مقامات	۲۴۵
۱۶۲	انبیاء کرام کا حج کرنا	۲۲۰		پر تشریف فرما ہونا -	
۱۶۳	حضرت عیسیٰ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲۳	۱۷۶	اس پر علماء و محدثین کی توثیق	۲۴۵
	آلہ و سبکی بارگاہ میں حاضر ہو کر نماز			بیداری میں آپ کی زیارت -	۲۴۷
	فرمانا -			تخریج حدیث	۲۴۸
۱۶۴	دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور	۲۲۵	۱۷۸	اس سلسلہ میں علماء و محدثین	۲۴۹
	کافر کے لیے جنت ہے			کا عقیدہ	
۱۶۵	تخریج حدیث -	۲۲۷		حدیث نمبر ۱ زمین انبیاء کے	۲۵۴
۱۶۶	حضرت سلمان فارسی کا عقیدہ،	۲۲۸		اجسام کو نہیں کھاتی -	
	علامہ العزیزی،				

صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۰	تخریج حدیث	۲۵۵	(عند البعض) ثابت ہے۔	
۱۸۱	اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آرا	۲۵۶	دوسرا اعتراض :- راوی	۲۷۷
۱۸۲	اس حدیث پر اعتراض	۲۵۹ (۲۶۰)	بروین سنان ضعیف ہے۔	
۱۸۳	اس حدیث میں راوی ابن جابر نہیں	۲۶۰	۱۹۳ جواب :- یہ راوی ثقیف ہے۔	۲۷۷
	بلکہ ابن تمیم ہے		۱۹۴ حدیث ابی امامہ کے شواہد	۲۷۸
۱۸۴	جواب :- راوی ابن جابر ہی ہے	۲۶۰	۱۹۵ حدیث ابی دروآ - آپ کا زندہ ہونا	۲۷۸
۱۸۵	محدثین کی آرا	۲۶۱	اور رزق دیا جانا	
۱۸۶	حضرت دانیال علیہ السلام کا جبہ	۲۶۷	۱۹۶ اس حدیث کی صحت پر محدثین	۲۷۹
	کئی سو سال تک ترو تازہ رہا۔		کے اقوال۔	
	تخریج روایت	۲۶۸	۱۹۷ اعتراض :- یہ روایت منقطع	۲۸۲
۱۸۷	حدیث نمبر ۱۲ : بروز جمعہ	۲۷۰	۱۹۸ جواب۔	
	درود شریف کا حضور پر پیش کیا		۱۹۹ حدیث نمبر ۱۲ : مؤکل فرشتہ	۲۸۲
	جانا۔ تخریج حدیث،	۲۷۱	تمہارا درود و سلام میری قبر میں	
	حاضر ہو کر پیش کرتا ہے۔			
۱۸۸	حدیث نمبر ۱۳ : حدیث ابی امامہ	۲۷۳	۲۰۰ تخریج حدیث	۲۸۵
۱۸۹	اعتراض :- مکحول کا حضور ابوامامہ	۲۷۵	۲۰۱ اعتراض اور اس کا جواب	۲۸۷
	سے سماع ثابت نہیں۔			
۱۹۰	جواب :- اس طرح یہ حدیث	۲۷۵	۲۰۲ اس حدیث کے شواہد : نمبر حدیث	۲۸۷
	مسرل ہوگی جو جمہور کے نزدیک قابل		نمبر حدیث عبداللہ بن مسعود	
	حجت ہے		۲۰۳	
	۱۹۱ مکحول کا حضور ابوامامہ سے سماع۔	۲۷۶	۲۰۴ حدیث نمبر ۱۵ :- حدیث	۲۹۱
			ابن ہریرہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۵	تخریج حدیث	۲۹۱	کے ساتھ مخصوص نہیں۔	
۲۰۶	اس حدیث سے زیارتِ قبر نبی کی ممانت پر استدلال کا رو	۲۹۲	۲۱۷	اعتراضات اور ان کے جوابات ۳۱۸
۲۰۷	حدیث نمبر ۱۶: حدیث	۳۰۰	۲۱۸	حدیث نمبر ۱۶: حدیث ۳۲۶
۲۰۸	تخریج حدیث:۔			عبداللہ بن مسعود: بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں
۲۰۹	حدیث کی صحت پر اقوالِ محدثین	۲۱۹	۲۱۹	تخریج حدیث:۔ ۳۲۸
۲۱۰	تفہیم حدیث۔ رد روح سے مراد؟	۳۰۴	۲۲۰	اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آراء
۲۱۱	حدیث: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ	۳۰۸		
	مَنْبَرِي دَوْصَنَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ كِي تَخْرُجُ۔		۲۲۱	اعتراضات اور ان کا رو ۳۳۱
	اشکال و حل اشکال	۳۴۰	۲۲۲	حدیث نمبر ۱۸: حدیث ابن ۳۳۵
	رد روح سے مراد خوشی اور سرور سے	۳۱۲		عباس: ایک فرشتہ کا ساری مخلوق کی آواز سُننا۔
	اذابِ العاد		۲۲۳	تخریج حدیث
	رد روح سے مراد نطق ہے از علا	۲۱۳	۲۲۴	اس حدیث کی شاہد حدیث عمار بن یاسر ۳۳۶
	بکری و دیگر رد روح سے مراد		۲۲۵	شرح حدیث از علامہ مناوی و عزیزی ۳۳۸
	سماعتِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم از			وغیر ہما۔
	علامہ سیوطی و ابن حجر مکی	۳۱۳	۲۲۶	قبر پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک ۳۴۰
	جواب سلام کی سعادت صرف زائر	۳۱۵	۲۲۶	اعتراض:۔ اس میں

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	انعام بن ابراہیم متفرد ہے	۲۳۹	دوسرا راوی العلاء بن عمرو متکلم قیہ ہے	۳۵۰
۲۲۸	جواب: اس کے متابع راوی - ۳۴۱	۲۴۰	اس حدیث میں تیسری علت اس کا منکر ہونا ہے۔	
۲۲۹	اعترض نمبر ۲ - نعیم بن ضمضم			
	ضعیف ہے۔	۲۴۱	چوتھی علت راوی اعش مدلس	۳۵۱
۲۳۰	جواب: جارج نامعلوم		ہے اور روایت منعن ہے	
۲۳۱	تیسرا اعتراض: راوی عمران	۳۴۲	مدلس کا عنعنہ مردود ہے	
	بن الحمری مجہول ہے	۲۴۳	محمد بن مروان کا متابع اور اس	۳۵۳
۲۳۲	جواب: یہ راوی عند الاکثر		پر بحث	
	معروف ہے۔	۲۴۴	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دورہ	۳۵۵
۲۳۳	اس حدیث کے شواہد شاہد نمبر ۳۴۳		نزدیک سے سلام سنا اور اسکے	
	روایت ابی بکر		دلائل -	
۲۳۴	شاہد نمبر ۲ روایت ابی امامہ رضی اللہ عنہ	۳۴۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کا تین میل	۳۵۶
	حدیث نمبر ۱۹ - جس نے میری چوٹی		سے چوٹی کی آواز سنا۔	
۲۳۵	قبر کے پاس درود شریف پڑھا میں	۲۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت	۳۵۷
	اسکو خود سنا ہوں دوز سے پڑھا		دس فرسخ کے فاصلہ سے چوٹی	
	چانے والا مجھے پہنچا دیا جاتا ہے		کا دیکھ لینا۔	
۲۳۶	مخرج حدیث			
۲۳۷	اس حدیث کی سند پر بحث			
۲۳۸	اسی راوی محمد بن مروان سدی	۳۴۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو حقیقتاً دیکھ	
	ضعیف متہم بالکذب ہے۔		رہے ہیں از علامہ زرقانی	

صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۸	میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ۲۶۱ ۲۵۸	۲۵۸	مرسل حدیث کو رو کرنا دوسری	۳۷۲
	(حدیث)		صدی کی بدعت ہے۔	
۲۲۹	تخریج حدیث	۲۶۲	۲۵۹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیبی	۳۷۳
۲۵۰	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دیکھتے		مولوی انور شاہ کشمیری۔	
	ہیں جو لوگ نہیں دیکھتے اور غیب	۲۶۰	جلال الافہام میں لفظ "صوتہ"	۳۷۶
	بتلاتے ہیں (حضرت حسان)		ہے نہ کہ صلوٰۃ کیا "صوتہ" کتاب	
۲۵۱	تخریج اثر	۳۶۲	کی غلطی ہے۔	
۲۵۲	آپ دور و نزدیک سے بذات	۳۶۳	۲۶۱ جلال الافہام کے متعدد نسخوں کا	۳۷۹
	خود درود و سلام سنتے ہیں۔		ذکر جن میں صوتہ لفظ ہے	
	(حدیث طبرانی) از حضرت ابوالدرداء	۳۶۴	۲۶۲ ابن قسیم کے علاوہ، علامہ ناصر الدین	۳۷۶
۲۵۳	اس حدیث پر سرفراز لکھڑوی اور	۳۶۵	دمشقی علامہ محمد بن یوسف الصالحی	
	"مقنوی" کے اعترافات اور ان		ابن حجر مکی، موسیٰ محمد علی۔	
	کے جوابات۔	۳۶۳	مولانا انوار اللہ حیدر آبادی نے بھی لفظ	۳۸۱
۲۵۴	کیا مقنوی صاحب دیانت دار اور ذہین	۳۶۶	صوتہ نقل کیا ہے۔	
	آدمی ہیں ؟	۲۶۳	حدیث طبرانی کے شواہد	۳۸۲
۲۵۵	مقطع اور مرسل روایت میں کوئی فرق	۳۶۷	۲۶۵ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق	
	نہیں ہے۔		کی آواز سنتے اور اسکو ملاحظہ فرماتے ہیں	۳۸۲
۲۵۶	حجبت مرسل	۳۷۰	(از حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ)	
۲۵۷	بعض اوقات مرسل متصل سے	۳۷۱	۲۶۶ شاہد نمبر ۴۔ آپ پیر اور جمعہ کو بلا واسطہ	۳۸۱
	قوی ہوتی ہے۔		درود و سلام سنتے ہیں۔	



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۷	شاید نمبر ۳۔ آپ جمعرات اور جمعہ	۲۸۳۔ ۲۸۴	تخریج اثر	۳۶۹
۲۶۸	کواپنے کانوں سے درودِ لام سنتے ہیں۔	۲۷۸	حدیث نمبر ۲۰: حضور صلی اللہ	۲۰۲
۲۶۹	شاید نمبر ۴: آپ اہل محبت کا	۲۷۹	تخریج حدیث	۲۰۲
۲۷۰	درود بلا واسطہ سنتے ہیں	۲۸۰	اس کے شواہد	"
۲۷۱	موضوع حدیث: تائید قبول	۳۸۶	حدیث نمبر ۱ حضرت عیسیٰ	"
۲۷۲	کی جائے گی از اسمعیل دہلوی	۲۸۱	بعد از نزول قبر مصطفیٰ پر حاضر ہو کر	
۲۷۳	تلقی بالقبول سے حدیث قابل		یا محمد کہیں گے اور آپ جواب دیجئے	
۲۷۴	حجرت بن جاتی ہے۔	۲۸۲	حدیث نمبر ۲: دو صنف نبی	۲۰۷
۲۷۵	فضیلت نبی کا منکر زندقہ ہے۔	۳۸۹	سے اذان و اقامت کی آواز	
۲۷۶	از امام خلال		سنائی دینا۔	
۲۷۷	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درودِ سلام	۳۹۱	تخریج اثر	۲۰۷
۲۷۸	سننا، اس پر علماء محدثین کی آراء۔	۲۸۳	اعتراضات اور ان کے دندان شکن	۲۰۸
۲۷۹	علامہ سیوطی، میر غنی، حلبی، شیخ	۳۹۳	جوابات	
۲۸۰	محقق۔ امام الحرمین،	۲۸۵	مختلط کی روایت کے قبول اور	۲۱۱
۲۸۱	خواجہ ضیاء اللہ، امیر ملت۔	۳۹۵	عدم قبول کا اصول۔	
۲۸۲	عارف کھڑی۔	۲۸۶	شاید نمبر ۳۔ ابراہیم بن بشار کا	۲۱۳
۲۸۳	حدیث قدسی، اولیاء کی طاقت	۳۹۷	گنبد خضرا پر حاضر ہو کر سلام عرض	
۲۸۴	سماعت و بصارت		کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا	
۲۸۵	سیدنا فاروق اعظم کا یا ساریۃ الجن		جواب دینا۔	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۷	کتاب نمبر ۴: دیار بکری کا روضہ	۴۱۴	(حدیث) اَنَّا سَيِّدُ النَّاسِ	۴۳۲
	شریفانہ سے جواب سلام سننا		یوم القیامۃ -	
۲۸۸	حیات اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ	۴۱۶	تخریج حدیث	۴۳۸
۲۸۹	حضرت ہارون علیہ السلام کا وفات کے	۴۱۶	حیات انبیاء اور حیات شہداء	۴۳۹
	بعد قبر میں سے کلام فرمانا		میں فرق -	
۲۹۰	تفسیر صحابی کا حکم	۴۱۷	نبی اکرم اور تہذیب و شہادت	۴۴۳
۲۹۱	حدیث نمبر ۲۱: مجھے موسیٰ پر	۴۱۹	تخریج حدیث	۴۴۵
	فضیلت نزد		آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید	۴۴۵
۲۹۲	تخریج حدیث	۴۲۰	ہیں از عبد اللہ بن مسعود رضی	
۲۹۳	اس حدیث سے حیات الانبیاء پر	۴۲۱	اللہ تعالیٰ اعنتہ	
	استدلال -		تخریج حدیث	۴۴۶
۲۹۴	حدیث نمبر ۲۲: مجھے انبیاء پر	۴۲۶	حیاء البنی کے اثبات پر دیگر آیات	۴۴۶
	فضیلت نزد		قرآنہ	
۲۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل	۴۲۹	مصادر و مراجع	۴۵۶
	المخلوق ہونے کا بیان			
۲۹۶	آپ روز قیامت عرش الہی پر جلوہ	۴۳۰		
	فرما ہوں گے -			



## عرض مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زمانہ طالب علمی میں حضرت امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر اور جامع رسالہ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اور بعض احباب کے حکم پر اس کی مختصر سی شرح لکھ دی اس کے بعد دیگر مصروفیات میں ایسا کھویا کہ اس کی طرف توجہ نہ دے سکا اب جبکہ دوبارہ بعض احباب کے فرمانے پر اس کی اشاعت کی طرف توجہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس میں بہت ساری جگہوں پر تفصیل اور نرمیم کی ضرورت ہے لہذا اس پر حیب نظر ثانی شروع کی تو مضمون توقع کے بالکل برعکس طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا، اور بالآخر اس مضمون کو پہلی جلد کے نام سے شائع کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اس کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مضمون تحقیقی ہو اور زبان عام فہم اور نرم رہے میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ مسئلہ حیات الانبیاء کو دیگر مسائل یعنی سماع موتہ حیات شہداء و اولیاء اور رد روح وغیرہ سے گڈ مڈ نہ کیا جائے حالانکہ ان مسائل کو نفس مسئلہ کے ساتھ بڑی مناسبت ہے۔ اور اپنی دانست کے مطابق حتی المقدور جتنے اعتراضات حیات الانبیاء اور اس کی مؤیدہ احادیث پر منکرین و معاندین کی طرف سے وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات عقلی و نقلی لحاظ سے دیدیئے گئے ہیں میں اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین حضرات ہی کریں گے میری التجا صرف یہ ہے کہ

حضرات علماء کرام جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی علمی غلطی یا تسامح ملاحظہ فرمائیں میری راہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔

اس کتاب کے اس حصہ میں صرف اپنے دلائل اور ان پر اعتراضات یا شبہات کے جوابات کا مدلل بیان کیا گیا ہے اور منکرین حیات الانبیاء کے دلائل کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہے اگر اللہ نے توفیق عنایت فرمائی تو اس پر دوسری جلد میں کلام کیا جائے گا۔

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد مکمل ہو چکی ہے تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی اگر ان مشفق ہستیوں اور تعاون کرنے والے حضرات کا ذکر نہ کیا جائے کہ جن کی دعاؤں اور کوششوں سے، میں اس مقام تک پہنچ سکا۔ سب سے زیادہ میرے شکرے کے مستحق میرے اقا نے نعمت سیدی و سیدی حضرت علامہ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رفنائے مصطفیٰ ہیں کہ جن کے فیض و نظر کرم کے صدقے میں آج اس مقام پر کھڑا ہوں کہ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے آپ کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیلاہور کہ جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنا قیمتی وقت نکال کر میری راہنمائی فرماتے رہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور اور حضرت مولانا علامہ ابوالسیان محمد سعید احمد نجدوی صاحب گوجرانوالہ کا بھی جتنا شکر یہ ادا کروں کم ہے کہ جنہوں نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ بہت شفقتیں فرمائیں۔ اور میرے اساتذہ کرام دکہ اللہ تعالیٰ انکی عمروں اور

علم میں برکت عطا فرمائے) نے بھی اس سلسلہ میں میرے ساتھ بڑا تعاون فرمایا بالخصوص حضرت علامہ مفتی محمد رضا المصطفیٰ قریبت قادری اور حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر چشتی بھیروی صاحب اللہ تعالیٰ ان کے علوم و فیوض سے مجھے مزید بہرہ مند فرمائے (آمین) ان کے ساتھ ساتھ میں اپنے ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے محروم نہ رکھا بالخصوص حضرت مولانا علامہ غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدرس جامعہ امینیہ گوجرانوالہ حضرت علامہ پروفیسر ابرار حسین ساقی علامہ محمد رفیق احمد مجددی مولانا محمد سرور قادری صاحب گوندلانوالہ اور حضرت مولانا سجاد حسین حنیف وغیرہم۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جو دوست فکر مند تھے اور انہوں نے مالی تعاون کے سلسلہ میں بڑا کام کیا وہ ہیں ہمارے نہایت ہی عزیز دوست جناب محمد ارشد قادری صاحب کہ ان کی وساطت سے جناب عبدالرحمن صاحب ڈارمون سٹیل ٹریڈرز گوندلانوالہ روڈ گوجرانوالہ نے سب سے زیادہ مالی تعاون فرمایا ان کے ساتھ ساتھ حافظ محمد اقبال صاحب جناب محمد انور مغل صاحب۔ جناب محمد بشیر بٹ محمد منشاء اور سنی فورس بقا پور کے احباب اس کا رخیر میں شامل ہیں اور میں جناب محمد شفیق شہزاد ایم۔ اے صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے کتاب اور مراجع و ماخذ کی فہرست میں میرے ساتھ بڑی محنت فرمائی۔ اور ان کے علاوہ جتنے بھی دوست احباب کہ جنہوں نے میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا ہے۔

و عا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے۔

تمام حضرت سے التماس ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے والد صاحب  
 مرحوم کہ جو اس کتاب کی تصنیف کے دوران مختصر علالت کے بعد  
 انتقال فرما گئے کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں اور ان کے ساتھ ساتھ  
 ان کے والدین کی مغفرت کے لیے بھی دعا فرمائیں۔

محمد عباس رضوی

نرم الحرم ۱۴۱۹ھ

شیخ الاتقیاء نمونۃ السلف، حجة الخلف، مجاہد حق گو، صادق

الاقوال والاحوال مخزن محاسن الاخلاق۔ تباہی قوم

پاسبان مسک رضا

حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق امیر جماعتِ رضائے مصطفیٰ

دامت برکاتہم العالیہ (گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نعمدۃً ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ و

صحبہ اجمعین۔

اما بعد۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوصال خصوصاً حضور  
پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بحیات حقیقی حتیٰ و زندہ ہونا اجماعی واقفاتی  
عقیدہ مبارکہ ہے جس پر اکابر علماء امت و بزرگان دین کی بکثرت متفرق تصدیقات  
کے علاوہ مستقل تصانیف شاہد عدل ہیں۔ مگر منکرین شان رسالت نجدی و بابی  
ٹولہ بالخصوص دیوبندیوں کی ممانی پارٹی حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید  
منکر اور خود علماء دیوبند کے بقول اس مسئلہ میں نہایت دریدہ دہن اور  
گستاخ و باغی ہے۔ ایسے ہی بد مذہبوں بے دنیوں پر اتمام حجت اور  
اہل ایمان کے عقائد حقہ کے تحفظ کے لیے العزیز الفاضل مولانا علامہ  
محمد عباس رفتوی (زید عمر و علم) نے بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اپنی یہ  
کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو علمی و تحقیقی خزانہ اور دلائل و براہین کا ذخیرہ  
ہے اور ماشاء اللہ مصنف کے علم و فضل اور ان کے تبحر علمی و وسیع النظری کا

منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور خود فاضل مصنف کی آخرت کیلئے بہت بڑا سرمایہ ہے جو عوام و خواص اور خود منکرین کے لیے بہت معلومات افزا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بوسیدہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء، مناظر اہلسنت مولانا محمد عباس رضوی کی اس عظیم دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ اور انہیں خدمت دین و تحفظ شان رسالت اور اہل سنت کی پاسداری کی مزید توفیق بخشے۔ اور تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین ثمرہ آمین

الہ داؤد محمد صادق

87353

~~64853~~



# تقریظ

بحر العلوم، المحدث الکامل، المحقق النبیل صاحب الرائے الصائب  
جامع العلوم النقلیة والفنون العقلیة حضرت علامہ محمد عبدالحکیم  
شرف قادری صاحب، مدظلہ العالی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ ازللی ابدی حی و قیوم ہے، وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور

ہمیشہ موجود رہے گا، اس کی صفات بھی ازللی و ابدی ہیں، اس کی  
ذات و صفات کے علاوہ جو بھی موجود ہوا اسے اپنے مقرر وقت پر موت  
کا ذائقہ چکھنا ہے، موت کے بعد روح تو ہر کسی کی زندہ رہتی ہے خواہ  
وہ مومن ہو یا کافر، لیکن شہداء کی زندگی اور انہیں رزق کا ملنا نص قطعی  
سے ثابت ہے، انبیاء کرام کی حیات تو ان سے بھی بلند و بالا ہے،  
کیونکہ شہداء کو یہ مقام انبیاء کرام علیہم السلام کے صدقے میں اور ان  
کی پیروی کی بدولت ملا ہے۔ تو کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کو یہ مقام نہیں ملے گا؟۔

شہید باوجودیکہ زندہ ہے، لیکن اس پر اموات کے بعض احکام  
جاری ہوتے ہیں مثلاً اس کی بیوی عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح  
کر سکتی ہے، اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے، جبکہ ہمارے آقا و مولا  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ تو ترکہ تقسیم کیا گیا اور نہ ہی  
آپ کی اذواج مطہرات کے لیے زندگی بھر کسی سے نکاح کرنا جائز  
تھا، ماننا پڑے گا کہ آپ کی حیات مبارکہ شہداء سے بھی اعلیٰ

دارفح ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ دلیل کتنے عمدہ پیرائے میں بیان کی ہے؛ فرماتے ہیں

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح۔ اس کا ترکہ بڑے جو فانی ہے یہ ہیں حتیٰ ابدی، ان کو رضا۔ صدق و عدہ کی قضا مانی ہے۔ تمام انبیاء کرام خصوصاً حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی وفات کے بعد زندگی پر امت مسلمہ کا اجماع رہا ہے، جیسے کہ آپ پیش نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ ماہی قریب میں کچھ لوگوں نے اس مسئلے کو بھی اختلافی بنا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں؛ حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے۔

نامور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر رسالہ:

حیاء الانبیاء، لکھا جس میں پیش کردہ حدیثوں سے بعد کے تمام اہل علم استدلال کرتے رہے، نوپیدا منکرین نے ان پر جرح کرنا بھی ضروری سمجھا، ورنہ احادیث کی موجودگی میں انکی بات سن کر کون فتنے کا شکار ہوتا؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے قابل

دوست، مناظر اہل سنت مولانا محمد عباس رضوی حیاء اللہ تعالیٰ (گوچرانوالہ) کو کہ انہوں نے امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ مبارکہ کی شرح کا بیڑا اٹھایا اور مبسوط شرح لکھ دی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں

احمد رضا بریلوی، امام: خدائق بخشش (مدینہ پیشنگ، کراچی) ج ۲ ص ۶۵

ہے، اس میں انہوں نے امام بیہقی کی پیش کردہ احادیث کے ثوابہ بھی پیش کیے ہیں، اور اس موضوع پر مخالفین کے جتنے اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کے اصول حدیث کی روشنی میں محدثانہ انداز میں مسکت جوابات دیئے ہیں، کتاب کے سرسری جائزہ سے ان کے مطالعہ کی حیرت انگیز وسعت سامنے آتی ہے۔ اور مخالفین کے بڑے بڑے محدث اور حدیث دانی کا دعویٰ کرنے والے بونے نظر آتے ہیں وہ ایک ایک حدیث پر بیس بچلیں، بلکہ بعض اوقات چالیس تک حوالے پیش کر جاتے ہیں۔

اگر میری آواز اہل سنت و جماعت کے زعماء اور ارباب ثروت تک پہنچ کر ان کے دل و ضمیر پر دستک دے سکے تو میں عرض کروں گا کہ مسلک اہل سنت کا درد رکھنے والے، ایسے وسیع النظر عدیم النظر فاضل محدث کا تقرر کسی ایسے ادارے میں کیا جائے جہاں وہ اپنا تمام وقت مطالعہ اور تصنیف و تحقیق میں صرف کریں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اسکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنا وقت گزار رہے ہیں، اور اپنی ذاتی کوشش سے قائم کردہ حدیث اصول حدیث اور اسماء رجال کی کتابوں کی عظیم لائبریری میں فارغ اوقات میں مطالعہ و تحقیق میں منہمک رہتے ہیں۔

ان کی پیش نظر کتاب اس لائق ہے کہ اس کا عربی میں ترجمہ شائع کیا جائے۔ اور مسلک اہل سنت کی حقانیت کو عالم آشکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے فاضل علامہ مولانا محمد عباس رضوی اکرم اللہ تعالیٰ  
کے علم، عمر، تحقیق اور لگن میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ  
کی طرف سے انہیں اجر جمیل عطا فرمائے۔

عالمی دعوتِ اسلامیہ قابلِ صد تیریک و تحسین ہے جو اس  
کتاب کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

۲۶ - ستمبر ۱۹۹۶ء

صاحب الفہم الباسر والرشد الزاہر والبصیرة التامة والملکة الراسخة  
فقیہ الامت مفکر اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی دامت  
فیوضہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چونکہ افعال و تصرفات کا مدار حیات ہے اس لئے جس پایہ کی حیات ہو  
گی اسی پایہ کے تصرفات ہونگے،

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حیات ازلی ابدی اور من کل الوجوہ کامل  
ہے اس لئے اس کے تصرفات و صفات بھی ازلی اور کامل ہیں جو کہ انسانی  
عقل و فہم سے ماوراء ہیں جبکہ انسان اپنے خالق کی معرفت کا مکلف ہے  
اس لئے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی صفات کاملہ کا مظہر  
بنایا تاکہ انسان ان مظاہر کے ذریعے اس کی صفات و تصرفات کاملہ کی معرفت  
حاصل کر سکے، چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات و تصرفات سے ہی انسان  
کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات و صفات کی معرفت ہوئی جس سے وہ مرتبہ  
ایمان پر فائز ہوا۔

لہذا ایمان کا تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مافوق العادتنا  
تصرفات کو دیکھ کر انکی حیات مبارکہ کو بھی مافوق العادتنا تصور کرے،

ایسی حقیقت کے پیش نظر اسلاف امت، انبیاء علیہم کی حیات کے متجسس ہوئے اور اس حقیقت پر متفق ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات عام انسانوں کی حیات سے ممتاز و ماوراء ہے، اس موضوع پر محدث شہیر علامہ ابوبکر محمد بن حسین المعروف امام بیہقی نے بھی اپنی تحقیق میں ۲۲ مسند احادیث کی تخریج فرمائی، جن کی کسرات کو قابل اعتماد قرار دیا۔ لیکن اس پر فتن دور نے اس مسلمہ حقیقت کو بھی معاف نہ کیا اور اس میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے بعض لوگوں نے حیات الانبیاء علیہم السلام سے متعلق احادیث کے راویوں پر تنقید شروع کر دی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ باطل پر ذھوق وارد فرماتے ہوئے بطور حجت حق کو ظاہر فرماتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فاضل نوجوان علامہ مولانا محمد عباس رضوی کو توفیق فرمائی کہ وہ اس غبار کو ہٹا کر امت مسلمہ کے اجماعی مسئلہ کو واضح کریں تاکہ رفعت انبیاء علیہم السلام دلائلہ خیر لک من الاولیٰ، کا اعلان باری تعالیٰ روشن اور چمکتا رہے، چنانچہ علامہ موصوف نے امام بیہقی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ احادیث کا ترجمہ اور شرح کی اور شرح میں انہوں نے اس موضوع کو تقریباً ساڑھے تین صد کتب کی عبارات سے مؤید کیا اور مذکورہ احادیث کے راویوں پر مخالفین کی جرح و تنقید کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے ہزار کے قریب اہم شخصیات کے اقوال نقل کر کے راویوں کی ثقاہت کو واضح کیا، ناظرین کی سہولت کے لیے فاضل محقق نے موضوع سے متعلق تمام ابحاث اور کتب مآخذ بمع مصنفین، کو علیحدہ علیحدہ بطور فہرست پیش کیا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الکریم مولانا علامہ محمد عباس رضوی کی اس

دینی خدمت کو قبول فرمائے اور فنِ حدیث اور تقدیرِ جلال کی تحقیق میں انکے ذوق کو دوبالا فرمائے اور جس طرح انہوں نے اسلاف کی کثیر کتب پر تحقیقی کام کیا ہے تحقیقات کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے اور مولانا کے تحقیقی کام کی اشاعت کے لیے اسباب پیدا فرمائے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، تادری رضوی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور / شیخوپورہ

# مصنف کے بارے میں

## نام و نسب

کنیت ابو بکر اور نام احمد بن الحسين بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ بیہقی کی نسبت بیہقی کی طرف ہے اور بیہقی ایک گاؤں کا نام ہے جو نیشاپور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

## آپ کی ولادت و پرورش

آپ رضی اللہ عنہ ماہ شعبان المعظم ۳۸۲ھ بیہقی میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن عساکر نے کہا، میری طرف ابو الحسن فارسی نے لکھا ہے جو بیہقی کے نام سے مشہور ہیں) وہ حافظ اصول اور دین کے بارے میں پایہ تکمیل، حفظ، یادداشت میں بیکتاؤں زمانہ، ضبط اور اتقان میں کمال رکھنے والے ہیں آپ نے اپنے بچپن سے جوانی کے دور تک کتب حدیث لکھنا اور حفظ کرتا شروع کیے، اس میں بڑا درک اور تفقہ حاصل کیا، اصول میں علم شروع کیا۔ عراق اور حجاز کی طرف علم حدیث کے لیے سفر کیا۔ پھر کتابوں کے لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ اور آپ نے اس قدر ذخیرہ کتب لکھا۔ تعداد میں جو تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جو آج تک اس سے پہلے کسی نے نہ لکھیں آپ نے اپنی تصانیف میں علم حدیث اور علم فقہ کو جمع کیا۔ علل حدیث، صحیح و مستقیم کا بیان، احادیث کے درمیان



جمع کی وجوہات بیان کریں۔ پھر فقہ اور اصول بیان کئے۔

## تعلیم

آپ نے حاکم، ابوظاہر، ابن قورک (متکلم اصولی) ابوعلی روزباری صوفی اور ابو عبدالرحمان سلمی صوفی سے علم حاصل کیا۔ اور بغداد، خراسان، کوفہ حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی۔ انکی یادگار میں ایسی ایسی عجیب تصانیف موجود ہیں۔ جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ ان کی چیدہ چیدہ اور نافع تصانیف میں سے درج ذیل ہیں

## تصانیف

- ۱۔ کتاب الاسماء والصفات۔ (۲) دلائل النبوة
- ۳۔ السنن الکبیر
- ۴۔ کتاب الاعتقاد
- ۵۔ شعب الایمان
- ۶۔ مناقب الشافعی
- ۷۔ الدعوات الکبیر
- ۸۔ کتاب الخلفیات
- ۹۔ مناقب الامام الاحمد
- ۱۰۔ احکام القرآن للشافعی
- ۱۱۔ الدعوات الصغیر
- ۱۲۔ اثبات الرویة
- ۱۳۔ کتاب البعث والنشور
- ۱۴۔ کتاب الاطاب
- ۱۵۔ حیات الانبیاء
- ۱۶۔ الزید الکبیر
- ۱۷۔ کتاب الاسری
- ۱۸۔ الاربعین
- ۱۹۔ السنن الصغیر
- ۲۰۔ فضائل الاوقات (۲۱) اثبات عذاب القبر

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ مجھ کو کتاب الاسماء والصفات کی نظیر نہیں ملی۔

**خصائل** آپ تورع و زہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علامہ نے ربا مین میں ہونے چاہئیں۔ امام الحرمین (امام جوینی) نے ان کے بارے میں فرمایا دنیا میں سوائے بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی نصرت و تائید کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دو بالا ہو گیا۔ امام شافعی فقہ اور فن حدیث و علل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انکو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔

ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں آج میں نے کتاب فقہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔

محمد بن عبدالعزیز جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے اور اس کے گرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ کبریٰ میں مقبول ہو گیا ہے۔

**وفات** :- ہفتہ کے دن ۱۰ جمادی الاول ۴۵۸ھ ہجری کو شہر نیشاپور

میں بیہقی کا انتقال ہوا ان کو تابت میں رکھ کر بیہقی میں لائے اور خسرو تبرد  
میں دفن کیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ،

## آپ کے شیوخ

- ۱۔ ابوالحسن محمد بن الحسین العلوی الحسینی المتوفی (۴۰۱ھ)
- ۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الطہمانی انسیابوری المتوفی (۴۰۵ھ)
- ۳۔ ابو عبد الرحمن السلمی محمد بن الحسین بن موسیٰ البلازری (المتوفی ۴۱۲ھ)
- ۴۔ ابوبکر بن نورک محمد بن الحسن اصبہانی (المتوفی ۴۰۶ھ)
- ۵۔ ابو محمد الجویسی عبد اللہ بن یوسف (المتوفی ۴۳۸ھ)
- ۶۔ ابوالحسین محمد بن الحسین القطان البغدادی (المتوفی ۴۱۵ھ)
- ۷۔ ابو عبد اللہ الحلیمی الحسین بن الحسن بن محمد الشافعی (المتوفی ۴۰۳ھ)

## تلامذہ

- ۱۔ ابوالمعالی محمد بن اسماعیل القاری نسا پوری (المتوفی ۵۳۹ھ)
  - ۲۔ الحافظ ابو ذکریا یحییٰ بن عبد الوہاب بن مندہ (المتوفی ۵۱۱ھ)
  - ۳۔ القاضی اسماعیل بن احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی ۵۰۷ھ) (امام بیہقی کے فرزند)
  - ۴۔ ابوالحسن عبد اللہ بن محمد بن احمد البیہقی (المتوفی ۵۲۳ھ) (امام بیہقی کے پوتے)
  - ۵۔ زین اسلام ابوتصر عبد الرحیم بن عبد الکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی ۵۱۴ھ)
- حررہ ابراہیم بن سائق ایم اے۔ ایم ایڈ۔  
گورنمنٹ اسلامیہ اقبال کالج سیالکوٹ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تعارف مولف

مصنف کتاب نذا علامہ محمد عباس رضوی زیدہ مجددہ بمقام کھوترے  
تھانہ واہنڈ و ضلع گوجرانوالہ ۱۹۵۹ء کو ایک متوسط گھرانے میں متولد ہوئے  
سکول کی ابتدائی تعلیم (میٹرک ۱۹۷۵ء) میں پاس کیا۔

بفیضان (من یردد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین) طبعی رحمان

(اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے)  
علم دین متین کی طرف ہو گیا لہذا متعدد مقامات کی طرف حصول علم دین کی خاطر  
سفر کیا جن میں سے خاص طور پر جامعہ حنفیہ، رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور مدینہ  
الاسلام متصل جامع نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ قابل ذکر ہیں عرصہ تقریباً ایک  
سال مرکزی دارالعلوم اہلسنت و جماعت ریاض المدینہ میں حصول علم کے لیے  
گزارا علاوہ انہیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

« International Islamic University Islamabad »

اور جامعہ رضویہ منظر الاسلام فیصل آباد کا سفر بھی اختیار فرمایا  
دریں اثناء متعدد اساتذہ کرام کے سامنے زانو سے تلمذ طے کیا جن  
میں سے مناظر اسلام سید مرانب علی شاہ مفکر اسلام افتخار علی حشمتی عظیم مذہبی  
سکالر محمد نواز ظفر اور سید ظفر علی شاہ بخاری فاضل بحیرہ شریعت کے علاوہ  
خصوصی توجہ کا شرف محمد نور الحسن تنویر حشمتی اور علامہ مفتی محمد رفقاء المصطفیٰ  
طریقت قادری سے حاصل ہوا پاس بان مسلک رفقاء پیر طریقت الحاج  
الوداؤد محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہم القدسیہ سے روحانی تربیت  
کی سعادت حاصل ہوئی اور دوران تعلیم خطیب العصر الحاج محمد سعید احمد مجذبی

سے بھی خصوصی راہنمائی کا شرف حاصل رہا۔

بچہ اللہ علامہ موصوف نے فاضل العربی، فارسی، اردو کے علاوہ جامعہ فتویہ متطہر الاسلام فیصل آباد سے فاضل دورہ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۸۵ء میں فاضل تنظیم المدارس ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات (الشہادۃ العالمیہ) کی سند حاصل کی۔ اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی چند کورسز کئے اور اسناد حاصل کیں۔

علامہ مذکور شبانہ روز محنت کے باعث نصابی کتب متداولہ کے علاوہ وسیع و عمیق مطالعہ رکھتے ہیں۔ اور ناسازگار حالات کے باوجود علمی ذوق کی بنا پر آپ کی ذاتی لائبریری میں کتب کا وسیع ذخیرہ ہے جو آپ نے اندرون و بیرون ملک سے بڑی مشقت سے جمع کیا ہے کتب بینی کے شوق اور تحقیق مسائل کی لگن سے رات بھر جاگنا آپ کا معمول ہے۔

”من طلب العلی سہو اللیالی“ جسے بلند مقام چاہا وہ رات کو جاگا اور ان تھک مطالعہ کے باعث۔

”من جتد و جد“ جسے کوشش کی اُس نے پایا۔

آپ مسائل فقہ اور علم حدیث میں خاصی مہارت رکھتے ہیں بالخصوص علم اسماء الرجال میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جس پر ماضی قریب میں فرق باطلہ سے آپ کے تہلکہ خیز مناظرے شاہدِ عادل ہیں۔ اور غیر مقلدین کے رد میں تو آپ لاثانی حیثیت کے مالک ہیں۔

علامہ موصوف اپنی بے بساطی کے باوجود اپنے وسائل کے مطابق سخاوت و دوست پروری میں اپنی مثال آپ ہیں مسلک اعلیٰ حضرت الامام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مکمل آگاہی رکھنے کے ساتھ اسی کو اور رضا بچھونا جانتے ہیں آپ ایک عاشق رسول ہیں اور اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ ایک خندہ مزاج اور وسیع انظرف انسان ہیں ایک مخصوص طبقہ صوفیاء و علماء سے روحانی وابستگی کے باوجود تمام سلاسل کے اکابرین کا یکساں نظر سے احترام کرتے ہیں آپ سادہ اور بے تکلف زندگی کے عادی، درویش اور صوتی منش عالم کے رنگ میں عوام میں گننام مگر خواص کے بقول بد قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری (سونے کی قدر سنار جانتا ہے ہیرے کی قیمت جوہری جانتا ہے۔) کے مصداق ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے بکثرت خدمات سر انجام دی ہیں۔ مثلاً۔ کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین (ترجمہ مع حاشیہ و تتمہ) فضائل امام اعظم (مقدمہ و حاشیہ) فصل الصلوٰۃ علی النبی۔ رفع المنارہ فی تخریج احادیث الزیارہ الجوسر المنظم فی زیارت قبر النبی المکرم المحظم (ترجمہ) اسی طرح کتاب الآثار لامام محمد شرح اردو اور تعارض بین الاحادیث و رفعہ اور صحیح بہاری کی تخریج کے علاوہ متعدد تحقیقی اشتہارات جیسے رفع الیدین

علماء و طلباء کے لیے یکساں مفید ہے۔ پہلا ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا۔

فاتح خلف الامام۔ آہستہ آمین، آہستہ بسم اللہ، دعا بعد نماز قرص تین وتر کے ساتھ ساتھ متعدد مضامین و مختلف رسائل زیر ترتیب و تسوید ہیں جو کہ تا حال قلت وسائل کے سبب زیور طباعت سے آراستہ تو نہیں ہو سکے مگر آپ کے تحقیقی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

## آپ زندہ ہیں واللہ

زیر نظر کتاب بھی مصنف مذکور کا ایک علمی و تحقیقی شہرہ پارہ افتاقہ جو مخالفین اہلسنت کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار اعتراضات کے تحقیقی رد اور مسکت جوابات سے بھر پور ہے۔

استدعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذریعہ نجات کفارہ سیئات اور باعث بلندی درجات اور موجب ہدایت خواص و عام بتائے

آمین بجاہ نبیہ العظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم  
ربیع الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء  
الراقم =

ابوالمطیع غلام مصطفیٰ حنیف

مدرس جامعہ نقشبندیہ امینیہ ۶۷۷ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

## حدیث نمبر ۱

أخبرنا أبو سعيد أحمد  
 بن محمد بن الخليل الصوفي  
 فقال أنبأ أبو أحمد عبد الله  
 بن عدي الحافظ قال ثنا  
 قسطنطين بن عبد الله  
 الرومي قال ثنا الحسن بن  
 عرفة قال حدثني الحسن  
 بن قتيبة المدائني ثنا  
 المستم بن سعيد الثقفي  
 عن المحاج بن الاسود عن  
 ثابت البناني عن انس رضي  
 الله عنه قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم:  
 الانبياء احياء في قبورهم  
 يصلون.

(بسنده مذکور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا:

انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور  
 نماز پڑھتے ہیں۔



ہذا حدیث یَعَدُّ فِيْ اَفْرَادٍ  
 الحسن بن قتیبہ المدائنی  
 وقد روى عن يحيى بن  
 ابوبکر عن المستلم بن سعيد  
 (یہ روایت حسن بن قتیبہ کے مفردات  
 میں شمار کی گئی ہے)  
 اور یہ یحییٰ ابن ابوبکر عن مستلم بن سعید  
 سے بھی روایت کی گئی ہے۔

۱۔ سوائے حسن بن قتیبہ المدائنی کے اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے  
 بارے میں محدثین کی اکثریت اچھی رائے نہیں رکھتی۔ لیکن امام ابن عدی اسی  
 کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

و للحسن بن قتيبة هذا  
 أحاديث عن أبيه حسان  
 وأرجوانه لا بأس به۔  
 اور حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث حسن  
 ہیں اور امید کرتا ہوں کہ اس میں  
 کوئی حرج نہیں۔

(الكامل في ضعفاء الرجال ۲/۳۹۱)

تو اگرچہ یہ راوی بہت زیادہ ثقہ نہیں لیکن چونکہ آئندہ آنے والی احادیث  
 میں ثقہ روایات اس راوی کے مؤید و متابع ہیں اس لیے یہ حدیث دیگر اسناد کے  
 ساتھ بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ و ۳ میں آ رہا ہے۔

## حدیث نمبر ۲

وهو فيما اخبرنا الثقة من حضرت انس بن مالك رضي الله تعالى

لے یہ لفظ یہاں مبنی للمجهول ہے۔ گویا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے حدیث ہذا  
 کو حسن بن قتیبہ کے مفردات میں شمار کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کے متابع موجود  
 ہیں جو کہ آگے آ رہے ہیں۔

اهل العلم قال أنبا أبو عمرو  
 بن حمدان قال أنبا أبو يعلى  
 الموصلى ثنا أبو الجهم  
 الأزرق بن علي ثنا يحيى بن  
 ابى بكر ثنا المستم بن سعيد  
 عن الحجاج عن ثابت عن  
 أنس بن مالك قال قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم  
 الأنبياء احياء في قبورهم  
 يصلون۔

۲۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اس کو امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

حدثنا أبو الجهم الأزرق بن علي حدثنا يحيى بن ابى بكر  
 حدثنا المستم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت البناني عن  
 انس بن مالك : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الانبياء  
 احياء في قبورهم يصلون۔

ر مسند ابى يعلى الموصلى ۶: ۱۴۷ بتحقيق حسين سليم اسد

مطبوعہ بیروت و بتحقيق ارشاد الحق الاثرى ۳: ۳۷۹

مؤسسہ علوم القرآن، بیروت



## حدیث مذکورہ کا محدثین کے ہاں مقام

متعدد محدثین و علماء کرام نے اس روایت کے صحیح ہونے پر تصریح کی ہے۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام بیہقی فرماتے ہیں :

رواكا ابو يعلى و البزار و رجال ابى يعلى ثقات۔  
 اس کو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

مجمع الزوائد و منبع

الضوائد، ۸: ۲۱۱

۲۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں :

و هو حدیث صحیح۔  
 یہ حدیث صحیح ہے۔

رفیض القدير شرح

الجامع الصغير ۲: ۱۸۴

۳۔ علامہ علی بن احمد العزیزی فرماتے ہیں

هو حدیث صحیح۔  
 یہ حدیث صحیح ہے۔

السراج المنیر شرح

الجامع الصغير ۲: ۳۵۶

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :

وصححه البيهقي۔  
 بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے

فتح الباری شرح صحیح البخاری

۴: ۳۵۲

۵۔ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

صحیح خبر الانبياء احياء  
فی قبورهم  
"انبياء اپنی قبور میں زندہ ہیں" یہ  
حدیث صحیح ہے۔

(مرقات ۳ : ۲۴۱)

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت  
انس بن مالک آورده قال قال  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم: الانبياء احياء في  
قبورهم يصلون -  
ابو یعلیٰ ثقہ را دیوں کے واسطے سے حضرت  
انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت  
کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و  
السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور  
نماز پڑھتے ہیں۔

رجزب القلوب الی دیار المحبوب ۱۸۲

(درج النبوت ۲ : ۲۴۷)

۷۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکفاتی فرماتے ہیں:

(قلت) منها حدیث انس  
الانبياء احياء في قبورهم  
يصلون اخرجه من طرق  
وصححه من بعضها -  
میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں حضرت  
انس والی حدیث بھی ہے کہ انبیاء کرام  
اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے  
ہیں اور اس کی کئی سندیں ہیں اور  
ان میں سے بعض سندیں صحیح ہیں۔

(تنذیہ الشریعۃ المرفوعہ ۱۱۵۱ : ۲۲۵)

۸۔ ابوالحسن عبدالقادر فرماتے ہیں:

وقد صح ان الانبياء احياء  
فی قبورهم۔ (الجماعۃ التبلیغیۃ)  
یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں  
زندہ ہیں۔

۹ علامہ شوکانی نے تحریر فرمایا:

وقد ثبت في الحديث ان  
الانبياء احياء في قبورهم  
رواه المنذرى وصححه البيهقي  
زييل الاوطار ۳ : ۲۴۸

اور دوسری جگہ فرمایا :

لانه صلى الله عليه وسلم  
حي في قبره وروحه  
لا تفارقه لما صح : ان  
الانبياء احياء في قبورهم  
كذا قال ابن الملقن وغيره

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی روح  
مبارک آپ سے جدا نہیں کیونکہ صحیح  
حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں  
زندہ ہیں جیسا کہ محدث ابن الملقن

رحمة الذاکرین شرح المصنوع الحصین ۲۸ وغیرہ نے کہا ہے۔

۱۰۔ شیخ نور الدین علی بن احمد السمهودی فرماتے ہیں :

و رواه ابو يعلى برجال  
لغات :

ابو یعلیٰ نے اس کو ثقہ راویوں سے  
روایت کیا ہے۔

وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفى

۴ : ۱۳۵۲

۱۱ شیخ فقیر اللہ فرماتے ہیں :

ورد في كثير من الاحاديث  
الصحيحة الصريجة بانهم  
احياء في قبورهم  
(قطب الاثناد ص ۲۶۶)

اور بہت ساری صحیح صریح احادیث  
میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء  
کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۱۲۔ حاجی دوست محمد قندھاری نقشبندی فرماتے ہیں :

ایں حدیث است کہ ابو یعلیٰ بنقل  
یہ روایت ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں  
ثقات از روایت انس بن مالک  
کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے  
میں آئند۔  
روایت کی ہے۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری ص ۸۶)

۱۳۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں :

وبالحديث الصحيح الانبياء  
احياء في قبورهم يصلون۔  
الجوهر المنظم في زيارة القبر  
الشريف النبوي المكرم المعظم

اور انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں  
صحیح حدیث ہے۔

(ص ۲۲)

اور امام بیہقی نے صحیح حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم سے استدلال  
کیا ہے۔

۱۴۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی فرماتے ہیں :

صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الانبياء احياء في قبورهم  
يصلون۔ (فتاویٰ رضویہ ۴: ۱۳۶)

انبیاء کرام اپنے مزارات طیبات میں

زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۵۔ علامہ داؤد بن سلیمان نقشبندی الخالدی فرماتے ہیں :

وروی البيهقي وغيره

بالاسانيد صحيحة عنه

صلی اللہ علیہ وسلم

امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح اسناد

کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہ قال الانبياء احياء  
 فی قبورهم يصلون۔  
 (المعنى الوهبيّة في رد  
 على الوهابية ص ۵)

امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح  
 اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ارشاد فرمایا: "انبیاء کرام اپنی  
 قبور میں زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے  
 ہیں۔"

۱۶۔ امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں :  
 وللحسن بن قتيبة هذا  
 لحديث من ابیه حسان۔  
 (المکامل ۲ : ۷۳۹)

کہ حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث "انبیاء  
 اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے  
 ہیں" حسن ہیں۔

۱۷۔ امام محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں :  
 وبالحدیث الصحیح الانبياء  
 احياء فی قبورهم يصلون  
 (سعادة الدارين ص ۱۸)

اور حدیث صحیح کے ساتھ استدلال  
 کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں  
 اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۸۔ امام سخاوی فرماتے ہیں :  
 الانبياء احياء فی قبورهم  
 يصلون..... و صححه  
 البيهقي (العقول البديع ۱۶)

انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔  
 امام بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۹۔ امام محمد بن علوی المالکی فرماتے ہیں :  
 وبالحدیث الصحیح الانبياء  
 احياء فی قبورهم يصلون۔

(امام بیہقی نے) اس حدیث سے صحیح  
 استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں

رشفاء الفؤاد بزيارة خيد العباد  
میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔  
(۱۴۰)

۲۰۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

وصح انه صلى الله عليه وسلم  
قال الانبياء احياء في قبورهم  
يصلون -  
یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا : انبیاء و انبیاء  
میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ

علیہ السلام فی الحاوی

للفتاوی ۲ : ۱۶۳

۲۱۔ مولوی ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے :

اخرجه البيهقي في حياة  
الانبياء من طريق ابي يعلى  
و ابو نعيم في اخبار اصبهان  
اس کو امام بیہقی نے حیاة الانبیاء میں  
ابو یعلیٰ کی سند سے اور ابو نعیم نے اخبار  
اصبہان میں روایت کیا ہے اور اس کی  
سند جید ہے۔

(ص ۸۳ ج ۲) و اسنادہ جید

(حاشیہ سند ابی یعلیٰ ۳/۲۷۹)

۲۲۔ جناب حسین سلیم اسد نے کہا :

اسنادہ صحیح۔  
اس کی سند صحیح ہے۔

(حاشیہ سند ابی یعلیٰ ۶/۱۴۷)





## علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا

امام شامی حنفی فرماتے ہیں :

ان الانبياء عليهم الصلوة  
والسلام احياء في قبورهم  
انبياء كرام عليهم السلام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں -

رد المحتار علی درالمختار

المعروف شامی شریف ۴: ۱۵۱

کتاب الجهاد

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

حياة النبي صلى الله عليه  
وسلم في قبره هو وسائر  
الانبياء معلومة عندنا علما  
قطعيًا لما قام عندنا من  
الادلة في ذلك وتواترت  
به الاخبار الدالة على ذلك  
والحمادى للفتاوى ۲: ۱۴۷  
رسالة انبا - الاذكياء  
علامة سيوطی مزید فرماتے ہیں :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر میں  
اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی  
حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ  
ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس  
دلائل قائم ہیں۔ اور متواتر احادیث  
موجود ہیں جو کہ اس (حیات الانبیاء) پر  
دلالت کرتی ہیں۔

باب حیاتہ صلی اللہ علیہ و

اس باب میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم فی قبره و صلواته  
 فیہ و توکیل ملک بغیرہ  
 یبلغہ السلام علیہ و ردہ  
 علی من سلم علیہ ۔  
 اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں  
 اور ایک فرشتہ آپ کی قبر پر موکل ہے جو  
 کہ لوگوں کا سلام آپ کو پہنچاتا ہے۔  
 اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جو اب  
 دیتے ہیں ۔

حضرت امام شامی ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں :

ان الانبیاء احياء في  
 قبورهم ۔  
 انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

رسائل ابن عابدین ۲۰ : ۲۰۲

رساله الرحيق المختوم شرح

قلائد المنظوم ۔

حضرت علامہ امام سمهودی فرماتے ہیں :

لا شك في حياته صلى  
 الله عليه وسلم بعد وفاته  
 وكذا سائر الانبياء  
 عليهم الصلاة والسلام  
 احياء في قبورهم ۔  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفا  
 میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح  
 دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں ۔

(وفاء الوفا ۴ : ۱۳۵۲)

حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں :

والمحصل ان حياة الانبياء  
 ثابتة بالاجماع ۔  
 حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء کرام  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر اجماع

المنحة الوهبية ص ۶) امت ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

وهو حي في قبرة يصل  
فيه باذان واقامة و  
كذلك الانبياء۔  
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں  
زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے  
ساتھ نماز پڑھتے ہیں

كشفت الغمہ عن جميع الامم

(۶۷: ۱)

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحياته في قبرة يصل فيه  
باذان واقامة۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں  
زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے  
ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

زرقانی علی المواہب ۴: ۱۶۹

ان حياة الانبياء ثابتة معلومة  
مستمرة ثابتة في الاستمرار  
..... ان تكون حياته اكل  
و اتم من حيات سائر الانبياء۔  
بے شک حضرت انبیاء کرام علیہم  
السلام کی حیاة معلومہ اور ثابت  
شدہ ہے اور ہمیشگی کے ساتھ ثابت

ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
حیات تمام انبیاء کرام سے اکل و اتم ہوتی چاہیے۔  
زرقانی ۸: ۹-۱۲

حضرت شیخ احمد بن دحلان مکی فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء عليهم الصلوة  
والسلام في قبورهم ثابتة  
عند اهل سنة بادلة  
كثيرة..... وحديث  
اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا یہ اہل سنت  
کے نزدیک بہت سے دلائل سے ثابت  
ہے اور وہ حدیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام

حج کرتے اور تبلیغ پڑھتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں ہے تو ان کے ذکر کو طول دینے کی حاجت نہیں ہے۔

ان الانبياء يحجون ويلبسون  
وكل هذه الاحاديث الصحيحة  
لا مطعن فيها فلا حاجة  
الى الاطالة بذكرها۔

الدرر السنية في الرد على

الوهابية ص ۱۳، ۱۴

مولانا محمد اللہ صاحب داجوی فاضل بہار پوری فرماتے ہیں :

اس گمراہ کو دیکھو کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی حیات کا کس طرح انکار کر  
رہا ہے ..... پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم زندہ ہیں اور رزق دیتے جلتے  
ہیں ۔

فانظر الى هذا الزائف كيف  
انكر عن المحيوة للنبي صلى  
الله عليه وسلم ..... فان  
النبي صلى الله عليه وسلم  
حي يرزق ۔

ابصار لمنكري التوسل

باهل المقابر ص ۹۱

یہی صاحب فرماتے ہیں :

اور اگر اس کی مراد اس ایراد سے  
حیات برزخہ کا انکار ہے جیسا کہ اس  
منکفرہ (سجدیہ) کا زعم ہے تو یہ  
باطل ہے کیونکہ صحیح احادیث اس پر  
دلائل کرتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
والسلام زندہ ہیں ۔

وان كان المراد من ايراد  
نفي المحيوة البرزخية كما  
هو مذعوم الفتنة المنكرة  
فذلك باطل لان الاحاديث  
الصحيحة دالة على حياة  
الانبياء عليهم الصلوٰۃ

والسلام (المبصار ص ۱۶۲)

اور مزید فرماتے ہیں :

والحاصل ان مسألة الحياة  
البرزخية للانبيا عليهم  
الصلوة والسلام مما  
تلفتها الامة بالقبول  
سلفا وخلفا اولاً و آخر  
والفتنة المنكرة تنكرها.

اور حاصل کلام یہ کہ برزخ میں انبیاء  
کرام علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ تو انکو  
سلف و خلف اول و آخر ساری امت  
سے تعلق بالقبول کا درجہ مل چکا ہے۔  
اور فرقہ ضالہ (نجدیہ) اس کا منکر  
ہے۔

(المبصار ص ۱۶۳)

شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمادی المصری الازہری تحریر فرماتے ہیں :

و یزید بصیرة فی حیاة  
الانبیا فی قبورهم قوله  
صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء  
احیاء فی قبورهم یصلون؛  
رواہ ابو یعلیٰ والبیہقی  
وہذا حدیث لم یقتصر علی  
حیاة صلی اللہ علیہ وسلم  
بل تعدی الی جمیع الانبیاء  
معکم علیہم بانہم احیاء  
فی قبورهم یفعلون فعل  
الاحیاء فی الدنیا و هو

اور تیری بصیرت زیادہ ہو انبیاء کرام  
کی زندگی ان کی قبروں میں جیسا کہ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء  
اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے  
ہیں۔ اس کو ابو یعلیٰ اور بیہقی نے روایت  
کیا ہے۔ اور اس حدیث میں صرف  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی  
نہیں بلکہ یہ حدیث تمام انبیاء کرام کی  
حیات فی قبورہم کے اثبات پر حکم کرتی  
ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں اور تمام افعال بجا لاتے ہیں۔

الصلوة ذات الركوع و  
السجود والقيام والقعود  
وذكر الله تعالى وهي اعمال  
لوشاك في حياة فاعلها  
لكان شاكا في حياة نفسه  
(غوث العباد ببيان الرشاد ص ۱۲)

ہیں جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے  
تھے اور وہ افعال ہیں نماز رکوع و  
سجود اور قیام و قعود اور قرأت کے  
ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اگر  
کوئی شک کرنے والا ان کی حیات میں  
شک کرے تو وہ اپنی حیات میں ہی  
شک کرنے والا ہے۔

حضرت امام عبدالغنی المقدسی الحنبلی صاحب "العمدۃ" فرماتے ہیں :  
فان ثبت هذا فاعلم ان  
الانبياء احياء في قبورهم  
(بحوالہ سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۰)

جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیاء  
کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں :  
فقد تبين لك رحمة الله  
من الاحاديث السابقة حياة  
النبي صلى الله عليه وسلم  
وسائر الانبياء صلى الله  
عليه وسلم وقد قال الله  
سبحانه وتعالى في الشهداء  
ولا تحسبن الذين قتلوا  
في سبيل الله امواتا بل  
احياء عند ربهم يرزقون

اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب تیرے لیے  
سابقہ احادیث سے ظاہر ہو چکا کہ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر حضرات انبیاء  
کرام زندہ ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
شہداء کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ  
جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ  
گمان بھی نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے  
رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور انبیاء کرام  
ان سے زیادہ حق دار ہیں اور اعظم و اہل

والانبياء اولى بذلك فهم  
اجل و اعظم و قل نبى  
الا و قر جمع مع النبوة وصف  
الشهادة فيدخلون في عموم  
اللفظ الآية فثبت كونه  
صلى الله عليه وسلم حي  
في قبره بنص القرآن  
اما من عموم اللفظ و اما  
من مفهوم الموافقة -

(سبل العدى والرشاد ۱۲: ۳۶۲)

حضرت امام علامہ زاہد الکوثری مصری حنفی فرماتے ہیں :

والانبياء احياء في قبورهم  
حضرات انبياء کرام اپنی قبور میں زندہ  
ہیں -  
رمحقق القول في مسألة التويل:

المقالات الكوثري ص ۳۸۷

حضرت امام المحققين سيف المثلون شاه فضل رسول بداليوني ارشاد فرماتے ہیں :  
واعلم ان حرمة النبي صلى  
الله عليه وسلم بعد موته  
وتوقيره وتعظيمه بعد  
وفاته لازم على كل مسلم كما  
كان حال حياته لانه الآن  
حي يرزق في علو درجاته  
جان تو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
عزت انتقال کے بعد اور ان کی توقیر و  
تعظیم و فوات کے بعد ہر مسلمان پر  
لازم و ضروری ہے۔ جیسا کہ ظاہری  
حیات میں تھا کیونکہ وہ اب بھی زندہ  
ہیں اور اپنے درجات کی بلندیوں اور

درفعۃ حالاتہ - حالات کی رفعتوں میں رزق دیئے جاتے

(المنتقد المعتد مع تعلیقات ہیں -

المنتقد المعتد ص ۱۴۹)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی م ۶۶۱ھ فرماتے ہیں :

ان الموت لیس بعدم محض  
وانما هو انتقال من حال الی  
حال و یدل علی ذلك ان الشهداء  
بعد قتلهم وموتهم احياء  
عند ربهم یرزقون فارحين  
مستبشرين وهذه صفة  
الاحیاء فی الدنيا واذا كان  
هذا فی الشهداء کانت  
الانبياء بذلك احق واولی  
مع انه قد صرح عن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم ان  
الارض لا تاكل اجساد الانبياء  
..... وقد اخبرنا النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم بما  
یقتضی ان اللہ تبارک وتعالی  
یرد علیہ روحہ حتی یرد  
السلام علی کل من یسلم

موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ یہ تو  
ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل  
ہونا ہے۔ اور اس پر یہ امر دلالت  
کرتا ہے کہ شہداء قتل ہونے اور فوت  
ہونے کے بعد اپنے رب کے پاس  
زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں  
خوش ہیں خوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ صفت  
دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ  
بات شہداء کے لیے ثابت ہے تو پھر  
انبیاء کرام تو ان سے زیادہ حق رکھتے  
ہیں اور وہ اولیٰ ہیں کہ وہ زندہ ہوں  
اس کے ساتھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرات  
انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی  
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر  
دی ہے جو کہ اس کی مقتضی ہے کہ اللہ  
جل مجدہ الکریم نے آپ کی روح کو



عليه الى غير ذلك مما و  
يحصل من جملة القطع بان  
موت الانبياء انما هو راجع  
الى ان خيبروا عنا بحيث  
لا نذكرهم وانما كانوا  
موجودين احياء و ذلك  
كالحال في الملائكة فانهم  
موجودين احياء ولا يراهم  
احد -

(التذكرة في احوال الموتى وامرؤ

الآخرة ص ۱۶۹ للقرطبي)

سيد عمر بن سعيد الفوتى الكردى الطورى نقل فرماتے ہیں :  
و ذلك لانه صلى الله عليه  
وسلم وسائر الانبياء احياء  
ردت اليهم ارواحهم بعد  
ما قبضوا  
ارواح حزب الرحيم على نحو  
حزب الرحيم ۱۱ : ۲۲۸

یہی حضرت عمر بن سعید صاحب نقل فرماتے ہیں :

ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل  
ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک  
فصل من مجموع هذه  
النقول والاحادیث ان

النبي صلى الله عليه وسلم جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔  
حيي بجسده - (۱: ۲۳۰)

امام ابو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي فرماتے ہیں:

قال: المتكلمون المحققون  
من اصحابنا ان نبينا صلى الله  
عليه وسلم حي بعد وفاته  
وانه ليس بطاعات امته  
ويحزن بمعاصي العصاة  
منهم وانه تبلغه صلاة  
من يصل عليه من امته  
وقال ان الانبياء لا يبطلون  
ولا تاكل الارض منهم شيئا.  
(نفاوی عبد القاهر بحوالہ المعادی  
للفناوی ۱۴۹/۲ ، ۲۶۳/۲)

ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے  
محققین متکلمین نے کہا کہ ہمارے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد  
زندہ ہیں اور امت کے نیک لوگوں  
کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور  
گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے  
ہیں اور جو کوئی بھی صلاۃ پڑھے وہ  
آپ کو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ  
بے شک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ  
ہوتے ہیں اور نہ ہی زمین ان کو  
کھاتی ہے۔

وإذا صمنا هذا الاصل  
قلنا نبينا صلى الله عليه  
وسلم قد صار حيا بعد  
وفاته وهو على نبوته -  
(سبل الهدى والمرشاد  
للشامی ص ۱۲: ۳۵۵)

جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے  
تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور  
اپنی نبوت پر قائم ہے۔

شیخ سیدی عقیف الدین الیافعی فرماتے ہیں:

الاولیاء ترد علیہم احوال  
یشاہدون فیہا ملکوت  
السموات والارض وینظرون  
الانبیاء احياء غیر اموات  
کما نظر النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم الی موسیٰ علیہ السلام  
فی قبرہ وقد تقرران ما  
جاز للانبیاء من معجزة  
جاز للاولیاء کرامۃ -  
الروض الریاحین ص ۲۴ مطبوعہ  
قبرص و سبل الہدی والثبات  
للشامی ۱۲ / ۳۵۶ واللقطلة

حضرت علامہ جمال الدین محمودین جملہ فرماتے ہیں:

نبینا صلی اللہ علیہ وسلم  
احیاء اللہ تعالیٰ بعد موتہ  
حیاء تامہ واستمرت تک  
الحیاء الی الآن وہی مستمرة  
الی یوم القیامۃ ولیس هذا  
خاصا بہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بل یشارکہ الانبیاء  
صلوات اللہ وسلامہ علیہم  
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات  
کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندہ  
فرمادیا ہے اور آپ کی یہ حیات مکمل اور  
ہمیشہ اب تک قائم ہے اور قیامت  
تک قائم رہے گی اور یہ صرف آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص  
نہیں ہے بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام  
علیہم الصلاۃ والسلام اس میں آپ کے ساتھ

شریک ہیں۔

اجمعین

رسال الہدی والرشاد ۱۲: ۲۶۰

امام البارزی نے فرمایا:

وسئل البارزی عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم

هل هو حی بعد وفاته؟

فاجاب انه صلی اللہ علیہ

وسلم حی۔

امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ  
ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

المحادی للفتاویٰ ۲: ۱۲۹

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:

اور تحقیق علماء کرام اس پر متفق ہیں  
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
منورہ میں زندہ ہیں اور زاثرہ کو  
جانتے ہیں۔

وقد اتفق العلماء علی انه

علیہ السلام حی فی

قبرہ الشریف ۱۰

بزازرہ۔

در تحقیق الحق المبین فی اجوبہ

مسائل اربعین ص ۴۰۰

حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ

ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے۔

اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے

ولما هو مقرر عند المحققین

انه صلی اللہ علیہ وسلم حی

یرزق متمتع بجمیع

الملاذ والعبادات غیر

انہ حجب عن البصار القاصرین  
 عن شریف المقامات!  
 ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں  
 سے پرے میں ہیں جو ان مقدس مقامات  
 تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

ملتان

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب فرماتے ہیں:  
 "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ  
 ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔  
 تحقیق وعدہ اللہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور  
 زندہ ہیں۔" (بہار شریعت ۱: ۱۷)

حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:  
 "یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی حیات انسانی میں اور سب کا درود و  
 سلام سنتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں۔"

(تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان سورہ احزاب)

حضرت سلطان العارین سلطان باہو فرماتے ہیں:  
 "اور یاد رہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ جانتے اس پر ایمان  
 سلب ہو جانے کا خوف ہے۔" (عین الفقر ص ۸۲ ناشر اللہ والے لاہور)

آپ مزید فرماتے ہیں:  
 "جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ موات کہتا ہے وہ شخص دین میں  
 سست اور چھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور  
 بے یقین ہے۔ جو بے یقین ہے وہ منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے۔"  
 مفتاح العارین ص ۲۹ از قبلہ سلطان باہو

ولی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں :

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہو یا  
اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا  
امت نوں اعلام پچائے ایس حدیث نبی دی  
ہوئی ثبوت حیاتی دائم لئیند خبر بھی دی  
جدوں سلام ہمیشہ جھلدا واجب جان زندہ  
صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ  
(ہدایت المسلمین لیلیاں محمد بخش ص ۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں :

ادہ محبوب قبول میرے درجو چاہے میں دیدا  
است کارن وچہ قبرے استغفار کریندا  
ادہ زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچہ قبرے  
بخشش بہت اذنان جھیرے جا زیارت کرے  
(ہدایت المسلمین ص ۶۲)

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

زندہ درقبر است بہرامت او  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں  
استغفراست ۔  
اور امت کے لیے استغفار فرماتے ہیں

(رجوم اشھابہ رجوم اللولابیہ ص ۲۵)

حضرت شیخ عبدالقادر کی جنلی م ۹۸۲ھ فرماتے ہیں :

انہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حیی کسائر الانبیاء و فی  
قبرہ براءہ و یجب لمن  
الاحترام مالہ قبل الموت  
ومنہ عدم رفع الصوت۔  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کی  
طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں اور دیکھ  
رہے ہیں اور آپ کا اسبطرح احترام  
واجب ہے جو کہ آپ کی ظاہری حیاتی  
میں تھا۔ اور اسی ادب میں سے ہے

بحضرتہ..... فانہ صلی  
اللہ علیہ لیسعہ و ان  
السرد و یراہ و ان بعد  
(حسن التوسل فی آداب زیارۃ  
افضل الرسل ص ۱۰۲)

کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست رکھے  
کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات  
سن رہے ہیں اگرچہ وہ آہستہ ہی  
کیوں نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے  
ہیں اگرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لیسعہ و ان السرد  
و یراہ و ان بعد کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اگرچہ  
کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں، ایتیموں  
کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں یعنی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے دور و نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

حضرت امام تقی الدین السبکی تحریر فرماتے ہیں :

فہذہ نبذۃ من الاحادیث  
الصیحۃ الدالۃ علی حیۃ  
الانبیاء۔ والکتاب العزیز  
یدل علی ذلک ایضاً....  
قال تعالیٰ ولا تحسبن  
الذین.... الآیۃ واذابث  
ذلک فی الشہید ثبت فی  
حق النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم۔ (شفاء المقام ص ۱۸۶)

پس یہ صحیح احادیث کا مجموعہ حیات انبیاء  
پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ  
کا فرمان ہے اور اللہ کی راہ میں قتل  
ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو  
جب یہ شہید کے لیے ثابت ہے تو تم  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کئی وجوہ  
سے یہ ثابت ہے۔

امام اہل سنت مجتہد دین و ملت سیدنا و امامنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

فانهم صلوات الله تعالى  
 و سلامه عليهم طيبون  
 طاهرون احياء و اموات  
 بل لا موت لهم الا انيا  
 تصديقاً للوعد ثم هم احياء  
 ابداً بحياة حقيقية دنيوية  
 روحانية جسمانية كما هو  
 معتقد اهل السنة و الجماعة  
 و زنا لا يورثون ريمت  
 تزوج نسائهم صلوات  
 الله و تعالى و سلامه  
 عليهم بخلاف الشهداء  
 الذين نص الكتاب العزيز  
 انهم احياء و نهى ان يقال  
 لهم اموات -

حضرات انبياء کرام صلوات اللہ تعالیٰ  
 و سلامہ علیہم۔ حیات و ممات ہر حالت میں  
 طاہر و طیب ہیں بلکہ ان کے لیے موت  
 محض تصدیق اور وعدہ اللہ کے نبی و حبیب  
 ایک آن کے لیے آتا ہے پھر وہ ہمیشہ  
 کے لیے حیات حقیقی دنیاوی و روحانی  
 و جسمانی کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں۔  
 جیسا کہ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے۔  
 اسی لیے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔  
 اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح  
 کرنا منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے  
 بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی  
 ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں مردہ  
 کہنے سے منع فرمایا ہے (مگر ان کے  
 میراث تقسیم ہوگی اور ان کی عورتوں  
 سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے)۔

العطایہ النبویة فی الفتاوی  
 الرضویہ ۳: ۲۰۳، ۲۰۶ (طبع جدید)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی  
 سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔“



جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۴: ۱۵۶) (طبع قدیم)

حضرت امام نجم الدین لغیظی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں :

بأنهم كالشهداء بل افضل  
منهم احياء في قبورهم  
فيصلون ويعجون كما ورد  
في الحديث الآخر۔

بے شک وہ (انبیاء کرام) شہداء کی  
طرح ہیں بلکہ ان سے بہت افضل ہیں۔  
اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور  
حج کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں

وارد ہے۔

(المعراج الكبير ص ۶۵)

ابن تیمیہ نے لکھا :

والانبياء احياء في قبورهم  
وقد يصلون۔

اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ  
ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

در مختصر الفتاویٰ المصریہ لابن تیمیہ ص ۱۸۱

شیخ حسن العدوی المصری مالکی ۲ - ۱۳۰۳ھ فرماتے ہیں :

ولاشك ان حياة الانبياء  
عليهم الصلوة والسلام  
ثابتة معلومة مشتهرة  
ونبينا افضلهم وقال :  
واذا كان كذلك فينبغي  
ان تكون حياته صلى الله  
عليه وسلم اكمل واتم۔

اور بلاشک حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
والسلام ثابت و معلوم اور مشہور ہے  
اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سب  
انبیاء سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی اکل  
اور اتم ہے۔

(مشارك الاواربجواله شواهد الحق ص ۱۸)

حضرت علامہ امام محمد شوبری المصری الشافعی فرماتے ہیں :

اما الانبياء عليهم الصلاة والسلام  
والسلام فلانهم احياء في  
قبورهم ليصلون ويحجون  
كما وردت به الاخبار  
وتكون الاغاثه منهم معجزة  
لهم -  
اور انبياء كرام عليهم الصلاة والسلام  
اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے  
ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا احادیث  
میں وارد ہے اور ان کا مدد فرمانا،  
ان کا معجزہ ہے۔

(شواہد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق ص ۱۱۸)

حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں :

قد حرم الله جسده على  
الارض وحياته في قبوره كسائر  
الانبياء عليهم السلام -  
(نسيم الرياض ۱ : ۳۱۶)  
تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد کی  
کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اور آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارکہ میں دیگر  
انبياء كرام کی طرح حیات حاصل ہے۔  
مزید فرماتے ہیں :

وفيه دليل على انه صلى الله  
عليه وسلم حي حياة مستمرة  
وقد ثبت بالاخبار الصحيحة  
انه صلى الله عليه وسلم و  
سائر الانبياء احياء حياة  
حقيقية -  
اور اس میں دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی  
والی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے  
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبياء  
گرام حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

(نسيم الرياض ۳ / ۲۹۹)

آپ مزید فرماتے ہیں :

لانه صلى الله عليه وسلم حي  
في قبره يسمع دعا زائره و  
من جاء عظيم الرجاء شفاعة  
له لاشك في انه يتوجه اليه  
بقلبه وقلبه -

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور  
میں زندہ ہیں اور زائرہ کی دعا سنتے ہیں  
اور سچو آپ کی شفاعت کی امید لے کر  
آیا تو بلاشبہ آپ اس کی طرف دل و ضم  
وجان کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں -

(تفسیر الریاض ۳ : ۳۹۸)

علامہ صاوی الماکی فرماتے ہیں :

مثل الشهداء الانبياء بل  
حياة الانبياء اجل واعلى -

شہداء کی مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
ہیں بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ عزت و

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ۱ : ۱۶۸) جلال والی اور بلند تر ہے -

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں -

ان الانبياء لا يموتون وانهم  
يصلون ويحجون في قبورهم  
رفوض الحومين من مترجم ص ۳۱

انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے بلکہ وہ  
اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج  
کرتے ہیں -

حضرت شیخ شہاب الدین رملی فرماتے ہیں :

اما الانبياء فانهم احياء في  
قبورهم يصلون ويحجون  
كما وردت به الاخبار -

اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور  
میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور  
حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد  
ہوا ہے -

(شواہد الحق ص ۱۲۱)

حضرت علامہ احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں :

والاحسن ان يقال ان  
حياته صلى الله عليه وسلم  
لا يتعقبها بل يستمر حيا  
والانبياء اصياد في قبورهم.

اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو موت  
نہیں پاسکتی بلکہ آپ ہمیشہ کے لیے  
زندہ ہیں اور دیگر انبیاء کرام بھی اپنی  
قبروں میں زندہ ہیں۔

(حاشیہ بخاری ۱: ۵۱۷)

حضرت علامہ اقبال شاعر مشرق فرماتے ہیں :

"میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ  
بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا  
کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں  
پر ناگوار ہو گا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔"

(فترک رسول ص ۷)

حضرت امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری م ۲۶۵ھ فرماتے ہیں:

لان عندنا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم حي  
يحيى ويعلم وتعرض  
عليه اعمال الامة و  
يبلى الصلوة والسلام  
عليه على ما بينا۔

ہمارے (اہل سنت) کے نزدیک  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔  
آپ کو جس اور علم حاصل ہے اور  
آپ پر امت کے اعمال پیشی کئے  
جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے  
کہ آپ کو امت کا درود و سلام پہنچا  
جاتا ہے۔

(شکایة اهل السنة في

رسائل القشيرية ص ۲۷)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

فاذا ثبت ان نبينا صلی  
 اللہ علیہ وسلم حی فالحی  
 لا بد ان یکون عالما او  
 جاہلا ولا یجوز ان  
 یکون النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم جاہلا۔

(ایضاً)

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہی  
 عقیدہ تمام اہل سنت کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور امت کے حالات و واقعات  
 سے واقف اور عالم ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہے (جیسا کہ آجکل کے نجدی وغیرہ  
 کہتے ہیں) وہ خود جاہل و گمراہ اور بدعتی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

وعندہم محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم حی فی قبرہ۔  
 اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد صلی  
 اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں  
 (ایضاً)

حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں :

ای لانہ حی یرزق فی علو  
 درجاتہ و رفعة حالته۔  
 یعنی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں  
 ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ بلند درجوں  
 میں اور عظیم بلند حالت میں  
 (شرح شفا: ۳۹۶: ۳۹۷ حاشیہ نسیم  
 الرياض وطبع بیرون ۲: ۷۰)

علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں :

قال ابو عبد الله و قال شيخنا  
احمد بن عمرو: الذي يريم  
هذا الاشكال ان شاء الله  
تعالى: ان الموت ليس بعدم  
محض وانما هو انتقال من  
حال الى حال و يدل على ذلك  
ان الشهداء بعد قتلهم و  
موتهم احياء عند ربهم  
يرزقون فرحين مستبشرين  
وهذه صفة الاحياء في الدنيا  
و اذا كان هذا في الشهداء  
كان الانبياء بذلك احق  
و اولي مع انه قد صح عن  
النبي صلى الله عليه وسلم:  
ان الارض لا تاكل اجساد  
الانبياء ..... وقد اخبر به  
بانه ما من مسلم يسلم على  
الارد الله عليه روحه حتى  
يرد عليه السلام - الى غير  
ذلك مما يحصل من جملته  
القطع بان موت الانبياء انما

ابو عبد الله نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد  
بن عمرو نے کہا جس سے یہ اشکال رفع  
ہو جاتا ہے موت عدم محض کا نام نہیں  
بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت  
میں منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر  
دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہونے اور  
انتقال کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ  
ہیں رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہیں  
اور بشارتیں میتے ہیں اور دنیا میں  
زندوں کی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب  
شہد اکایہ حال ہے تو پھر انبیاء بدرجہ  
اولیٰ اس کے حق دار ہیں اور تحقیق نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث  
میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام  
کو نہیں کھاتی اور آپ نے فرمایا کہ جو  
کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ  
تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف  
لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ آپ اس کے سلام کا  
جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ اور اس  
جیسی دیگر احادیث سے یہ قطعی طور پر علم  
حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی وفات کا معنی

هو راجح الى ان غيبوا عنا  
بحيث لا ندرکهم و ان  
كانوا موجودين احياء و  
ذلك كالحال في الملائكة  
فانهم احياء موجودين  
ولا نراهم -

فانهم احياء موجودين  
ولا نراهم -

(کتاب الروح ص ۵۷، ۵۸)

توزندہ ہے واللہ تو زندہ واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن القیم و لامیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مستلم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس  
طرح حیاۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر و موجود ہونے کی تصریح  
بھی فرما رہے ہیں (فافہم و تدبیر)

حضرت شیخ تاج الدین فاکھانی مالکی فرماتے ہیں :

لوخذ من هذا الحديث ان  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم حي على الدوام -

اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے  
لیے زندہ ہیں -

(المحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۵۱)

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی :

ولا يمنع روية ذاته الشرفية  
بجسده و روحه و ذلك لانه  
صلى الله عليه وسلم و سائر

اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح  
اور جسد اقدس سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء

الانبیاء - احیاء روت علیہم  
 ارواحہم بعد ما قبضوا۔  
 (الحادی للفتاویٰ ۲: ۲۶۳)

کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان  
 کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس  
 ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

حضرت الشیخ علی بن یوسف الدجوی مصری فرماتے ہیں:

ان الانبیاء وکثیرا من  
 صالحی المسلمین الذین  
 لیسوا بشهداء کاکابر  
 الصحابة افضل من الشهداء  
 بلاشک، فاذا ثبتت الحیاة  
 للشهداء فثبوتها لمن هو  
 افضل منهم اولی علی ان  
 حیاة الانبیاء مصرح بها  
 فی الاحادیث الصحیحة۔

بے شک انبیاء کرام اور بہت سارے  
 صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے  
 نہیں جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں وہ  
 شہداء سے بالیقین افضل ہیں تو جب  
 شہداء کے لیے حیات ثابت ہے تو جو ان  
 سے افضل ہیں ان کے لیے تو بدرجہ اولیٰ  
 حیات ثابت ہونی چاہیے اور پھر حیات  
 انبیاء میں تو صراحت کے ساتھ صحیح  
 احادیث مروی ہیں۔

(مقالات العلامة الدجوی فی  
 الرد علی التیمیین بحوالہ التوسل  
 بالنبی وبالصالحین ص ۲۷۷  
 للعلامة لابی حامد بن مرزوق  
 مصری مطبوعہ ترکی ۱۹۸۲ء)

حضرت علامہ ابی حامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حیاة الانبیاء فاعلی  
 واکمل واتم من الجمیع

اور حیاة الانبیاء تو وہ سب (شہداء  
 اولیاء و مسلمین) سے اعلیٰ اور اکمل ہے



لانها للروح والجسم على  
الردوام على ما كان في الدنيا  
على ما تقدم عن جماعة  
من العلماء -

کیونکہ ان کی روح و جسد ہمیشہ اسی طرح  
ہے جیسے کہ دنیا میں تھا جیسا کہ علماء کی  
ایک جماعت کا موقف پہلے گزر چکا ہے -

التوسل بالنبي وبالصالحين<sup>۲۱۳</sup>

حضرت علامہ جمیل آفندی الزحادی فرماتے ہیں :

على انهم احياء في قبورهم  
والفجر الصادق في الرد على منكري  
التوسل والكرامات والخوارق<sup>۲۱۴</sup>

کہ حضرات انبیاء و کرام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں -

ترکی ۱۹۷۷ء

حضرت محمد احمد الشوبری الشافعی (۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں :

وكرامات الاولياء لا تنقطع  
بموتهم اما الانبياء فلا تنقطع  
احياء في قبورهم يصلون  
ويحجون بما وردت به  
الاخبار وتكون الاغاثة منهم  
معجزة لهم والشهداء  
احياء عند ربهم ايضا  
رفتوى في كرامات اولياء ص<sup>۲۱۵</sup> للشيخ  
الشوبري ملحق الدرر السنية مطبوعة

اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے  
ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بہر حال  
انبیاء و کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں  
نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا  
کہ احادیث اس سلسلہ میں وارد ہیں اور  
ان کے سامنے استغاثہ پیش کرنا ان کا  
معمزہ ہے اور شہداء بھی اپنے رب کے  
پاس زندہ ہیں -

ترکی ۱۹۸۱ء نقل عنہ شیخ البہانی فی الشواہد ص ۱۱۸

شیخ احمد بن شہاب الدین احمد بن محمد اسماعیلی الشافعی م ۱۱۹۷ فرماتے ہیں:

رہم علیہم الصلاة والسلام اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی  
احیاء فی قبورہم بلا خلاف قبروں میں زندہ ہی اور اس میں کسی  
درسانہ فی اثبات کلمات مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔

الاولیاء للشیخ السجاسی

مطبوعہ ترکی ۱۹۸۱ م لیسٹو الدرر السنۃ

سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون علی ان صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی  
ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ قبرہ  
وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

قبرہ ۱۷ علم زائرہ -

رکشف الارقیاب فی اتباع محمد

بن عبدالوہاب ص ۲۶۱

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:  
دلت الآیات والاحبار علی حیاتهم بعد الموت.

آیات و احادیث انبیاء کی حیاة بعد الوفاة پر دلالت کرتی ہیں۔

(ص ۲۳۸)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم فرماتے ہیں:

الانبیاء والاولیاء یرسلون فی قبورہم کما یرسلون فی بیوتہم۔

انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح

نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے گھروں میں

رسر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابوار ص ۱۱۰

الشیخ عبد الکریم محمد المدرس البغدادی فرماتے ہیں :

فقد ثبت ان الانبياء احياء  
تحقیق یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام  
فی قبورهم و ان الارض لا تأکل  
علیہم الصلوة والسلام اپنی قبور میں زندہ  
اجسادہم۔  
ہیں اور زمین ان کے اجسام ظاہرہ کو  
نور الاسلام لمن اراد الفوز بالمقام  
نہیں کھا سکتی۔

۲۲۶ مطبوعہ ترکی

مولانا ابو مہمونہ الکرالی فرماتے ہیں :

و بحیاة الانبياء اجزم فی  
اور حیاة الانبیاء فی القبر یہ ضرور ثابت ہے  
القبر۔ لهم تصرف الی یوم  
اور ان کو قیامت تک تصرف حاصل ہے  
المشرق فی خبر المعراج والاسراء  
اور معراج و اسرار کی حدیث میں حضرت  
لقاء النبی موسی بالانبياء  
موسیٰ اور انبیاء کرام کی ملاقات کا ذکر  
و التحذیر الابداع عن تحبیر  
اسی پر دلالت کرتا ہے۔  
الابتداء صلا ملحق سبیل النجاة

ترکی (۶۱۹۸۹)

مولانا سعید الرحمن التیرابی فرماتے ہیں :

يجوز التوسل بالنبي صلى الله  
جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
علیه وسلم كذلك يجوز بغیر  
توسل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منورہ  
النبي صلى الله عليه وسلم  
سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
والافليس النبي صلى الله  
وسلم حقيقة میں مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ  
علیه وسلم بميت في الحقيقة  
ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

بل هو حي يرزق۔

راجل المتين في اتباع السلف الصالحين ص ۱۸۷

حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبد اللہ تورپشتی م ۱۳۱۳ھ فرماتے ہیں:

واذا ان جلد آنت کہ بدانکہ زمین

کالبد ویرا نخورد و بوسیدہ نہ شد

و چون زمین از دے شکافہ شود۔

کالبد دے بحال خود باشد و حشر دی

و دیگر انبیاء جنیں باشد حدیث درست

است کہ (ان اللہ حرم علی

الارض ان تاكل اجساد الانبیاء

احیاء فی قبورهم یصلون)

اول ہم پیغمبر ماصلی اللہ علیہ وسلم برتیزد

از قبر مبارک آنچه یاد کرده شد استن

اس ہم تا تعظیم و توقیر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کہ حق تعالیٰ بر ما فرض کرده است

(المعتد فی المعتقد ص ۱۸ طبع استنبول

(۱۹۹۱)

اور ان دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ

یہ بھی جاننا چاہیے کہ آپ کے جسم مبارک

کو زمین نہیں کھا سکتی اور نہ ہی وہ

بوسیدہ ہوگا۔ اور جب زمین شق ہوگی

تو آپ کا جسدِ اقدس اپنی اصلی حالت

میں محفوظ ہوگا اور اسی وجود مبارک

کے ساتھ آپ اور دیگر انبیاء کرام کا حشر

ہوگا اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام حرام

کر دیے ہیں انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں

اور نمازیں پڑھتے ہیں اور تمام کائنات سے

پہلے قبر سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

اٹھیں گے۔ اس کو یاد کر لو اور جان لو کہ

یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اللہ جل مجدہ نے

ہم پر فرض فرمادی ہے۔

حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذكورة بعد فيما

سبق المراد منها كلها اثبات

الحياة في القبر لضرب من

اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گزرا

اس تمام سے انبیاء کرام عظیم اسلام کی حیات

فی القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس

التأویل والمراد بتلك الحياة  
نوع من الحياة غير معقول  
لنا وهي فوق حياة الشهداء  
بكثير وحياة نبينا صلى الله  
عليه وسلم اكمل و اتم من  
حياة سائرهم عليهم السلام

(روح المعاني پارہ ۲۲، ۱۲: ۳۸)

حضرت علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں :

وقال الداؤدی ای لا يموت  
في قبرة مودة اخر كما قيل  
في الكافر والمنافق به ان  
ترد اليه روحه ثم قبض  
رعمدة القاري شرح البخاري

اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر میں دوسری  
موت نہیں ہے جیسا کہ کافر اور منافق  
کے حق میں کہا گیا ہے کہ ان کو روح لوٹ  
کر پھر قبض کر لی جاتی ہے ۔

۷۲: ۱۸ کتاب المغازی

آپ مزید فرماتے ہیں :

واراد الموتین الموت في الدنيا  
والموت في القبر وهي الموتان  
المعروفتان المشهورتان فلذلك  
ذكرهما بالتعريف وهما الموتان  
الواقعتان لكل احد غير الانبياء  
عليهم الصلاة والسلام فانهم

اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس  
دنیا میں موت اور دوسری قبر میں ۔ اور  
دونوں موتیں معروف و مشہور ہیں ۔  
اور یہ دونوں موتیں سوائے انبیاء کرام  
علیہم السلام کے سب کے لیے ثابت ہیں  
اور انبیاء کرام کے لیے وہ موت نہیں

لا يموتون في قبورهم بل هم  
احياء۔

رعمدة القاري شرح صحيح البخاري

۱۸۵: ۱۴ باب فضائل صدیق اکبر

حضرت امام محمد بن الحسن بن فورک فرماتے ہیں:

ان نبينا صلى الله عليه وسلم  
حي في قبره رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ابدالآباد  
على الحقيقة لا الهماز وانه  
كان نبياً و آدم بين الماء  
والطين۔

بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
قبر میں زندہ ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔  
ابد الآباد تک حقیقی طور پر نہ کہ مجازی  
طور پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت  
بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی  
کے درمیان تھے (دوران تخلیق تھے)

طبقات الشافعية الكبرى ۳: ۵۲

(طبعم بیروت)

حضرت علامہ امام تاج الدین اسبکی الشافعی فرماتے ہیں:

ومن عقائدنا ان الانبياء  
عليهم السلام احياء في  
قبورهم فإين الموت رو  
عندهم محمد صلى الله  
عليه وسلم حي في قبره

یہ ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے  
کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی  
قبور میں زندہ ہیں تو پھر ان کے لیے  
موت کہاں ہے؟

(طبقات الشافعية ۲: ۲۶۶)

علامہ تاج السبکی مزید فرماتے ہیں :

لان عندنا محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم حی یحیی و  
 یعلم و تعرض علیہ اعمال  
 الامة و يبلغ الصلوة و  
 السلام ما بیننا -  
 (طبقات الشافعیہ ۲/۲۸۲)

کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم زندہ ہیں، حس رکھتے ہیں اور  
 امت کے حالات، جانتے ہیں اور  
 صلاۃ و سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے  
 اور آپ پر امت کے اعمال پیش کیے  
 جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

### اشاعرہ کا مسلک

وعندهم محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم حی فی قبرہ  
 حضرت علامہ ابن السبکی مزید فرماتے ہیں :

اور ان (اشاعرہ) کے نزدیک حضرت  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

اور یہ دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں  
 کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
 میں زندہ ہیں۔

(ایضاً ۲/۲۸۰)

حضرت علامہ امام عبدالروق المناوی المصری فرماتے ہیں :

الانبياء احياء في قبورهم  
 يصلون، لانهم كالشهداء  
 بل افضل و الشهداء احياء  
 عند ربهم و فائدة التقييد  
 بالعندينه الاشارة ان  
 حياتهم ليست بظاهرة

انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور  
 میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔  
 کیونکہ وہ شہداء کی طرح بلکہ ان سے  
 بہت افضل ہیں اور شہداء اپنے رب  
 کے نزدیک زندہ ہیں اور یہاں عند  
 ربہم کی تقييد کا یہ فائدہ ہے کہ

عندنا وهما كالملائكة وكذا  
الانبياء ولهذا كانت الانبياء  
لا تورث -  
رفيض القدير شرح الجامع الصغير  
۲: ۱۸۴ بیروت ۱۹۷۲ء

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان  
شہداء کی زندگی ہمارے پاس ظاہر  
نہیں ہے اور وہ شہداء ملائکہ کی طرح  
ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء کرام دیکھتے  
فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں  
آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔ اسی لیے  
انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں :  
والانبياء احياء في قبورهم  
ليصلون (فيض القدير ۳: ۲۰۰)

اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور  
میں نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :  
ان حياته صلى الله عليه  
وسلم في القبر لا يعقبها  
موت بل يستمر حيا و  
الانبياء احياء في قبورهم  
فتح الباری ۴: ۲۱۰ باب  
فضائل صدیق اکبر بیروت  
۱۹۸۸ء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر میں السی  
ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی۔  
بلکہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ کیونکہ حضرات  
انبیاء کرام اپنے مزارات مقدسہ میں  
زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی فرماتے ہیں :  
وفيه ان يقتضى ان الانبياء  
عليهم الصلاة والسلام  
اور اس میں اس طرف اشارہ ہے جو  
کہ مقتضی ہے اس طرف کہ انبیاء کرام



یفزعون لانهم احياء۔  
 (السيرة الحلبية : ۳ : ۳۰۴)

علیہم الصلاة والسلام بیدار ہوں  
 گے کیونکہ وہ (اپنی قبور میں) زندہ ہیں

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :

یدل علی ان الانسان یحیا  
 بعد الموت وكذلك قوله  
 علیه الصلوة والسلام :  
 انبیاء الله لا یموتون ولكن  
 ینقلون من دار الی دار۔

یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت  
 کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد : انبیاء  
 اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے  
 دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر ۲۱ : ۲۱)

حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں :

فان الرسالة لا تنقطع بالموت  
 بل وكذا الولاية وجميع  
 المكارم الدينية كيف والانبیاء  
 احياء فی قبورهم۔

بے شک رسالت موت کیساتھ منقطع  
 نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح ولایت  
 اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتی  
 تو نبوت کیے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ  
 حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و  
 السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(عمدة الرعاية فی حل شرح

الوقایة ۲ : ۳۰۷ کتاب الجہاد)

حضرت شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری م - ۹۳۲ فرماتے ہیں :

وونعمت در عالم بالفعل موجود است  
 کہ فوق جمیع نعمت ہاست و لیکن  
 مردم قدر ان نعمت را نمی شناسند  
 و بدان پے پئی پرند و از تحصیل آنها

و نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود  
 ہیں جو کہ تمام نعمتوں سے بلند اور افضل  
 ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت  
 نہیں جانتے اور ان سے فہمیں حاصل

غافلند کی آنکہ وجود مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصفت حیاة در مدینہ موجود است و مردم این سعادت را در نمی یابند و دیگر قرآن مجید کہ کلام پروردگار است (اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۱۵)

کرنے سے غافل ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک جو کہ حیاة تامہ کی صفت کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری نعمت قرآن کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔

حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں :

لانه حی فی قبرہ و کذا سائر الانبیاء۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مژدہ فرماتے ہیں :

ان الانبیاء احياء ان حياتهم زائدة على حياة الشهداء وانها قد تعطى بعض احكام الدنيا - قال ابن حجر وقد صح ان الانبياء يحجون و يبنون فانها لهم ليست تكليفية بل تليذون بها۔

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیاة شہداء سے افضل ہیں اور ان پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور امام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور یہ ان کے لیے عبادت تکلیفیہ نہیں ہے بلکہ وہ اس لذت حاصل کرتے ہیں۔

القوائد الجلیلة البھیة (۲۳۶) دارالفکر باب فی مبراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في القبور  
حضرات انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
(سیر الاولیاء ص ۸۵ از میوخذ)  
اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

الانبياء يصلون في القبور  
انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے  
شہیدہ باشند و حضرت پیغمبر ما علیہ  
ہیں یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا اور حضرت نبی  
علی آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب حیا  
چوں بر قبر حضرت کلیم علی نبیاد علیہ  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزرتے  
الصلوٰۃ والسلام گذشتند و دیدند کہ  
تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کہ در قبر نمازی گذارد۔  
نماز پڑھ رہے تھے۔

دکوتات شریف دفتر دوم حصہ ششم مکتوب (۴۲)

حضرت امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی شافعی فرماتے ہیں: (م - ۸۷۸۶)

ويحصل ان يراد ان حياتك  
اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ  
في القبر لا يعقبها موت فلا  
عنه نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ  
تذوق مشقة الموت مرتين.  
وسلم کی قبر میں حیات ایسی ہے کہ موت  
ذکوب الدراری المعروف الکرمانی  
جس کا تعقب نہیں کرے گی۔ (موت  
شرم صحیح بخاری ۱۲: ۳۱۰ باب  
بدا الخلق حدیث ۳۳۳۳)  
نہیں آئے گی، اور آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں: (م - ۹۲۲ ھ)

ولا شك ان حياة الانبياء  
بلا شك حضرات انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ  
عليهم الصلوٰۃ والسلام ثابتة  
والسلام کی حیات (قبر میں) ثابت معلوم

معلومتہ مستمرہ و نبیتہ  
صلی اللہ علیہ وسلم افضلہم  
و اذا کان کذلک فینبغی ان  
تکون حیاتہ صلی اللہ علیہ  
وسلم اکمل و اتم من حیاتہ سائرہم

اور ہمیشہ رہنے والی حیا ہے اور ہمارے  
آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں  
تو جب آپ افضل ہیں تو چاہیے کہ آپ کی  
حیا فی القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور  
کمل حیا ہو۔

(المواہب اللدنیہ بالمنع المحمدیہ

( ۵۸۸/۲ ، ۵۸۷/۲

حضرت مولانا ابوالحسن حسن کاکوڑوی فرماتے ہیں :

"حیاتِ مستمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدلائل قویہ ثابت ہے۔ کوئی مسلمان اس  
سے انکار نہ کرے۔۔۔۔۔ اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیاتِ  
مستمرة حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی انبیاء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد  
چشیدن موت یکبارہ ثابت ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اور جو موت قرآن شریف میں  
ذکور ہے کہ انک میت و انہم میتون ؛ اور جس موت پر جماع  
منعقد ہوئی سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء ، شہداء اور مسلم و کافر  
کو ہوتی ہے پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے بہ حیاتِ مستمرہ زندہ  
کیے جلتے ہیں۔۔۔۔۔ واضح ہو کہ حیاتِ انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے  
اور حیاتِ شہداء سے افضل ہے۔

(تفزیح الاذکیانی احوال الانبیاء ۲ : ۳۳۱ ، ۳۳۲)

حضرت علامہ اسمعیل حقی فرماتے ہیں :

تعلق ارواحہم باجسامہم  
تصیر باجسادہم حیا کحیاتہا

ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام  
سے اسی طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام

فی الدنیا و تقصیرهم  
القدرۃ و الافعال الاختیار<sup>یہ</sup>  
کذا فی انسان العیون  
تفسیر روح البیان ۴ : ۷۸ (ترجمہ)  
(۳۷۳ : ۱۱)

حضرت علامہ حافظ ابو الفرج زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی (۷۹۵ھ)

دلان حیاة الانبیاء اکل  
من حیاة الشهداء بلا ریب  
فشلهم حکم الاحیاء -  
راحوال القبور و احوال اهلها  
کیونکہ حیات الانبیاء حیات شہداء  
سے اکل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں  
پس وہ زندوں کے حکم میں شامل  
ہیں۔

الی النشور ص ۱۲۵

حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری الشافعی

المعروف بہ ابن الصلاح فرماتے ہیں :

والانبیاء اُحیاء بعد انقلابهم  
الی الآخرة من الدنیا فلیحد<sup>یا</sup>  
المرء من ان یطلق لسانه  
فی نفی ذلك عنه الآن صلی  
الله علیه وسلم فانه من  
عظم المخطاء وقد كانت  
الکرامیة شخت بخراسان  
علی الاشعری بمثل هذا  
اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا  
سے آخرت کی طرف تشریف لے جانے  
کے بعد زندہ ہیں پس آدمی کو اس سے  
ڈرنا چاہیے کہ اپنی زبان سے آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی اب رسالت اور حیات کی  
نفی کرے کیونکہ یہ بہت بڑی اور عظیم  
خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے خراسان میں  
اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابو الحسن

فبین ابو محمد الجوبینی  
والقشیری وغیرہما  
برائتہ من ذلك۔  
افتاویٰ مسائل ابن الصلاح  
ظاہر وثابت فرمائی۔

۱: ۱۲۲، ۱۲۳ جامعہ کمال الدین

اسحق بن احمد بن عثمان المغربی

شیخ احمد بن محمد خیر شنیقلی مالکی المدنی فرماتے ہیں:

فہو صلی اللہ علیہ وسلم  
حی فی قبرہ الشریف یتصرف  
فی الکون باذن اللہ تعالیٰ  
کیف شاء۔  
پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف  
میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون  
(کائنات) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے  
ہیں۔

(المہند علی المہند ص ۱۱)

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:  
"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔  
آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں  
شہداء کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید  
کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لیے جس کے  
طفیل زندگی ملے وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔"

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ شہید کا ترکہ  
تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں لیکن  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں

کے لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔  
(منہج العقائد ص ۲۹ صفحہ ۵۰ رضا اکیڈمی لاہور)

حضرت امام علامہ ابی بکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر المراغی م ۸۱۶ھ ہجرت فرماتے ہیں:

وبهذا يعلم ان الحياة  
التي نثبتها للنبي صلي  
الله عليه وسلم زائدة على  
حياة الشهيد -  
اور اس سے علم ہوا کہ جو ہم نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کے لیے حیات ثابت کرتے  
ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی  
کامل ہے۔

وتحقيق النصف بتلخيص معالم

دار الهجرة ص ۱۲

امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

اما ما خلفه بقى على ما كان  
في حياته فكان ينفق البوكر  
منه على اهله وخدمه و  
كان يرى انه باق على ملك  
النبي صلي الله عليه وسلم  
فان الانبياء احياء وهذا  
يقضى اثبات الحياة في  
احكام النبي و ذلك زائد  
على حياة الشهيد -  
اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات  
میں آپ کے پاس تھا اس میں سے جو کچھ  
باقی بچا حضرت صدیق اکبر نے اس کو ان اہل  
بیت اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان  
کے نزدیک یہ میراث نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء  
کرام زندہ ہیں اور یہ بات ان کی حیات  
کا تقاضا کرتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے احکام میں اور یہ حیات  
شہید کی حیات سے زائد و اہلی ہے

ايضاً ص ۱۳

حضرت امام العزیز بن عبدالسلام فرماتے ہیں :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 حی اعمالہ فیہ مضاعفہ  
 اکثر من کل احد -  
 (فتاویٰ علامہ سبکی ۳۰۹/۱)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ  
 ہیں اور قبر میں ہر ایک سے ان کے  
 اعمال خیر بھی زیادہ ہیں۔



## نوع حیات میں اختلاف

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات فی القبور ہونے میں تو امت محمدیہ بالخصوص حضرات علماء اہل سنت میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس میں پوری امت کا اجماع ہے لیکن یہ کہ حیات فی القبور کی نوعیت کیسی ہے اس بارے میں علمائے اہل سنت و جماعت کے فقہاء و متکلمین اور دیگر حضرات کی اکثریت کے نزدیک تو یہ حیات حقیقی حسی و نیادی جیسی بلکہ کئی جہات سے اس سے بھی بلند و اعلیٰ و افضل حیات مبارکہ ہے۔

چنانچہ سرخیل اہل سنت علمائے اسلاف کے عقائد کے این برحق مجدد وقت حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ	فانہم صلوات اللہ تعالیٰ
وسلامہ علیہم حیات و ممات ہر حالت	علیہم طیبون طاہرون احياء
میں طیب و طاہر ہیں بلکہ ان کے لیے	و امواتا بل لا موت لهم الا
موت کا آنا محض تصدیق وعدہ الہیہ	انیا تصدقوا للوعد ثم هم
کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی	احياء ابدا بحياة حقيقة
دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ	دنیاویة روحانية جسمانية
ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	کما معتقد اهل السنة و
ہے اسی لیے کوئی ان کی وراثت کا	الجماعة ولذا لا يرثون و
حقدار نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں	يتمتع تزوج نساء هم صلوات
سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے۔	اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم
صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم	بخلاف الشہداء الذين نص
بخلاف شہداء کے کہ جن کے بارے	الكتاب العزيز انهم احياء و

نہی ان یقال لہم اموات۔ میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی کہ  
 (فتاویٰ رضویہ ۱: ۴۵۳) وہ زندہ ہیں اور ان کو مردہ کہنے  
 سے منع فرمایا ہے۔ (ان کی میراث  
 و ۳: ۲۰۳ تا ۲۰۷) یہ طبع جدید  
 رضا فاؤنڈیشن (لاہور) نکاح نہیں کر سکتی ہیں)

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت جماعت کا انبیاء کرام کی حیاة فی القبور کے  
 بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی ہے۔  
 حضرت امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حیاة الانبیاء فی القبر انبیاء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی  
 کحیاتہم فی الدنیا ولشہد طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ  
 لہ صلاة۔ موسیٰ فی قبرہ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے  
 فان الصلاة تستدعی کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے۔  
 جسد احیا۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۱۵۲/۲)

لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے دہائی حیاة الانبیاء کے منکر ہیں اور اگر قائل  
 ہیں تو صرف روحانی برزخی زندگی کے حقیقی جسمانی زندگی کے نہ صرف مخالف و منکر ہیں  
 بلکہ قائلین کو گمراہ و بدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیل و بابیہ  
 پاکستان مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا  
 بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ "یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے" لکھ کر آگے مولوی  
 صاحب کہتے ہیں: (مگر جو اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں  
 (تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۲۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہو گا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے یا کہ نہیں (انشاء اللہ تعالیٰ)  
اور اس کے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جمائی ہے۔

"انبیاء کی حیاتِ دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے"

اور اس سرخی کے نیچے لکھا ہے :

"ابن قیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاتِ دنیاوی اہل بدعت اور  
معطلہ کا مذہب ہے۔ قصیدہ نونیہ ص ۱۱۱ ملاحظہ فرمائیں۔"

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدید مساعی ص ۲۹۲)

تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟  
حضرت امام تقی الدین علی البکی فرماتے ہیں :

اور بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام	واما حياة الانبياء اعلیٰ و
کی حیات تمام سے اعلیٰ اکمل اور اتم ہے	اکمل و اتم من الجميع لانها
کیونکہ ان کی حیاتِ جسم اور روح دونوں	للروح والجسد علی الدوام
کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ	علی ما کان فی الدنیا علی ما
دنیا میں تھی۔	تقدم عن جماعت من العلماء

(انشاء السقام ۲۰۶)

اور حضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین البکی سے ہی نقل فرماتے ہیں :

اور انبیاء کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی	وحياة الانبياء فی القبر کما تم
سی زندگی کی طرح ہے اور اس کی دلیل	فی الدنیا و یشهد له صلاة
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز	موسیٰ فی قبره فان الصلاة
پڑھتا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی	تستدعی جسداً حياً وكذلك
ہے اور اسی طرح شبِ معراج میں انبیاء	الصفات المذكورة فی الانبياء

کرام کی صفات جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائیں وہ تمام کی تمام بدنی صفات ہیں (نہ کہ صرف روح کی کہ حیات صرف روحانی ہو)

لیلة الاسراء كلها صفات  
الاجسام -  
(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۲: ۲)

حضرت امام نور الدین علی بن احمد السمهودی ۲ - ۹۱۱ھ فرماتے ہیں -  
واما ادلة حياة الانبياء  
فمقتضاها حياة الابدان  
لحالة الدنيا والاستغناء  
عن الغذاء ومع قوت  
النفوذ في العالم وقد اوضحنا  
المسألة في كتابنا المسعى  
بالوفا لما يجب لحضرة المصطفى  
صلى الله عليه وسلم  
(وفاء الوفا باخبار دار المصطفى  
۱۳۵۵: ۴)

اور انبیاء کرام کی حیات کے دلائل  
اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی حیات  
ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں ان  
کی حالت تھی اس کے ساتھ ساتھ غذائے  
مستغنی ہونے کے باوجود اور دنیا  
و عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ -  
اور اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب  
"الوفا لما يجب لحضرة المصطفى"  
میں کر دی ہے۔

حضرت علامہ بدر الدین زکریا فرماتے ہیں :

له صلى الله عليه وسلم في آن  
واحد من اقطار نواح متباعدة  
مع ان رويته صلى الله عليه  
وسلم حق وهو حي في قبرة  
يصلى فيه باذان واقامة  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آن میں مختلف  
اقطار میں موجود ہونا اور آپ کی زیارت  
حق ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور  
اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے  
ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج میں

بانه صلى الله عليه وسلم سراج  
لما قال الله تعالى ومراجا  
منيرا۔

(زرقانی علی الواهب ۵: ۳۹۵)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فمن المعتقد المعتمد انه  
صلى الله عليه وسلم حي في  
قبره كسائر الانبياء في  
قبورهم وهم احياء عند  
ربهم وان لارواحهم تعلقا  
بالعالم العلوي والسفلي كما  
كانوا في حالة الدنيا فانهم  
يجسب القلب عرشيون و  
باعتبار القلب فرشيون۔  
شرح الشفاء طبع بيروت  
۲: ۱۲۲ دها مش على نسيم

اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ  
ہیں جیسا کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں اور ان کی ارواح کا تعلق عالم  
علوی و سفلی کے ساتھ اسی طرح ہے جیسا  
کہ حالت دنیاوی میں تھا پس وہ قلب  
کے لحاظ سے عرشی ہیں اور قالب (جسد)  
کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

(الرياض ۳: ۲۹۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :

بدانکہ حیات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ  
علیہم جمعین متفق علیہ است میان  
علماء ملت و بیچ کس را خلاف نیست  
جاننا چاہیے کہ جملہ حضرات انبیاء کرام  
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات علماء ملت  
کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں کسی

در آں کہ آں کامل تر و قوی تر از جو  
 حیات شہداء و مقاملین فی سبیل اللہ  
 است کہ آں معنوی و اخروی است  
 عند اللہ و حیات انبیاء حسی دنیاوی  
 است و احادیث و آثار در ان واقع  
 شدہ -  
 اور دنیاوی ہے اور اسی میں احادیث

(مدارج النبوه باب حياة الانبياء ۲: ۲۴۷) و آثار موجود ہیں۔

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام  
 کی حیات دنیاوی حقیقی ہونے میں علماء امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں  
 کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے تو پتہ یہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی دنیاوی  
 میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکرین حیات الانبیاء  
 آپ کے بعد پیدا ہوئے۔

دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید وضاحت فرماتے ہوئے  
 لکھتے ہیں :

با چندین اختلافات و کثرت مذاہب  
 کہ در علمائے امت است یک کس را  
 دریں مسئلہ خلافت نیست کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات یے  
 شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی  
 است و بر اعمال است حاضر و ناظر  
 (کتب شریف بر شاہ اخبار الانبیاء ص ۱۵۵)  
 با وجود اس بات کے کہ امت کے علماء  
 میں (کئی مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت  
 سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس  
 مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف  
 نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
 حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں۔  
 اور امت (احوال) اعمال پر حاضر و ناظر

ہیں۔ اس میں نہ تو مجاز کا ثابہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی وسیع النظری وسعت مطالعہ اہلسنت کے مخالفین (مولوی سرفراز گلکھڑوی وغیرہ) کو بھی تسلیم ہے وہ باوجود اپنے وسیع علم و نظر اور وسیع مطالعہ کے یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانے تک نہ تو کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی کا منکر ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر ہے اور یہ دونوں عقیدے بغیر ثابہ مجاز وہم تاویل کے ہیں۔ ان عبارات سے روڑ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور حاضر و ناظر کے منکرین (دہابیہ، دیابیتہ) گیارہویں صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہیں اور انگریز کا لگایا ہوا پودا ہیں کیونکہ حضرت شیخ صاحب گیارہویں صدی ہجری کے بطل جلیل اور مجدد ہیں۔ اور یقیناً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا کیونکہ آپ کے دور تک ابن تیمیہ کا فتنہ تقریباً ختم ہو چکا تھا اور شیطان کا سینک ابھی تک نجد سے نمودار نہیں ہوا تھا۔

حضرت شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م - ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں :

دقول مختار و مقرر جمہور ہمیں است	جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور
کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام	مختار قول یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ
بعد از اذات موت زندہ اند بجا	والسلام موت چکھنے کے ساتھ زندہ ہیں!

ذیوی۔

(تیسرے القاری شرح صحیح بخاری ۳: ۲۶۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس حیات پر علماء کی اکثریت ہے وہ حیات حقیقی جسمانی اور دنیاوی حیات کے مثل ہے نہ کہ صرف روحانی اور جن علماء نے اس کو برزخی زندگی کیساتھ

تعبیر کیا ہے تو وہ صرف مکان کے لحاظ سے ہے کہ وہ اب برزخ میں ہیں اس لحاظ سے وہ ہیں تو برزخ میں لیکن زندگی بہر حال حقیقی اور جسمانی ہے۔

حضرت شیخ احمد حسینی فرماتے ہیں :

آل حیات دنیویم خمیر از بہر شہماست

بعد نعلم آن وقائم خمیر از بہر شہماست

(تحفہ احمدیہ المسمیٰ بہ نجوم الشہا بید رجوم للوہابیہ مطبوعہ لاہور ۱۲۸۵ھ)

حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں :

زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ کسی کو اس

میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔

(مظاہر حق ۱: ۲۲۵)

مندرجہ بالا حضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں بحیاء حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر مکی (م - ۹۷۳) فرماتے ہیں :

واما ادلة حياة الانبياء اور حیات الانبیاء کے دلائل متقاضی

فمقتضاءها حياة الابدان ہیں کہ وہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا

كحالة الدنيا مع الاستغناء کہ دنیا میں تھی۔ لیکن غذا وغیرہ سے مستغنی

عن الغذاء۔ ہو۔

(المجول المنظم فی زیارة القبر

الشریف لنبوی المکرم المعظمؐ)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :



الظاہر من الأدلۃ ان حیاء  
 الشہداء اقوی من حیاء  
 الاولیاء للنص علیہا فی  
 القرآن الکریم ودون حیاء  
 الانبیاء لانہم بہا اولی و  
 اخری والتفاوت فیہا  
 بمعنی التفاوت فی ثمراتہا  
 غیر بعید فتاملہ وقد  
 نظر بعض ائمتنا الی ان  
 حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 امتازت بانہا لغتفی اثباتہا  
 حتی فی بعض احکام الدنیا  
 (الجوہر المنظم ص ۲۲)

ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی  
 زندگی اولیاء کی زندگی سے زیادہ قوی  
 ہے کیونکہ ان کی زندگی کے بارے میں  
 قرآن کریم میں نص وارد ہے اور  
 انبیاء کی زندگی ان سے ادلی اور  
 دوسری قسم کی ہے اور مختلف ہے  
 اور یہ اختلاف حیاء کے ثمرات میں  
 سے بعید نہیں ہے اور ہمارے بعض  
 ائمہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی حیات ممتاز ہے کیونکہ یہ حیات  
 اثبات کا تقاضا کرتی ہے حتیٰ کہ اس  
 پر بعض دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے  
 ہیں۔

مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی فرماتے ہیں :

"گویا حیات دیگر اہل حیات انبیا جہیز اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ احکام دنیوی  
 اس پر مرتب نہیں ہوتے بخلاف حیات انبیاء علیہم السلام کہ احکام دنیویہ کا مرتب  
 اس پر ہوتا ہے۔"

(تفریح الاذکیا ۲ : ۳۲۲)

حضرت علامہ شہاب الدین محمود الاکوسی فرماتے ہیں :

ثم ان تلك الحيات في القبر  
 وان كان يترب عليها  
 بعض يترب على الحياة

اور پھر یہ جو قبر کی زندگی ہے اس پر  
 مصروف دنیاوی زندگی کے بعض  
 احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے نماز

فی الدنیا المعروفة لنا من  
الصلوة والاذان والاقامة  
ورد السلام المسموع و  
نحو ذلك -

آذان ، اقامت اور سلام کو سن کر  
اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری  
اشیاء۔

(روح المعانی ۲۲: ۳۸)

قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبدالرحمن حنفی فرماتے ہیں:

ورد فی کثیر من الاحادیث  
الصحيحة الصريحة بانهم  
احياء في قبورهم مشغولون  
بعبادة ربهم يصلون  
و يصومون ويحجون و  
يلبون و ان حياتهم حية  
كحيوتهم في الدنيا الا انهم  
مختلفون من البصائر الانتقائهم  
من عالم شهادة الى عالم  
الغيب كاختفاء الملائكة  
الكرام الكاتبين وغيرهم  
قطب الارشاد ص ۲۴۶

اور بے شمار احادیث الصحیحہ الصریحہ  
میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام  
علیہم الصلوٰۃ و السلام اپنی قبور میں  
زندہ ہیں۔ اپنے رب کی عبادت میں  
مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزہ  
رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تلبیہ  
کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے  
جیسی کہ دنیا میں تھی سوائے اس  
ہکے کہ وہ ہماری آنکھوں سے لائیکہ  
کرانا کاتبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں  
کیونکہ وہ اس جہان شہادت سے  
جہان غائب کی طرف تشریف لے جا

چکے ہیں۔

اب مولوی اسماعیل سلفی بلکہ اس کے حواری یہ بتائیں کہ مذکورہ بالا شخصیات اہل سنت  
ہیں یا نہیں؟ اور ان کی کتابوں میں حیات جسمانی دنیوی کی صراحت ہے یا کہ نہیں اور

جہاں تک ابن القیم کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ابن القیم کا اپنا کلام اس سلسلے میں متضاد ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذر کتاب الروح میں تو نیاتاً جسمانی دنیوی کا قائل نظر آتا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں اس کا منکر۔ جو شخص خود کسی مسئلہ پر مطمئن نہ ہو اس کے کسی غیر معروف اور امت کے علماء کے خلاف قول پر عقیدہ رکھنا اور اس کو بطور دلیل علمائے امت کے خلاف پیش کرنا کہاں کی دیانت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ کتاب الروح " میں کیا نقل کیا ہے۔

ان الموت لیس بعد محض  
وانما هو انتقال من حال  
الی حال ویدل علی ذلک  
ان الشهداء بعد قتلهم  
و موتهم احياء عند ربهم  
یرزقون فرحين مستبشرين  
وهذه صفة الاحياء فی  
الدنیا و اذا کان هذا فی  
الشهداء کان الانبیاء  
بذلک احق و اولی مع  
انه قد صح عن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم  
ان الارض لا تاکل اجساد  
الانبیاء۔  
کتاب الروح ص ۵۷

بے شک موت عدم محض نہیں ہے۔  
بلکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال  
کی طرف انتقال کرنا ہے اور اس پر  
یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ شہداء و قتل  
اور موت کے بعد اپنے رب کے  
پاس زندہ ہیں وہ رزق دیے جاتے  
ہیں۔ خوش ہیں اور خوشخبریاں دیتے  
ہیں اور یہ ہی صفت دنیا میں زندہ  
لوگوں کی ہے۔ جب یہ رد دنیوی  
صفات (شہداء کو حاصل ہیں تو انبیاء  
تو اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اولی  
ہیں۔ اس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت  
ہے کہ بے شک زمین انبیاء کرام کے  
اجساد کو نہیں کھاتی۔

تو جب ابن قیم خود اس چیز کا قائل ہے تو پھر دیگر حضرات پر اعتراض کیوں کر کیا ہے؟ اور اگر ابن قیم کو اس حیات کے منکرین میں شامل کر لیا جائے جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی نے کہا ہے تو پھر بھی ابن قیم کی حضرت علامہ امام تقی الدین سبکی کے سامنے کیا حیثیت ہے جو کہ حیاتِ دنیوی کے بڑے زور و شور سے قائل ہیں۔ کہاں امام تقی الدین سبکی اور کہاں ابن قیم۔

امام سبکی کا مقام کیا ہے؟

اس بارے میں امام ذہبی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ وہ اس فاضل یگانہ روزگار شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

علی بن عبد الکافی السبکی:  
 وكان صادقاً مثبِتاً خيراً  
 دیناً متواضعاً حَسَنَ  
 السمْت من أوعية العلم  
 یدری الفقه و یقرره و  
 علم الحدیث و یحدّده و  
 الاصول و یقرئها و  
 العربیة و یحققها ثم  
 قرأ بالروایات علی تقی الدین  
 الصائغ و صنف التصانیف  
 المتقنة - و قد بقی فی زمانه  
 الملحوظ الیه بالتحقیق و  
 الفضل -

اور آپ سچے۔ چھان بین کرنے والے  
 بہت بہتر۔ دین والے۔ متواضع اور  
 اچھے ارادے والے آپ علوم کے برتنوں  
 میں سے ایک برتن تھے۔ فقہ جانتے اور  
 اسکی تقریر کرتے تھے اور علم حدیث  
 جانتے اور اسکی تحریر کرتے تھے اور آپ  
 اصول جانتے اور پڑھاتے تھے عربی  
 جانتے اور اسکی تحقیق کرتے تھے۔ پھر  
 روایات کو تقی الدین الصائغ سے پڑھا  
 اور بہت پائدار کتابیں تصنیف کیں  
 اور اپنے زمانہ میں تحقیق و فضل  
 کے لحاظ سے منظور نظر تھے۔

المعجم المختص بالمعدین للذہبی ص ۱۶۶

اور دوسری جگہ یہی امام ذہبی فرماتے ہیں :

وكان تام العقل متين  
الديانتہ مرضى الاخلاق  
طويل الباع في المناظرة  
قوى المواد جزل الراى  
مليح التصنيف -  
که وہ مکمل عقل کے مالک متین الدین  
اچھے اخلاق والے فن مناظرہ میں درک  
کامل رکھنے والے بہت سارے قوی  
مواد والے اچھی رائے اور بہترین تصانیف  
والے شخص تھے ۔

(معجم الشيوخ الكبرى ص ۴۳)

حضرت علامہ امام جلال الدین السيوطی فرماتے ہیں :

وكان محققاً مدققاً نظاراً  
جدلياً بارعاً في العلوم له في  
الفقه وغيره الاستنباطات  
المجيلة والدقائق اللطيفة  
والقواعد المحررة التي لم  
يسبق اليها وكان مصنفاً  
في البحث -  
که آپ (سبکی) محقق مدقق بہترین  
مناظر اور علوم میں کامل دسترس رکھنے  
والے اور فقہ میں ان کی جلیل القدر  
تالیفات اور دقائق لطیفہ ہیں اور  
بہترین قواعد لکھے ہیں کہ ان سے پہلے  
ایسے دقائق کسی نے نہ لکھے اور بحث  
و مناظرہ میں صاحب انصاف تھے۔

(بنية الوعاة في طبقات اللغويين)

المنهاة ۲: ۱۷۷ للسيوطي)

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں :

وليس بعد المزي والذهبي  
احفظ منه -  
اور امام مزی اور ذہبی کے بعد کوئی  
بھی امام سبکی سے زیادہ حافظہ والا نہیں  
ہے ۔

(ذيل طبقات الحفاظ ۳۵۳ للسيوطي)

حضرت امام بسکی کی شان رفیع کے جلوے اگر مزید دیکھنے ہوں تو ملاحظہ فرمائیں :  
ذیل تذکرۃ الحفاظ للذہبی للمحافظ ابی المحاسن الحسنی الدمشقی ص ۲۹

تاصلاً - ذیل العبر للحسنی ص ۴ : ۱۶۸ - الوفيات لابن رافع ص ۲ : ۱۸۵-۱۸۷ -  
الدرر الكامنة لابن حجر عسقلانی ص ۲ : ۱۳۴ - طبقات الشافعية الكبرى  
للتاج الدين السبكي جلد ۶ - النجوم الزاهرة لابن تغري بردی ص ۱ : ۳۱۹ -  
طبقات الشافعية لابن قاضي شہبہ ص ۳ : ۵۳ تا ۵۴ -

تو اب ان کے مقابلہ میں ابن القیم کے بارے میں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ  
کیا کسی بھی مسئلہ میں ابن القیم امام تقی الدین بسکی کے ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ اور کیا ابن القیم  
کے قول سے علامہ بسکی و دیگر حضرات محدثین کے اقوال رد کئے جا سکتے ہیں جیسا کہ  
مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے کہا ہے :

امام ذہبی فرماتے ہیں :

وكان يشتغل في الفقه  
ويجيد تقريرها وفي النحو  
و يدريه و في الاصلين  
و قد حبس مدة و اودى  
لافكاره شده الرحلى الى  
قبر الخليل و الله ليصلحه  
و يوفقه سمع معى من  
جماعته و تصدر للاشتغال  
و نشر العلم و لكنه معجب  
برأيه (سي العقل جبرئ)

وہ فقہ میں مشغول اور اس کی خوب تقریر  
کی اور نحو کو خوب جانتا اور ان دونوں اصولوں  
پر کام کیا۔ اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام  
کی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنے کے انکار  
پر کچھ مدت قید ہوا اور تکلیف دیا گیا  
اللہ اسکی اصلاح فرمائے اور اس کو شکی کی  
توفیق بخشے اس نے میرے ہمراہ علماء  
کی جماعت سے سماعت کی پھر نشر علم اور  
اشتغال میں خوب محنت کی۔ لیکن یہ  
بڑا متکبر کم عقل (ردی العقل) اور

خود سرتقا۔

على الامور - غفر الله له  
 والمعجم المختص بالمدشين

ص ۲۶۹

(تنبیہ) کتاب کا ناشر اور محقق چونکہ نجدی ذہنیت کا مالک ہے اس لیے اس نے (بحرفون  
 الکلم عن مواضعه) کے تحت مذکورہ عبارت سے (سبی العقل) کے الفاظ حذف  
 کر دیے ہیں اور اس تحریف کا جواز یہ پیش کیا کہ

لا يتوقع ان يقول الذهبي  
 عن ابن قيم الجوزية انه  
 سبي العقل بعد ان ذكر  
 من صفاته ما ذكر خلال هذه  
 الترجمة مما جعلنا نشتك  
 في صحة نسبة هذا الحكم  
 الى الذهبي -

کہ امام ذہبی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی  
 کہ وہ ابن قیم جوزیہ کو یہ کہیں کہ وہ ردی  
 عقل کا آدمی ہے۔ اس ترجمہ میں اس  
 کی صفات بیان کرنے کے بعد اس لیے  
 اس حکم کو ذہبی کی طرف نسبت کرنے  
 میں ہمیں شک ہے۔

اسی اشکور ص ۲۶۹

اللذہبی - (حالانکہ علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی (سبی العقل) کے الفاظ علامہ ذہبی نقل فرمائے  
 سبحان اللہ! کیسی زالی و پختہ دلیل دی ہے کیا ایسی دلیل کسی اور شخص کے بارے  
 میں قبول ہو سکتی ہے۔ ایسے زالے استدلال صرف نجدی ذہن کو ہی زیب دیتے ہیں۔  
 بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علامہ امام تقی الدین السبکی 'امام جلال الدین سیوطی'  
 امام سھودی وغیرم کے مقابلے میں علامہ ابن قیم کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں  
 تک علم حدیث کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تو بالکل ہی ان حضرات اور ابن قیم کے درمیان  
 کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص جانتا ہے کہ  
 ابن قیم عقیدہ میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کی طرح محسبی اور بدعتی ہے جبکہ مذکورہ بالا  
 ائمہ میں سے کسی ایک پر بھی بدعتی ہونے کی تہمت نہیں ہے۔

حضرت علامہ زاہد بن حسن الکوثری المصری فرماتے ہیں :  
 و ابن القیم علی بدعتہ اور ابن قیم بدعتی ہونے کے ساتھ  
 قلیل البضاعة فی علم ساتھ علم اسماء الرجال میں بھی قلیل  
 الرجال۔ البضاعة ہے۔

(مقالات الکوثری ۳۱۲)

تو ایسا شخص (ابن قیم) جو بتصریح ائمہ دین سی العقول، جری علی الامور، قلیل  
 البضاعة فی الرجال۔ بدعتی۔ جیسے اوصاف سے متصف ہو ائمہ اہل سنت کا مقابلہ  
 کرنے کی کہاں سکتا رکھتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حیاة الانبیاء فی القبور حقیقی جسمانی  
 نبوی کا عقیدہ اہلسنت کی اکثریت کا ہے اور صرف روحانی برزخی زندگی کا عقیدہ  
 نجدیوں و مابیوں جیسے بدعتیوں کا ہے۔

جناب مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن القیم نے قبول  
 علامہ ذہبی وغیرہ خود ضعیف فی الرجال ہے۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۵)

## اعتراض نمبر ۲

جناب مولوی اسمعیل صاحب سلفی نے حضرت علامہ سیوطی پر اعتراض کرتے ہوئے  
 لکھا ہے :

" حافظ سیوطی نے کتاب الروح سے تو استفادہ فرمایا لیکن معلوم نہیں  
 تصدیق تونیہ کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول نہیں ہوئی۔"  
 تو اس کا سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے  
 جمہور علماء کی موافقت کی ہے اور زیادہ تر کلام بھی اسلاف کا ہے جس کو ابن قیم نے



نقل کیا ہے۔ جبکہ قصیدہ نونہ میں ایک تو جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا گیا ہے اور پھر یہ کلام بھی ابن قیم کا اپنا ذاتی ہے۔ اور اس میں وہ منفرد ہیں۔ اس لیے حافظ سیوطی نے قصیدہ نونہ کو قابل التفات نہیں سمجھا اور اس میں وہ حق بجانب ہیں اللہ تعالیٰ سیوطی کی اس سعی و انصاف پر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

اور پھر سلفی صاحب کی اس بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ دنیاوی جسمانی حیات کا قول سب سے پہلے علامہ سبکی نے کیا ہے کیونکہ حضرت علامہ سبکی سے پہلے امام اہل سنت امام محمد بن حسن بن فورک جیسی شخصیت سے بھی اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ سبکی بھی اس مفہوم کے موجد نہیں۔ وہ بھی خیر سے نقل ہیں چنانچہ مواہب اللدنیہ میں ہے (۲: ۵۴) نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انه قال انه عليه الصلوة والسلام صبي في قبره صلى الله عليه وسلم ابد الآباد على الحقيقة لا المجاز۔ سبکی نے ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوة والسلام اپنی قبر عرفی میں سچ مچ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔

اب معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ابن فورک کون ہے کہ جس کی تقلید سبکی نے کی ہے پھر سبکی کی تقلید متاخرین نے کی۔ کسی سے کیا پوچھیں خود سبکی طبقات کبریٰ ۱: ۵۴ میں لکھتے ہیں: ان ابن فورک کان رجلا صالحا ثم قال (الذهبي) کان مع دينه صاحب فلتة و بدعتا۔ ابن فورک صالح مرد تھا۔ ذہبی نے کہا کہ ابن فورک دینداری کے باوجود بدعتی تھا اور غلطیاں مارتا تھا۔ اب فرمائیے کہ اس قول کا ماخذ لامتھ لگایا نہ؟ دنیوی زندگی کی طرح اولیاء اللہ اظہار کو زندہ ماننا اہل بدعت کا کام ہے۔

(ندائے حق ۱: ۳۱۷-۳۱۸)

اس ائمہ اسلام کے گستاخ دیوبندی مولوی کی عبارت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حقیقی دنیادی زندگی کے قول میں امام سبکی متفرد اور موجود نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے متقدمین کی اتباع کرتے ہوئے یہ قول اپنا یا ہے تو مولوی اسماعیل سلفی صاحب کا حضرت علامہ سبکی کو صرف اس لیے مطعون کرنا کہ یہ قول صرف انہوں نے سب سے پہلے کہا کہ علمی اور جہالت پر مبنی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرت علامہ ابن فورک کون ہیں؟ کیا واقعی مصنف ندائے حق کے کہنے کے مطابق بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا پھر صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں۔

دراصل دیوبندیوں و بابیوں کا معتزلیوں کی طرح یہ خیال ہے کہ جو ان کے غلط مسلک و مذہب کو نہیں مانتا وہ معاذ اللہ بدعتی ہے۔ جیسے معتزلہ اہل سنت کو بدعتی کہتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں تفسیر کشاف از زرخشتری معتزلی کہ کئی مقامات پر اس نے اہلسنت کو اہل بدعت کے لقب سے پکارا ہے حتیٰ کہ موجودہ معتزلہ (دیابنہ و بابیہ) بھی اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے اہل بدعت کا ناروا لقب دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس دیوبندی مولوی نے صرف امام ابن فورک کو ہی بدعتی نہیں کہا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ:

”ہو سکتا ہے کہ بدعتی ابن فورک اور سبکی کی کتابوں اور قسطلانی و شعرانی و ابن حجر مکی جیسے غالی قسم کے علماء.....“

(ندائے حق ۱: ۵۱۳)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بیک جنبش قلم اس گستاخ و ظالم مولوی نے کس طرح ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات کو غالی اور بدعتی لکھ مارا ہے۔ سچ ہے کہ آئینہ میں اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ یہ خود بدعتی اور گستاخ ہیں اس لیے ان کو ہر سنی صحیح العقیدہ شخص بدعتی نظر آتا ہے۔ اسی لیے تو آج کل یہ اہل سنت و جماعت کو بدعتی کہتے ہیں لیکن

بد مذہب کے کہنے سے اگر کوئی بدعتی ہوتا تو سب سے پہلے معاذ اللہ صحابہ کرام ہوتے کیونکہ  
روافض حضرات صحابہ کرام کو بدعتی کہتے ہیں ان کے بعد حضرات ائمہ اربعہ اور بالخصوص  
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئی جاہل لوگوں نے بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ تو یہ تو اہل  
بدعت اور گمراہ فرقوں کی چال ہے کہ اہلسنت وجماعت کو اہل بدعت مشہور کر کے اپنی گمراہی  
لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس بات کی اگر کسی کو دلیل و شہادت چاہیے تو علامہ زرخشتری  
معتزلی کی تفسیر کشاف کا مطالعہ کرے اس نے ہر جگہ اہل سنت وجماعت کو اہل بدعت ہی لکھا ہے  
ایک طرف یہ نیلوی صاحب ہیں جو کہ امام بن فورک اور دیگر جلیل القدر ائمہ پر بدعتی  
ہونے کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور دوسری طرف محدثین کی جماعت ہے جو کہ ان حضرات کی  
عظمت بیان کر رہی ہے

جناب نیلوی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابن فورک کے بارے میں امام ذہبی  
کا مقولہ - صاحب فلتة و بدعة : یا تو امام ذہبی کی کسی اپنی تصنیف سے باحوالہ نقل کرتے  
اور اگر اس قول کو امام تاج الدین ابسلی کی طبقات سے نقل کیا ہے تو پھر امام ابسلی کی اپنے  
عبارت اور اس قول کا رد جو امام ابسلی نے کیا ہے وہ بھی نقل کرتے لیکن ایسا نہیں کیا کیوں  
آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

امام ابن فورک کون ہیں اور امام ذہبی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ کیوں کہے  
ہیں؟ اس سلسلے میں حضرت امام ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق محدث شام فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن فورک	محمد بن حسن بن فورک ادیب متکلم اصولی
الادیب المتکلم الاصولی	واعظ نخوی ابوبکر اصیہانی پہلے یہ عراق
الواعظ النخوی ابوبکر	میں مقیم تھے یہاں تک کہ مذہب امام
الاصیہانی اقام اولاً بالعراق	اشعری پر درس دیا پھر جب رے میں وارد
الی ان درس بها علی	ہوئے۔ تو بدعتیہ لوگوں نے اکی بدگوئی

کی تو ابو محمد عبد اللہ بن محمد ثقفی نے مسجد  
 رجا میں ایک مجلس منعقد کی اور اہلسنت  
 کو جمع کیا اور ہم امیر ناصر الدولہ ابو حسن  
 محمد بن ابراہیم کے پاس گئے اور اس سے  
 التماس کیا کہ اس کو نیشاپور بھیج دیا جائے  
 تو اس نے ایسا ہی کیا تو ان کے لیے ابو الحسن  
 بوشنجی کی خانگاہ میں گھر اور مدرسہ بنادیا  
 گیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے سبب ہمارے  
 شہر میں کئی قسم کے علوم کو تہذیب کیا۔  
 حبیب سے آپ نے وہاں سکونت پذیر ہوئے  
 توفیقاً کی جماعت پران کی برکت ظاہر  
 ہوئی، اور اپنے وقت کے یکتا حضرت  
 ابو علی حسن بن علی الدقاق مجلس منعقد  
 فرماتے تھے اور شہر کے تمام حاضرین  
 وغائبین بزرگوں اور اماموں کے حق  
 میں دعا فرماتے تھے تو ان سے کہا  
 گیا کہ آپ ابن فورک کو بھول گئے ہیں  
 تو حضرت ابو علی نے فرمایا۔  
 میں ان کے لیے کیسے دعا  
 مانگوں ان کی شان تو یہ ہے  
 کہ گزشتہ رات میں نے ان

مذہب الاشعری تم لماورد  
 الری سعتا بہ المبتدعہ  
 فعقد ابو محمد عبد اللہ  
 بن محمد ثقفی مجلساً فی  
 مسجد رجا و جمع اہل  
 السنۃ و تقدمنا الی الامیر  
 ناصر الدولہ ابی الحسن  
 محمد بن ابراہیم و التمسنا  
 منه المراسلۃ فی توجیہہ  
 الی نیشاپور ففعل و ورد  
 نیشاپور فبنی لہ الدار  
 و المدرسۃ من خانگاہ  
 ابی الحسن البوشنجی و احیاء  
 اللہ تعالیٰ بہ فی بلدنا  
 النواعاً من العلوم لہما  
 استوطننا و ظہرت برکتہ  
 علی جماعۃ من المتفقہ۔  
 ..... کان الاستاذ واحد  
 وقتہ ابو علی الحسن بن علی  
 الدقاق یعقد المجلس  
 و يدعو للحاضرين والغائبين

من اعیان البلد و ائمتهم  
 فقيل له قد نيت ابن  
 فورك و لم تدع له فقال  
 ابو علي كيف ادعوله و كنت  
 اقسام على الله البارحة  
 بايمانہ ان يشفي علقمکان  
 به و جمع البطن تلك الليلة  
 ..... قال عبد الغفار  
 بن اسماعيل: محمد بن  
 الحسن بن فورك البوبكر بلغم  
 تصانيفه في اصول الدين  
 و اصول الفقه و معاني  
 القرآن قريبا من المائة  
 ..... و كان شديد الرد  
 على اصحاب ابي عبد الله  
 (الكرام) و لما عاوا من غزوة  
 سم في الطريق و مضى الى  
 رحمة الله و نقل الى نيشابور  
 و دفن بالحيرة و شهدته  
 اليوم ظاهر ليشفى به و  
 يجاب الدعاء عنده.

کے ایمان کی اللہ کو قسم دے کر دعا  
 کی کہ وہ میری بیماری سے مجھے  
 شفا دے۔ اور اس رات آپ  
 کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ امام  
 عبد الغفار بن اسماعیل نے فرمایا  
 محمد بن حسن بن فورك کی اصول  
 فقہ اصول دین اور معانی قرآن  
 میں تقریباً سو تصانیف ہیں۔ اور  
 آپ ابو عبد اللہ الکرام (بدعتی فرقہ  
 کرامیہ کے بانی) کے ملنے والوں کا  
 خوب رد فرماتے تھے جب غزنی سے  
 لوٹے تو راستہ میں آپ کو زہر دے دیا  
 گیا تو شہید ہو گئے پھر ان کو نیشاپور  
 منتقل کیا گیا اور حیرہ میں دفن کیا  
 گیا آج کل ان کا مزار مشہور ہے  
 دلائل سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور  
 اس کے قریب دعا قبول ہوتی ہے

(بین الذنب المغتوری فیما نسب الامام ابی الحسن الاشعری صدقہ لابن عساکر)

امام الحافظ عبدالحق بن عبد الرحمن الشیبلی (۵۸۳-۴) فرماتے ہیں :

وكان من الصالحين  
اور وہ اولیائے مجتہدین میں  
المجتہدین۔  
سے تھے۔

(کتاب العاقبة ص ۸۹ طبع بیدروت)

اسی قسم کی عبارات و تعریف دیگر مختلف علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھی ہیں جیسے 'امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۲۱۴/۱۷، امام قشیری نے رسالہ قشیریہ ص ۳۱، ابن خلکان نے دنیات الایمان ۲۷۳/۴، طبقات الاسنوی ۲۶۶/۲، النجوم الزاہرہ ۲۴۰/۴، تاج التراجم (از امام قاسم قطلوبغا حنفی) ۲۶، شذرات الذهب ۱۸۱/۳، طبقات الشافعیہ لابن السبکی ۱۲۷/۴ تا ۱۳۵ طبع مصر وغیرہ۔

اس عبارت کو جناب نیلومی صاحب الامان کے حواری بار بار پڑھیں اور غور و فکر کریں کہ ایسا شخص جو ساری عمر اہل بدعت کے ساتھ مسلکِ حقہ کی حقانیت کے ثبوت کے لئے مناظرے کرتا رہا جو وہ بدعتی ہو سکتا ہے اور کیا کسی بدعتی کے صدقے اللہ علوم کو زندہ کرتا ہے اور کیا اس وقت کے تمام اہل سنت ایک بدعتی کی عزت کے لیے اکٹھے ہو کر التجا و التماس کر رہے تھے۔ جبکہ بدعتی کی عزت کرنا حرام ہے۔ اور کیا اپنے وقت کے غوثِ قطب اور ولی کامل حضرت امام ابوعلی الدقاق ایک بدعتی کے صدقے اللہ سے شفاء کے دعا مانگ رہے ہیں۔

امام ابن عساکر، امام ذہبی، ابن خلکان، عبدالغافر، امام تاج الدین السبکی، اور امام قشیری یہ تمام جو کہہ رہے ہیں کہ ان کی قبر کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے اور یوں دعا قبول ہوتی ہے تو کیا یہ سب بھی بدعتی بلکہ معاذ اللہ مشرک ٹھہرے اور ایک بدعتی کی قبر پر اتنا فیض اور اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو رہی ہے؟  
اصل میں بات یہ ہے کہ امام ابن فورک مذہباً اشعری تھے جیسا کہ ابن عساکر کے

الہ سے گزرا اور امام ذہبی نے خود لکھا ہے کہ :

قلت کان اشعریاً راسافی  
فن الکلام ، اخذ عن ابی  
المحسن الباہلی صاحب  
الاشعری ۔  
میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ ابن فورک  
اشعری تھا اور فن کلام میں عظیم تھا  
اس نے یہ مذہب امام ابو الحسن اشعری  
کے شاگرد ابو الحسن باہلی سے اخذ کیا

(سیر الاعلام النبلا ۱۴ : ۲۱۶ للذہبی) ہے ۔

اب جب کہ ثابت ہو چکا کہ امام ابن فورک عقیدۃ اشعری تھے اور مذہباً حنفی تھے  
اسا کہ ابن قاسم قطلوبغا نے لکھا، تو اس لیے امام ذہبی کا ان کے بارے میں صاحبِ فلتہ و  
تہ کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ امام ذہبی اشاعرہ کے بارے میں بڑے سخت تھے۔  
خود حنبلی تھے اس لیے امام تاج الدین اسبکی نے امام ذہبی کے بارے میں ارشاد فرمایا:  
کیا خوب فرمایا کہ ۔

فالذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ  
علیہ متعصب جلد و هو  
شیخنا و لہ علینا حقوق  
الا ان حق اللہ مقدم علی  
حقہ والذی نقول انه لا  
ینبغی ان یسمع کلامہ فی  
حنفی ولا شافعی ولا توخذ  
تراجمہ من کتبہ فانہ  
یتعصب علیہم کثیراً

پس امام ذہبی متعصب اور جلد با تہ  
ہیں حالانکہ وہ ہمارے استاد ہیں اور ان  
کے ہم پر کسی حقوق ہیں لیکن اللہ کا حق ان  
پر مقدم ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ان کا کلام  
نہ تو حنفی کے بارے میں اور نہ ہی شافعی  
کے بارے میں لینا چاہیے اور نہ ہی ان  
کی کتب سے ان کے بارے میں ترجمہ  
اخذ کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ امام  
ذہبی کا تعصب بہت زیادہ ہے ۔

رطبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲ : ۱۹۱

اور اس بات میں امام تاج الدین السبکی اکیلے نہیں ہیں بلکہ آپ کی اس بات کے صداقت میں کئی اور محدثین علماء بھی امام ذہبی کے بارے میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت امام الحافظ صلاح الدین خلیل بن کیطدی العلائی (۷۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لا يشك في دينه و ورعه  
و تحديه فيما يقوله ف  
الناس قال انه غلب عليه  
مذهب الاثبات و مناخرة  
التاويل والغفلة عن  
التنزيه حتى اثر ذلك في  
طبعه انخرافا شديدا عن  
اهل التنزيه و ميلاقيا  
الى اهل الاثبات فاذا ترجم  
واحدا منهم يطنب في  
وصفه بجميع ما قيل فيه  
من المحاسن و يبالح في وصفه  
و يتغافل عن غلطاته  
و يتاؤل له ما امكن و  
اذا ذكر احدا من الطرف  
الآخر كما مام الحرمين و  
الغزالي و نحوهما لا يبالح

امام ذہبی کی دیانت تقویٰ اور دوسروں  
کی بابت رائے زنی میں ان کی احتیاط  
مسلم ہے اور کہا (العلائی نے) کہ ان  
پر مذہب اثبات کا غلبہ ہے۔ تاویل  
سے ان کو نفرت ہے اور تنزیہ کا  
بہت کم لحاظ کرتے ہیں۔ اس کا اثر  
یہ ہے کہ وہ اہل تنزیہ سے سخت برشتے  
ہیں اور اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ  
جھکے رہتے ہیں۔ جب اہل اثبات میں سے  
کسی کی سوانح لکھتے ہیں تو حکایت دراز  
کرتے ہیں اور اس کی خوبیوں کی بابت  
جو کچھ کسی نے کہا ہو سب بیان کر کے  
اس کی تعریف میں مبالغے سے کام لیتے  
ہیں۔ ساتھ ہی اس کی غلطیوں کے  
تاویل پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس  
جب دوسرے فریق (اہل تنزیہ) میں  
سے کسی کا ذکر کرتے ہیں جیسے امام الحرمین



فی وصفه ویکثر من قول  
من طعن فیہ ویعید ذکرہ  
دیبدیہ ویعتقدہ دینا  
وہو لایشعر ویعرض من  
معاسنہم الطائفة فلا یستوی  
عہما  
وإذا ظفر لاحد منهم  
بغلطة ذکرہا۔  
(الاعلان بالتوبیخ ۵، للسخاوی)

اور امام غزالی وغیرہما تو زیادہ تعریف  
نہیں کرتے اور بیشتر وہ اقوال نقل  
کرتے ہیں جس سے ان پر طعن ہو پھر  
ان باتوں کو بار بار دہراتے ہیں۔ اس کو  
وہ دین سمجھتے ہیں اور بالکل شعور کھو  
بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کی نمایاں خوبیوں  
سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور تمام کو انہیں  
بیان کرتے۔ البتہ جہاں کسی کے  
غلطی ہاتھ آئی فوراً ٹانگ دیتے ہیں

تو اس کا مطلب ہے کہ امام ذہبی کی عزت و کرامت و دیانت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن  
جب وہ کسی اشعری کے بارے میں رد و قدح کریں تو پھر دیگر ائمہ کے اقوال کی طرف  
رجوع کرنا چاہیے اور اگر دوسرے ائمہ ان کے مخالف ہوں تو پھر امام ذہبی کی اس بات  
اور جرح کو رد کر دینا چاہیے جیسا کہ ابن امام ابن فورک کے بارے میں ہے۔  
اور پھر امام ذہبی نے یہ صرف ابن حزم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا ہے  
حالانکہ وہ الزامات جو کہ ابن حزم امام ابن فورک پر لگاتے ہیں وہ ان سے صاف بری  
ہیں جیسا کہ تاج الدین السبکی نے طبقات میں بیان فرمایا ہے اور جہاں تک ابن حزم کا تعلق  
ہے تو اس کے بارے میں امام تاج الدین السبکی لکھتے ہیں۔

ابن حزم لا یدری مذهب  
الاشعریہ ولا یفرق بینہم  
وبین الجہمیۃ لجهل۔  
(طبقات السبکی ۲: ۵۴ بیروت)

ابن حزم مذہب اشعری کو بالکل نہیں  
جانتا اور جہالت کی وجہ سے وہ اشاعرہ  
اور جہمیہ میں فرق نہیں کرتا۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں :

ومن ثم قال المحققون انه  
لا يقام له وزن ولا ينظر  
لكلامه ولا يعول على خلافه  
اي فانه ليس مراعيًا للدلالة  
بل لما رآه هواه وغلب عليه  
من عدم تحريه وتقواه و  
مبالغته في سب العلماء.

دكف الرعاع عن محرمات اليهود

(السمع ص ۳۱)

مزید لکھتے ہیں :

ان العلماء لا يقيمون لابن حزم

واصحابه وزنًا (ص ۲۱۵)

اور اسی لیے محققین نے فرمایا کہ ابن  
حزم کے کلام کا کوئی وزن نہیں اور  
نہ ہی اسکے کلام کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی  
اسکی مخالفت کا اعتبار کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ  
دلائل کی رعایت نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر اسکی خواہش  
نفس غائبہ کی غلط اور صحیح میں فرق نہ  
کرنے اور صاحب تقویٰ نہ ہونے اور علماء کی  
شان میں گستاخی اور عیب جوئی کرنے کی وجہ  
سے اس پر دنیا و آخرت میں رسوائی غالب آگئی  
اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے احوال سے بچائے۔

کہ علماء کرام ابن حزم اور اس کے تلامذہ

کی کسی رائے کو کوئی وزن نہیں دیتے۔

یہ تو ابن حزم کے بارے میں مختصر سا کلام تھا اور یہ اس لیے نقل کیا کیونکہ امام ذہبی  
کو غلط فہمی اسی کے کلام سے ہوئی تھی جیسا کہ امام ذہبی نے خود تحریر کیا ہے کہ

ابن حزم نے کہا کہ ابن فورک کہتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح

پاک فنا ہو چکی ہے اور وہ جنت میں

بھی نہیں ہے۔

وقال ابن حزم: كان يقول:

ان روح رسول الله صلى الله

عليه وسلم قد بطلت قد و

تلاشت وما هي في الجنة.

(سير الاعلام النبلاء، ۱: ۲۱۶)

اب آئیں امام ذہبی کی اصل عبارت کی طرف تو اس میں امام ذہبی کی عبارت

متناقض ہے جیسا کہ امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں :

وقال الذهبی : ابن فورک  
خیر من ابن حزم واجل و  
احسن نحلة .  
امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابن فورک  
ابن حزم سے بہتر ہے اور اس سے بڑا  
اور اچھا عالم ہے ۔

(طبقات ۲: ۵۲ بیروت) (طبع جدید ۱۳۲/۲)

مزید لکھتے ہیں

واما قول شیخنا الذهبی  
انه مع دینہ صاحب فلتة  
وبدعة فکلام متہافت  
فانه یشہد بالصلاح و  
الدین لمن یقضى علیه  
بالبدعة ثم لیت شعری  
ما الذی یعنی بالفلتة فان  
کانت قیامہ فی الحق کما  
نعقد نحن فیہ قتلك  
من الدین فان کانت فی  
الباطل فہی تنا فی الدین  
واما حکمہ بان ابن فورک  
خیر من ابن حزم فہذا  
التفضیل امرہ الی اللہ تعالیٰ  
ونقول شیخنا ان کنت  
ذہبی کا کہنا کہ وہ باوجود دیندار ہونے  
کے تنگ نظر اور بدعتی تھے تو ذہبی  
کا یہ کلام متضاد ہے اس لیے کہ وہ اسی  
شخص کے بارے میں صلاح و دین کی  
شہادت دے رہے ہیں کہ جس پر  
خود ہی بدعت کی تہمت لگا رہے ہیں  
میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس  
تنگ نظری (فلتہ) سے کیا مراد ہے  
اگر تو یہ حق کے لیے ہے جیسا کہ ہم  
اس کا اعتقاد رکھتے ہیں تو یہ فلتہ دین  
میں سے ہے (جو کہ صحیح ہے) اور  
اگر فلتہ فی الباطل مراد ہے تو یہ دین  
کے منافی ہے اور ذہبی کا یہ کہنا کہ ابن  
فورک ابن حزم سے بہتر ہے تو اس  
تفضیل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور

تعتقد فيه ما حيكيت من ہم اپنے شیخ (ذہبی) سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا اعتقاد  
القطاع الرسالة فلاخیر ابن فورک کے بارے میں وہی ہے جسکی آپ نے حکایت  
فيه البتة والافلم لا کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت منقطع ہو  
نعت علی ان ذلك مكذوب چکی تو اس (ابن فورک) میں قطعاً کوئی بھلائی دہتری  
عليه لئلا يغتر به ۔ نہیں ہے اور اگر ان کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ نے اس  
طبقات الشافعية الكبرى بات پر تشبیہ کیوں نہیں کی کہ یہ ابن فورک پر جھوٹ  
۵۵:۳ (للتاج السبكي) باندھا گیا ہے تاکہ لوگ اس سے دھوکہ میں  
(طبع جدید: ۱۳۳۳/۴)

نہ پڑیں۔

## مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند

ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اور  
یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنے حامی اور اپنا  
ہم مسلک ثابت کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کے  
عبارات واقعتاً اتنی متضاد ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا گورکھ دھندہ  
ہے۔ ایک گروہ عقیدہ حیاة النسبی کو شرک اکبر بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزو  
ایمان بتا رہا ہے۔ اصل میں یہ اللہ جل مجدہ الکریم کا ان لوگوں سے انتقام ہے کہ ان  
لوگوں نے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر مشرک کہا تو اللہ  
تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو ان کو مشرک کہیں۔ سچ کہتے ہیں خدا کی لامٹھی  
بے آواز ہوتی ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی مشرک، گستاخ بھی  
فتووں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اکابرین دیوبند چاہے وہ حیات جسمانی دنیوی

کے قائل ہوں یا منکر وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔ تو ان تمام ردیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لیے ایک گروہ کھڑا ہو جائے دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو توحید میں اتنے سختہ ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی عام مردوں کی صف میں شامل کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دو گروپوں میں تقسیم رہے ہیں۔ ایک حکومت وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ چونکہ یہ لوگ انگریز کے پردہ ہیں اس لیے اس کی چال چل رہے ہیں سبھی پاکستان بننے کے خلاف۔ صرف چند پاکستان کے حق میں تاکہ اگر بن جائے تو وہاں سے فائدہ، نہ بنے تو ہندو خوش۔ اور ان سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور تاریخ بتا رہی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کیے ہیں۔

بہر حال ہم یہاں کچھ علمائے دیوبند کے حوالے صرف اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ الحمد للہ مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

علمائے دیوبند کے تین بزرگوں کا فتویٰ :

عندنا و عند مشائخنا	ہمارے نزدیک اور مشائخ کے نزدیک
حضرة الرسالة صلى الله	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک
عليه وسلم هي في قبرة	میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا
الشريف وحيوته صلى	کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور
الله عليه وسلم دنيوية	یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت

اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء  
کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل  
ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو  
..... پس اس سے ثابت ہوا کہ  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی  
ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ  
عالم برزخ میں حاصل ہے۔

من غیر تکلیف وھی مختصة  
به صلی اللہ علیہ وسلم و  
بجميع الانبياء صلوات  
اللہ علیہم والشهداء برزخية  
لما هي حاصلة لسان المؤمنین  
بل لجميع الناس .....  
فثبت بهذا ان حياته دنیویة  
برزخية لكونها في عالم البرزخ  
(المهند علی المفند ص ۲۸)

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے :  
"آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ  
جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔"  
(مکتوبات شیخ الاسلام ۱: ۱۵۲)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے :  
"تمام اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام  
علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور  
نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی  
اور جسمانی ہے۔"  
(حیات نبوی ص ۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے :  
ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم  
بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حتیٰ کما تقرر وانه یصلیٰ فی قبرہ باذان و اقامۃ۔  
 زندہ ہیں اور اپنی قبر منورہ میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

فتح الملہم شرح مسلم (۲۱۹:۲)  
 دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے:

ودلت النصوص الصحیحۃ علی حیۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کما سیأتی۔  
 نصوص صحیحہ اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں جیسا کہ عقرب بیان ہوگا۔

فتح الملہم (۲۲۵:۱)

مولوی خلیل احمد سہارنپوری

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احياء فی قبورہم۔  
 بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بذل المجہود ۲: ۱۱۷)

مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا:

”اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شہد کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دہلی دکن ۵: ۲۷۱)

مولوی احمد رضا بجنوری صاحب انوار الباری نے لکھا:

یہاں ایک مختصر فروری اشارہ یہ بھی کر دینا مناسب ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب صاحب تلخیص اور امام الحرمین کی یہ تحقیق نقل

کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بوجہ حیات بدستور آپ کی ملک میں رہا اور دوسری طرف موت کو بھی ماننا ضروری ہے بوجہ نصوص قرآنی و احادیث تو اشکال پیش آیا کہ موت تسلیم کر لینے پر تو انتقال ملک وغیرہ احکام ثابت ہوں گے۔

تو علامہ موصوف نے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت غیر مستمر ہے اور انتقال ملک وغیرہ کے احکام مشروط ہیں موت مستمر کے ساتھ (نہ کہ موت آنی کے ساتھ)

(مفوضات، محدث کشمیری ص ۱۳۱)

جناب مولوی انور شاہ کشمیری سے مولوی احمد رضا بجنوری نقل کرتے ہیں: درس بخاری شریف میں باب "نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته" پر فرمایا کہ:

"انبیاء کرام اپنی قبور میں اجیاء ہیں اس لیے لا محالہ ازواج مطہرات کو نفقہ خدا کے مال یعنی بیت المال سے جاری رہا۔"

(مفوضات محدث کشمیری ص ۱۳۱)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابنائے دیوبند خود مختص کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی صاحب کے عقیدہ حیات الانبیاء کے مخالف ہیں اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام طور پر وقتی ہوتے ہیں جیسا دور دیکھا دیا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مواخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ



عبارات کے تحت علماء حرمین شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتویٰ حاصل کیا تو ابنائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترمیم دیئے اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کر دی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور علمائے حرمین کے سامنے المہند نامی کتابچہ کے ذریعے عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ حیات البنی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ میں بھی ایک دن مرکز مٹھی میں ملنے والا ہوں: (تقویۃ الایمان) لیکن علمائے حرمین کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائید فتویٰ حاصل کر لیا۔

اسی طرح چونکہ اس وقت حرمین شریفین کی خادمی اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لیے انہوں نے علماء دیوبند سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کی ذوق طبع کے لیے درج کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد و اقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں

بارہواں سوال

السوال الثاني عشر

محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال

قد کان محمد بن عبد الوہاب

سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور

النجدی يستحل دماء

ان کے مال و آبرو اور تمام لوگوں

المسلمين و اموالهم و

کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب

اعراضهم و کان ينسب

اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا  
تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا  
راٹے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ  
کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب  
ہے تمہارا؟

الناس كلهم الى الشرك  
يسب السلف فكيف ترون  
ذلك وهل تجوزون تكفير  
السلف والمسلمين واهل  
القبلة ام كيف مشربكم.

### الجواب

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے  
جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے  
اور خوارج کی ایک جماعت ہے کہ  
والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی  
تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی  
کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے  
تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔  
اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و  
مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں  
کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں  
ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی  
فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے  
نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے  
اگرچہ باطل ہی ہے اور علامہ شاہ نے

الحکم عند فیہم ما قال  
صاحب الدر المختار و  
خوارج ہم قوم لهم منعة  
فخرجوا علیه بتاویل یرون  
انہ علی باطل کفروا معصیة  
توجب قتالہ بتاویلہم  
یستحلون دمانا و اموالنا  
و یسبون نسانا الی ان  
قال و حکمہم البغاة ثم  
قال فکفرہم لکونہ عن  
تاویل و ان کان باطلا  
وقال الشامی فی حاشیئہ  
لما وقع فی زماننا فی  
اتباع عبد الوہاب الذین

خرجوا من نجد وتغلبوا  
 على المحرمين وكانوا يتحلون  
 مذهب الحنابلة لكنهم  
 اعتقدوا انهم هم المسلمون  
 وان من خالف اعتقادهم  
 مشركون واستباحوا  
 بذلك قتل اهل السنة  
 وقتل علماءهم حتى كسر  
 الله شوكتهم۔  
 (المهند على المهند ۲۲ تا ۲۶)

نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے:  
 جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن)  
 عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد  
 ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین  
 پر مغلوب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی  
 بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ  
 بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے  
 عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے  
 اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت کو  
 علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ  
 رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ  
 نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ  
 نے توڑ دی تھی مگر شومٹی قسمت کہ ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد  
 اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی علما حرمین طیبین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے  
 دیوبند نے بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا۔ اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا  
 جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا تو اس سلسلہ میں دیکھئے  
 کہ دیوبند کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں۔

”محمد بن عبدالوہابؒ نجدی اور ان کے پیروکار مسلکاً حنبلی ہیں جو مقلدین  
 ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی تحقیق پر  
 اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں

کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنت کے خوب اعلیٰ تھے۔ ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے۔ و للتفصیل مقام آخر انگریز نے ان کو اپنی سیاست کا بھاری بھاری لہجہ میں بہت بدنام کیا۔

(تسکین الصدور ص ۲۸۸)

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علما نے دیوبند نظریہ ضرور کے تحت اپنے نظریات و عقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لیے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی تصنیف "زلزلہ" کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط و تفریط کے مسائل میں ایک مسئلہ "حیاء الانبیاء علیہم السلام" بھی ہے۔ کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں یعنی جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی



مومنین میں بھی فرق ہے :

(آب حیات ص ۱۶۸، ۱۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند صاحب پوری امت محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باوجود آج کل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک بٹھرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ اور فانی اللہ اور فانی الرسول ہے۔ فیاللہعجب!

اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب وفات (آئی) ماننے کے باوجود قابل گردن زدنی ہیں۔ ع۔ جو چاہے آپ کا سن کر شہ سا ذکرے

جناب مولوی سرفراز صاحب گلکھڑوی لکھتے ہیں :

”اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیات مرحمت ہوئی۔۔۔۔۔۔ جمہور علماء اسلام موت کا معنی انفالک الروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔“

(تسکین الصدور ۷۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم صاحب جو اس نظریہ کے حامل نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ  
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ  
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى  
وَلِئَلَّهِ جَهَنَّمَ سَاءَتْ  
مَصِيرًا۔

کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس  
کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے  
دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا  
ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی ۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۵

تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستے سے جدا چلا یا کہ نہیں؟  
اور شاید اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح  
بھوٹ لکھ مارا کہ :

"اور بعض علمائے ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند  
ہی ہیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں :  
کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ  
اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح  
کو خارج کر دیتے ہیں۔"

درجال قاسمی ص ۱۵ ، تسکین الصدور ص ۲۱۶

اب جناب مولوی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ بعض علماء ملت جن کی طرف آپ  
نے اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے  
یا کہ نہیں؟ اور وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید  
ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز نہ ہرگز نہ ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔  
اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کر دیا ہے کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا عقیدہ ضروری اور علمی یا ذوقی طور

پر بعض دیگر علماء کرام کی طرح موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے  
اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و  
تبلیغ کرتے ہیں۔ "تسکین الصدور ۲۱۷"

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے۔ اگر یہ علمی اور ذوقی عقیدہ  
و معنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبندیہ بد ذوق  
اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ و معنی نہ اپنایا۔؟

اور اگر یہ عقیدہ و معنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم و تبلیغ ہونی چاہیے تھی۔  
اور اگر یہ عقیدہ و معنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب  
کو تائب ہونا چاہیے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں  
دستور ہی نہیں ہے۔ اور پھر یہ کہنا

"اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔" بلفظہ  
تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر لڑکانہ سے پڑھا کر ہی  
کی جاتی ہے۔؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔  
کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار و تکرار کرنا تعلیم و تبلیغ نہیں  
تو اور کیا ہے؟

اس معنی و عقیدہ کے ثبوت کے لیے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب  
"آب حیات" کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم و تبلیغ  
نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثل "جمالِ قاسمی" اور لطائفِ قاسمیہ میں بھی بیان  
کیا تو اگر اب بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر  
واقعی وہ شخص سمجھتا ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ



س کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سنیے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتا ہے جو کہ  
 صلی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسدِ اقدس جسدِ  
 نصری سے آپ کی روح مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانو تووی صاحب  
 عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے :  
 گروہ ۱۔ جسدِ اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ  
 اندر ہی اندر مٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیاتِ قویہ ہو گئی ہے۔ یہ  
 ہے مسک حضرت قاسم العلوم و الخیرات نانو تووی رحمۃ اللہ علیہ کا.....  
 جمالِ قاسمی ص ۱۵ میں و اشکاف الغلط میں فرماتے ہیں : انبیاء کرام  
 علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا۔  
 حضرت نانو تووی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ  
 حضرت موت بمعنی "سرا لمیاء" لیتے ہیں۔

(ندائے حق ۱ : ۵۷۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

"لیکن حضرت نانو تووی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو  
 امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔"

(ندائے حق ۱ : ۶۳۶)

ایک اور جگہ لکھا ہے :

"مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانو تووی قرآن و حدیث  
 کی نصوص و اشارات کے خلاف جمالی قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں : ارواح  
 انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔"

(ندائے حق ۱ : ۷۳۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۱: ۷۲۰)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک جناب نانوتوی صاحب قرآن و حدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسک رکھتے ہیں تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہو گا جو کہ صرف علامہ ابن فورک کو محض اس لیے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

اور علامہ سبکی امام ابو بکر قسطلانی شارح بخاری قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی صرف قبر میں حیاۃ النسبی مانتے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔

(ندائے حق ۱: ۵۰۲)

تو آئیے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکر وفات نسبی نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

”اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے اور مرزا گاماں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں، ہمیں قرآنِ قویہ سے یہ یقین ہے کہ آپ فانی الرسول تھے، حدیثِ رسول میں انتہا کو پہنچ چکے۔“

(ندائے حق ۱: ۵۷۵)

حضرات قارئین کرام! دیکھیے یہ لوگ ہیں قرآن و حدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے پرچارے۔ یہ ہے میزانِ عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم: اَعْدِلُوا

وَهُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ - پر عمل ۔

جناب نیلوی صاحب کیا اگر نانوتوی صاحب فنا فی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن بن فورک، امام تقی الدین اسکی، امام عبدالوہاب الشعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔ گستاخ رسولؐ تو فنا فی الرسولؐ کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاقِ رسولؐ بدعتی اور غالی بن گئے۔ (فیما للعبجا)

۵ الٰہی عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے

دے آدمی کو موت مگر یہ بد ادا نہ دے

مُشَبَّہ : اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کیے ہیں یہ تو واقعی محبتِ رسولؐ کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشقِ رسولؐ تھے۔

توبات یہ نہیں ہے۔ دراصل جناب نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے

خلاف چلے ہیں۔ جیسے انہوں نے یہاں موت کے معنی عجیب و غریب کیے ہیں ایسے ہی

انہوں نے "تحدیر الناس" نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی بھی جمہور امت کے

خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔ وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی، عوام کا خیال

بتاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین

کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا بلکہ یوں کہنا چاہیے

کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی یہ معنی کشید کیا ہے

اور اگر نانوتوی صاحب النفاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر۔

استتار الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم متصف بجمیات

بالذات ہیں فنا فی الرسولؐ ہیں تو وہ یہی الفاظ و نظریہ دجال لعین کے لیے اپنانے پر فنا فی الدجال

کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانو تو می صاحب کی دجال کے بارے میں عبارت و عقیدہ پر ہیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔

"جیسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بوجہ منشائیت ارواحِ مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواحِ کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابلِ انفاک نہ ہوگی اور موت و نوم میں استدار ہوگا۔ انقطاع نہ ہوگا اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابنِ صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ تنام عینای و لاینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشاء مولد ارواحِ کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابنِ صیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ تر صحیح ہوا جاتا ہے اور اس کی صحت کا گمان تو کیا ہوا جاتا ہے۔"

(آب حیات، ۱۶۹)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حد و انتہا ہے ہی نہیں۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک روح الارواح ہے۔ اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کے لیے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لیے منشائیت ارواحِ کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی و علمی اور ذوقی بات ہے۔

ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

اعلم بتائیں (براہین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناعِ الفاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق کرنے کے لیے "تمام عینای دلائنام قلبی" کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کے لیے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا عشق دجال لعین؟

بقول شاعر

کند ہم جنس باہم جنس پر داز  
کبوتر با کبوتر باز با باز!

علمائے دیوبند کے بارے میں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس بحث کو اس جگہ ختم کرتے ہیں۔

## غیر مقلدین اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ (حیاء النسبی فی القبرا کے متقدمین کی اکثریت تو حیاۃ النبی فی القبر کی قائل تھی۔ لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے۔ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف بیزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارا موقف زیادہ

واضح ہو جائے۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی صاحب فرماتے ہیں :

(والاحادیث) فیہا مشروعیۃ  
الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة  
وانہا تعرض علیہ صلی اللہ  
علیہ وسلم وانہ حی فی  
قبرہ.....  
وقد ذهب جماعة من  
المحققین الی ان رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حی  
بعد وفاته وانہ یسر  
بطاعات امته و ان  
الانبیاء لا یسلون مع ان  
مطلق الادراک کالعلم و  
السماع ثابت لساثر الموتی.  
وورد النص فی کتاب اللہ  
فی حق الشهداء انہم احياء  
یرزقون و ان الحیاء فیہم  
متعلقة بالجسد فکیف الانبیاء  
والمرسلین۔

اور ان احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ  
درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے  
اور بے شک درود شریف آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور بلاشک  
شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔  
اور بے شک محققین کی ایک جماعت  
اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
سلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی  
امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے  
ہیں اور بے شک انبیاء کرام کے اجسام  
بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک  
جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں  
کے لیے ثابت ہے۔  
اور شہداء کے بارے میں تو  
اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں نص  
وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان  
کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ حیات  
جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین

رفیصل الاوطار ۳ : ۲۲۸) کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی۔  
 شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیاة فی القبر  
 جسمانی ہے تو انبیاء کرام کی حیاة بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہوگی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام  
 تو بالاتفاق صحیح و سالم ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔  
 علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

و انه صلى الله عليه و  
 سلم حي في قبره بعد موته  
 كما في حديث الانبياء احياء  
 في قبورهم - وقد صححه  
 البيهقي و الف في ذلك  
 جزءا قال الاستاذ ابو منصور  
 البغدادي - قال المتكلمون  
 المحققون من اصحابنا ان  
 نبينا صلى الله عليه وسلم  
 حي بعد وفاته (انتهی )  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے  
 بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث  
 میں آیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں  
 زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث  
 کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں  
 نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔  
 استاذ ابو منصور البغدادی نے فرمایا ہے  
 کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین  
 کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 وفات کے بعد زندہ ہیں۔

رفیصل الاوطار ۵ :

نواب صدیق الحسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں :

انه صلى الله عليه وسلم  
 حي في قبره بعد موته  
 كما في حديث الانبياء احياء  
 في قبورهم وقد صححه  
 بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال  
 مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں  
 جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی  
 قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی امام

البيهقي . البيهقي نے تصحيح فرمائی .

السراج الوهاج شرح مسلم (۵۰۴:۱)

یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

”آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور قامت کے ساتھ وکذلک الانبياء“

(الثمامة العنبرية من مولد خير السبرية ص ۵)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں :

اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس

امر پر اتفاق ہے کہ شہدار اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح و تہلیل فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب

ضرورت دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادت وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔

(تحریک آزادی فکر ۳۸۵)

مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے :

انہم احياء في قبورهم يصلون  
وقد قال النبي صلى الله عليه  
وسلم من صلى على عند قبوري  
سمعتہ ومن صلى على نائيا  
بلغتہ۔

حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ  
ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری  
قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں  
خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے  
پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(التعليقات السلفية على سنن النسائي

(۲۳۷:۱)



مولوی شمس الحسن عظیم آبادی نے لکھا ہے :

فان الانبياء في قبورهم  
احياء قال ابن حجر المكي  
وما افادة من ثبوت حياة  
الانبياء حياة بها يتعدون  
ويصلون في قبورهم مع  
استغنائهم عن الطعام و  
الشراب كالمسلكة.....  
وقد ذهب جماعة من  
المحققين الى ان رسول الله  
صلى الله عليه وسلم  
حي بعد وفاته وانه يسر  
بطاعات امته.....

حضرات انبياء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی  
فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے  
کہ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبور  
میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کے  
طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں.....  
اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعوائے  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک  
اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

(عون المعبود شرح البوداد ۱: ۴۵۵)

اس عبارت میں : انه يسر بطاعات امته (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں) قابل غور ہے۔ یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسا کہ گذرا۔  
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی امت نیک اعمال  
کو رہی ہے یا کہ نہیں لازماً یا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں  
اس کی تصریح موجود ہے۔ یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں  
حکم خداوندی ہے۔

اعملوا فسير الله عملكم ورسوله  
عمل کرو اللہ اور اس کا یا رسول تمہارے

( اعمال کو دیکھ رہا ہے )

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

وکیل و مایہ جناب مولوی وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے :

” توکل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح و سالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں۔ اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱: ۲۵۶)

غیر مقلدین کے شیخ النکل جناب مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں :

” اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ ۱: ۵۱، ۵۲ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۲۸۲، ۲۸۳)

جناب حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں :

” انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے وہاں تعظیم و تعذیب کی صورت ہے۔ حدیث ! الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (فتح الباری)

(الانصاف ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۱۲۵)

حمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے :

بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا  
ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس  
وہ اپنی قبور میں تروتازہ ہیں۔

فان الله حرم على الارض

ان تاكل اجساد الانبياء

فهم في قبورهم طريون۔

(مجموعۃ رسائل النجدیہ ۲: ۶۵۲)

حضرت امام محی الدین بن شرف النووی فرماتے ہیں :

اور اڈل حاضری کے وقت آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے  
ہوئے لوٹے اور آپ کے رعب و بیہیت  
سے اس کا دل بھر پور ہو گیا کہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھ رہے ہیں پھر  
اس طرح عرض کرے السلام علیک یا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ولیکن من اول قدومه الی

ان یرجع مستشعرا لتعظیمه

صلی اللہ علیہ وسلم محتلی

القلب ہیبتہ کانه یراہ

..... فیقول السلام علیک

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم۔

(کتاب الایجاز فی المناک للنووی ۲۶: ۲۷)

حضرت امام ابوالحسن القادحی الحنفی ۱۳۵ھ فرماتے ہیں

اود پھر قبر منورہ کی طرف باادب اس طرح  
کھڑا ہو کہ قبر شریف کی طرف منہ اور پیٹھ  
قبلہ کی طرف ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
جلالت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیونکہ یہ وہ  
مبارک جگہ ہے کہ آپ کی نظر مبارک تجھ  
پر ہے اور وہ تیرا کلام سماعت فرما

ثم انہض الی القبر المکرم

فاستقیبه واستدبر القبلة

مستحضرا جلالہ هذا الموقف

ملاحظا نظره السعید الیک

وسماعہ کلامک و ردہ سلامک

وتامینہ علی دعائک وقل

رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اور تیری دعا پرا آمین فرماتے ہیں پھر یوں عرض گزار ہو۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام اے حبیب اللہ آپ پر سلام ہو۔

حضرت امام عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی فرماتے ہیں :

زائر روضہ اقدس کے سامنے یوں کھڑا ہو جیسے قیام نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ وہ آپ محو استراحت ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں تو چاہیے کہ زائر عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ،

السلام علیک یا رسول اللہ  
السلام علیک یا حبیب اللہ  
رغیۃ الطالبین فی ما یجب من  
احکام الدین للقادیحی ۱۱۵۔ مصر

ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ  
ویمثل صورته الکریمۃ  
البھیۃ صلی اللہ علیہ وسلم  
کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ  
یسمع کلامہ ..... و  
یقول السلام علیک یا رسول  
اللہ السلام علیک یا نبی اللہ  
والاختیار لتعلیل المختار للامام

عبد اللہ ۱: ۱۷۶)

حضرت امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں :

ہمارے علمائے بیان فرمایا کہ زائر اپنے آپ کو خیال کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں کھڑا ہوا جاتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

وقد قال علماءنا رحمۃ  
اللہ علیہم ان الزائر یشرع  
نفسہ بانہ واقف بین یدیه  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کما  
ہو فی حیاتہ اذ لافرق بین  
موتہ وحیاتہ اعنی فی

مشاهدتہ لأمتہ ومعرفتہ  
 بأحوالہم ونیاتہم و  
 عزائمہم وخواطرہم  
 و ذلك عندہ جلی لاخفا  
 فیہ -  
 ( المدخل لابن الحاج ۱: ۲۵۹ )

وفات میں کوئی فرق نہیں یعنی آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو مشاہدہ  
 فرمانے اور ان کے احوال اور ان کی  
 نیتیں و عزائم جاننے میں آپ کی حیثیت و  
 وفات میں کوئی فرق نہیں ہے اور  
 یہ تمام اشیاء آپ کے سامنے واضح ہی  
 مخفی نہیں ہیں۔

# حدیث انس تحقیق کی کسوٹی پر<sup>ط</sup>

یہ روایت الحمد للہ بالکل صحیح ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں علماء و محدثین کے کئی حوالوں سے ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود بعض عظمتِ انبیاء کے منکر لوگوں نے اس کی صحیح سند میں کلام کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی ناکام جسارت کی ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی ثابت کرتی ہے اس لیے منکرین کی یہ کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس حدیث کو ضعیف ثابت کر کے اپنا غلط عقیدہ و مسلک عوام میں رائج کر سکیں۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ حدیث شریف ہر لحاظ سے قابلِ محبت و صحیح ہے۔

اس پر ابھی تک جو اعتراضات ہماری نظر سے گذرے ہیں ہم ان کو ترتیب وار نقل کر کے ان کے مسکت جواب دیتے ہیں۔

## پہلا اعتراض

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کے متعلق ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن عدی کا قول "لا بأس بہ" ذکر کر کے اپنی

اور دوسرے ائمہ کی رائے ذکر فرمائی :

قلت بل هو هالك قال الدارقطني في رواية البرقاني متروك الحديث قال البوحاتم ضعيف قال الازدي واهل الحديث قال العقيلي كثير الوهم ۲۴۱/۱ (یعنی ائمہ جرح و تعدیل کی نظر میں یہ ہالک متروک الحدیث ضعیف و اہل الحدیث اور کثیر الوہم ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ص ۲۴۶ ج ۱ میں ذہبی کی پوری عبارت نقل فرما کر اس جرح کی تصدیق فرمادی ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے بھی اسے و اہل الحدیث اور متروک الحدیث فرمایا ہے (تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۴۰۵) (تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۰۵)

## جواب

یہ اعتراض بالکل سطحی اور مردود ہے۔ کیونکہ ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کا اپنی ند کے ساتھ اخراج کرنے والے محدثین کی تعداد کم از کم تو ہے۔

ان میں سے امام بیہقی نے حیاة الانبیاء ص ۱۵ میں ، امام بزار نے مسند البزار کشف الاستار عن زوائد البزار ۳ : ۱۰۱ ، امام ابن عساکر نے (ہتذیب تاریخ دمشق ص ۲۳۶) امام بن محمد الرازی نے فوائد التمام ۴ : ۲۴۶ ، امام ابن عدی نے الکامل ۲ : ۷۳۹ میں اس سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اس میں یہ راوی راحسن بن قتیبہ موجود ہے لیکن اس کے برعکس (تاریخ دمشق ۳۳۶/۱۳ مطبوعہ ، و قلمی نسخہ ۴/۵۶۶)

۶۔ امام ابو یعلیٰ الموصلی نے (مسند ابی یعلیٰ ۶ : ۱۴۷ تحقیق ڈاکٹر سلیم اسد) امام بیہقی نے حیاة الانبیاء ص ۱۵) اور امام ابو نعیم اصبہانی نے (تاریخ اصبہان ۳ / ۸۳) میں اس کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ راوی ہے ہی نہیں اور ہمارا استدلال اسی

سند کے ساتھ ہے جو کہ امام ابو یعلیٰ نے نقل کی ہے۔

۸۔ اور اس روایت کو امام ابن مندہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔  
 (شرح الصدور صد ۲۵۵ للسیوطی) لیکن فی الحال ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن مندہ کی سند میں یہ مجرد راوی ہے یا کہ نہیں کیونکہ علامہ سیوطی نے اس کی سند پیش نہیں کی۔ اسی طرح اس کو حافظ شیروانیہ بن شہر دآبہ بن الدیلمی نے (فردوس الاخبار ۱: ۱۵۴) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ جناب سلفی صاحب کا یہ اعتراض بالکل بے محل اور مردود ہے اور جناب سلفی صاحب کی کم علمی اور علم حدیث سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ ایک راوی پر جرح کر کے کسی حدیث کو ضعیف ٹھہرانا صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ مجرد راوی متفرد ہو۔ اور حدیث کا دار مدار اسی مجرد راوی پر ہو لیکن یہاں ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب اس اصول سے واقف نہیں ہیں۔

## دوسرا اعتراض

اس حدیث کی سند پر دوسرا اعتراض مولوی سجاد بخاری دیوبندی نے یوں کیا ہے۔

منزہ حدیث صحیح حدیث کی شرطوں پر پورا نہیں اترتی۔ اول اس لیے کہ اس کا ایک راوی ہے ابو الجهم الازرق بن علی۔ یہ ثقاہت کے اس درجہ سے محروم ہے جو صحیح حدیث کی شرط ہے۔ وہ صدوق ہے اور یہ توثیق کا بہت ادنیٰ درجہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمدًا جھوٹ نہیں بولتا لیکن غلطی سے روایت میں غلط سلط باتیں کہہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ الازرق بن علی کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں الازرق بن علی الحسنی ابو الجهم صدوق یغرب من



الحادیۃ عشرۃ (تقریب مد ۲۵)  
 ازرق بن علی حنفی ابوالجهم صدوق ہے۔ غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔  
 گیارہویں طبقہ سے ہے۔

نیز فرماتے ہیں :

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یغرب (تہذیب التہذیب ۱: ۲۰۰)  
 ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ غریب حدیثیں لاتے  
 ہیں۔

(اقامة البرهان علی البطلان و سادس ہدیۃ المحیران (۲۲۹)

## جواب

پہلے نمبر پر تو یہ بات ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور جہاں تک علامہ ابن حجر نے اس کو  
 صدوق یغرب کہا ہے تو یہ جرح نہیں تعدیل ہے اور یہ کہنا کہ یہ ثقاہت کے اس مرتبے سے  
 محروم ہے جو کہ صحیح حدیث کی شرط ہے۔ مردود ہے چونکہ ہم پچھلے صفحات میں بالتفصیل  
 اور باحوالہ محدثین کرام کے حوالہ جات نقل کر آئے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر علامہ ابن  
 حجر کا صدوق یغرب کہنا اس کو صحیح کے مرتبہ سے گراتا ہے تو یہ تو آپ نے صحیحین کے روایت  
 کے بارے میں بھی لکھا ہے تو کیا صحیحین بھی صحت کے درجے سے گرجائیں گی۔؟  
 ملاحظہ فرمائیں حضرت علامہ ابن حجر صحیح بخاری کے راوی ازہر بن جمیل کے بارے  
 میں لکھتے ہیں :

ازہر بن جمیل بن جناح الهاشمی مولاناہم	ازہر بن جمیل بن جناح
البصری الشطی صدوق یغرب ہے اور	الہاشمی مولاناہم البصری
دسویں طبقہ میں سے ہے۔	الشطی صدوق یغرب من

العاشرة (تقریب التہذیب ۱: ۲۶)

اور ایک راوی سلم بن رجا کے بارے میں لکھتے ہیں

سلمة بن رجا التميمي . سلم بن رجا التميمي كوفي صدوق ہے  
 ابو عبد الرحمن الكوفي غریب احادیث لاتا ہے اور آٹھویں  
 صدوق یغرب من الثامنة طبقہ سے ہے۔

(تقریب ۱: ۱۳۰)

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی خالد بن قیس کے بارے میں لکھا ہے :

خالد بن قیس بن رباح الازدي خالد بن قیس بن رباح ازدي حدانی  
 الحدانی البصری صدوق بصری صدوق ہے غریب حدیثیہ  
 یغرب من السابعة - لاتا ہے۔

(تقریب ۱: ۹۰)

توثیبت ہوا کہ اگر ان روایت کی احادیث صحیحین میں ہوں اور وہ صحت کے درجے  
 سے نہ گریں تو الازرق بن علی پر بھی اسی طرح کے الفاظ ہوں تو اس کی حدیث کیوں درجہ  
 صحت سے گر جاتی ہے۔

اور پھر اس کو امام ابن حبان نے "ثقة یغرب" کہا ہے جیسا کہ خلاصہ تہذیب  
 الکمال میں علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزری فرماتے ہیں :

وقال ابن حبان ثقة یغرب۔ ابن حبان نے فرمایا کہ ثقہ ہے اور غریب

(خلاصہ تہذیب الکمال ۱: ۶۴) احادیث لاتا ہے۔

تو اس صفت کے راوی تو صحیحین میں بہت سارے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ (ثقة  
 یغرب)، والا راوی صحت کے درجے سے گر جاتا ہے تو پھر تو صحیحین کے بہت سارے  
 روایت درجہ صحت سے گر جائیں گے اور صحیحین کی صحت بھی مشکوک ٹھہرے گی۔ ملاحظہ

فرمایاں کہ یہ ثقہ یغرب کے الفاظ کس کس راوی کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔  
ابراہیم بن طھمان : اس راوی سے بخاری و مسلم سمیت تمام اصحاب صحاح ستہ نے روایت

لی ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں :  
 ثقہ یغرب و تعلم فیہ الارجا ثقہ ہے غریب حدیثیں لاتا ہے مرئی

(تقریب ۱ : ۳۰) ہے۔

بشر بن خالد : بخاری و مسلم کا راوی ہے یہ بھی ثقہ یغرب ہے۔

(تقریب ۱ : ۴۴)

(تقریب ۱ : ۲۰)

ابراہیم بن سوید : ثقہ یغرب

بشر بن سلیمان : صحیح مسلم کا راوی۔ ثقہ یغرب (تقریب ۱ : ۴۶)

الحسن بن احمد بن ابی شعیب۔ ثقہ یغرب (تقریب ۱ : ۶۸)

تو اب کیا کہتے ہیں دیوبندی علماء کرام کہ یہ تمام روایات صحیح کے مرتبے میں ہیں یا نہیں؟  
 اور ان کی روایات صحت کے درجے تک نہیں پہنچتیں؟  
 حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ یغرب اور غریب الحدیث کی اصطلاحات میں فرق نہیں  
 جانتے ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اگر کوئی ہٹ دھرمی سے کام لے اور کہے کہ ہم نہیں  
 مانتے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت صحیح کے مقام پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اس روایت  
 میں اگر یہ راوی ضعیف بھی ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ اس راوی  
 کا متابع موجود ہے۔ جو کہ امام ابو نعیم الاصبھانی کی سند میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابو نعیم  
 کی سند۔

بسنذکور

حدثنا علی بن محمود ثنا عبد اللہ

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بن ابراہیم بن الصباح ثنا

کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی  
قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ  
بن ابی بکیر ثنا یحییٰ بن ابی  
بکیر ثنا المستم بن سعید  
عن حجاج عن ثابت البنانی عن  
انس بن مالک قال قال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء  
احیاء فی قبورہم یصلون۔

(کتاب ذکر اخبار اصبحان ۲ : ۸۳)

اس سند میں ازرق بن علی راوی نہیں بلکہ اس کی بجائے عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن  
ابی بکیر ہے جو کہ ازرق بن علی کا متابع ہے اور ہے بھی ثقہ۔

ملاحظہ فرمائیں (اس راوی کے بارے میں) خطیب بغدادی فرماتے ہیں :

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر۔  
ابو عبد الرحمن اس نے اپنے زاد بچائی بن  
ابی بکیر جو کہ کرمان کے قاضی تھے سے  
سماعت کی اور اس سے احمد بن جعفر  
التغلبی یحییٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد نے  
روایت لی اور یہ ثقہ ہے۔

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ  
بن ابی بکیر، ابو عبد الرحمن  
سمع جده یحییٰ بن ابی بکیر  
قاضی کرمان روى عن احمد  
بن جعفر التغلبی و یحییٰ  
بن صاعد و محمد بن مخلد  
وکان ثقہ۔

(تاریخ بغداد ۱۰ : ۸۰)

امام ابوالشیخ اصبحانی فرماتے ہیں :

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ

بن ابی بکیر الکرمانی قدم  
اصبہان وحدث بہا و  
کان صدوقاً۔

وہ صدوق (سچا) ہے۔

طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہما ۲: ۲۸۳ بیروت)  
امام ابو نعیم فرماتے ہیں :

عبد اللہ بن محمد بن یحیی  
بن ابی بکیر الکرمانی ابو محمد  
وقیل ابو عبد الرحمن قدم  
اصبہان وحدث بہا وکان

صدوقاً۔ وہ صدوق (سچا) ہے۔

(کتاب ذکر اخبار اصبہان ۲: ۵۱)

امام ابن حبان فرماتے ہیں :

عبد اللہ بن محمد بن یحیی بن ابی بکیر کرمانی  
اپنے دادا یحیی بن ابی بکیر اور زید بن ہارون  
سے روایت کرتا ہے اور اس کا احمد بن  
یحیی بن زہیر السطری نے روایت کی  
ہے اور یہ مستقیم الحدیث ہے۔

عبد اللہ بن محمد بن یحیی  
بن ابی بکیر الکرمانی یروی  
عن جدہ یحیی بن ابی بکیر  
و یزید بن ہارون ثنا عنہ  
احمد بن یحیی بن زہیر  
السطری وغیرہم مستقیم  
الحدیث۔

کتاب الثقات لابن حبان ۸: ۳۶۵،

ثابت ہوا کہ یہ تابع جو کہ ازرق بن علی کا ہے یہ قومی اور ثقہ ہے اور دیوبندیوں کا

اس راوی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دینا ان کی کم علمی اور تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور علمی دنیا میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

## تیسرا اعتراض

مولوی سجاد بخاری غلام خانی صاحب نے لکھا ہے :  
 اس حدیث کا ایک راوی مسلم بن سعید ہے۔ وہ ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ  
 وہم کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔  
 حافظ ابن حجر نے لکھا ہے :

مسلم بن سعید الثقفی  
 الواسطی صدوق عابد ربما  
 وہم (تقریباً ۳۵۱)  
 دوسری جگہ لکھتے ہیں :  
 ابن جان نے اس کو ثقافت میں ذکر  
 کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ کبھی کبھی روایت  
 حدیث میں ثقافت کی مخالفت کرتا ہے۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات و  
 قال ربما خالف۔  
 تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۰۷

## جواب

قاریین کرام یہ ہے ان لوگوں کی علمی دیانت اور مبلغِ علم کہ ایک تو تہذیب سے صرف  
 ربما خالف کے الفاظ نقل کئے ہیں اور دیگر محدثین کے اقوال تعدیل مولوی صاحب نہ جانے  
 کیوں چھپا گئے ہیں۔ جبکہ یہ راوی ثقہ ہے اور ایسے ثقہ راوی پر مبہم جرح قطعاً مردود اور  
 ناقابلِ التفات ہے۔ ملاحظہ فرمائیں !

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں :

مستلم بن سعید الثقفی امام احمد نے فرمایا کہ یہ شیخ ثقہ ہے۔

الواسطی العابد ..... قال امام ابن معین نے فرمایا ہے صویح ہے۔

حرب عن احمد شیخ ثقہ جبکہ امام نسائی نے فرمایا کہ اس کی روایت

من اهل واسط قلیل میں کوئی حزن نہیں۔ ابن حبان نے اس کو

للحدیث وقال اسحاق بن ثقات میں بیان فرمایا اور کہا کہ کبھی کبھار

منصور عن ابن معین مخالفت کرتا ہے۔

صویح ..... وقال النسائی

لیس به بأس و ذکرہ ابن

حبان فی الثقات وقال یحییٰ

خالف۔

تہذیب التہذیب ۱۰ : ۱۰۴

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے جیسا کہ امام ابو داؤد نے امام احمد سے نقل فرمایا ہے۔

سمعت احمد قیل لہ

المستلم؟ قال! ثقہ۔ ثقہ ہے۔

رسوالات ابی داؤد فی المجرح والتعدیل ص ۳۲۱

امام ذہبی فرماتے ہیں :

صدوق سچا ہے۔

(الکاشف ۳ : ۱۱۹)

اب جبکہ یہ راوی ثقہ و صدوق ثابت ہو گیا تو رہا وہ فرد رہا مخالف

کے الفاظ اس راوی کو ثقات کے درجے سے گرا نہیں سکتے۔ ملاحظہ فرمائیں مشہور

دیوبندی عالم ظفر احمد عثمانی تھا نومی صاحب لکھتے ہیں :

اذا قالوا فی رجل : له اوهام اور جب کسی راوی کے بارے میں  
 اوہم فی حدیثہ اریحطی محدثین کہیں کہ لہ اوہام اسے  
 فیہ - فهذا لا ینزلہ عن کے لیے وہم ہیں یا وہ حدیث میں وہی  
 درجة الثقة ، فان الوہم ہے یا غلطی کرتا ہے تو یہ الفاظ اس کو  
 الیسیر لا یضر ولا یخلوا ثقہ کے درجے نہیں گراتے کیونکہ قلیل  
 احدا - وہم مضر نہیں ہے اور اس سے

دقواعد فی علوم الحدیث ۱۱۶۸ خالی دپاک کوٹی ایک بھی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح ہے ہی نہیں۔ اگر یہ جرح ہے تو پھر صحیحین سے بھی  
 ہاتھ دھو بیٹھیں۔ دیکھیں کتنے روایات کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ  
 الفاظ فرمائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

م: خت -  
 ابراہیم بن یوسف بن اسحاق - اسامہ بن زید اللبیدی - اسمعیل بن عبد الرحمن -  
 اسدی - امین بن نائل - جابر بن عمرو - جبر بن نوف - حاتم بن اسمعیل - حرب بن ابی اعلیہ  
 حرمی بن عمارہ - حزم بن ابی حزم - حسن بن الصباح - حسن بن فرات - حمید بن زیاد -  
 ربیعہ بن کلثوم - عبد اللہ بن عبد اللہ بن قیس وغیرہم کے بارے میں یہی الفاظ مروی  
 ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تقریب التہذیب۔

تو ثابت ہوا کہ یہ خود ساختہ اعتراض بھی پہلے اعتراضات کی طرح مردود ہے۔

## چوتھا اعتراض

اس حدیث شریف کی سند پر منکرین شان رسالت کا بزعم خویش بہت  
 وزنی اور بہت اہم یہ اعتراض ہے کیونکہ یہ ان کا خود ساختہ نہیں بلکہ یہ اعتراض



یائے علم و فن کے ایک بہت بڑے ماہر یعنی حضرت امام ذہبی نے کیا ہے۔

مولوی سجاد بخاری صاحب اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں :

ایک راوی حجاج بن الاسود ہے۔ یہ راوی ذات اور حال دونوں اعتبار سے  
رہل ہے۔ مسلم بن سعید کے سوا کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ حدیث جو اس نے  
ت بنانی کے واسطے سے حضرت انس سے بیان کی ہے، امام ذہبی اس کو حدیث منکر  
رہاتے ہیں۔

حجاج بن الاسود عن ثابت	حجاج بن الاسود ثابت بنانی سے
البنانی نكرة ما روى عنه	روایت کرتا ہے وہ مجہول العین و
فيما اعلم سوى مسلم بن	الحال ہے۔ میرے علم کے مطابق مسلم بن
سعید فاتی بخیر منكر عنه	سعید کے سوا کوئی اور اس سے روایت
عن الانس في ان الانبياء	نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے ثابت کے
احياء في قبورهم يصلون	ذریعے انس سے ایک منکر حدیث روایت
رواه البيهقي -	کرتا ہے کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

(میزان الاعتدال ۱ : ۲۶۰) (اقامة البرهان ۲۵۰)

## جواب

جناب سجاد بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ راوی ذات اور حال (مجہول العین و الحال) ہے یہ بالکل غلط ہے اور امام ذہبی نے بھی اس راوی کا مجہول ہونا کسی محدث سے نقل نہیں فرمایا یعنی امام ذہبی سے پہلے اس راوی کو کسی بھی محدث نے نکرہ یا مجہول نہیں لکھا۔ یہ امام ذہبی کا اپنا قول و اجتہاد ہے جو کہ عقل و نقل کے لحاظ سے خلاف واقعہ و غلط ہے۔ ملاحظہ فرمائیں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

وان قلت : فيه جهالة او نكرة او يجهل اولاً بعد  
وامثال ذلك ولم اعزوه الى قائل فهو من قبلي -

(میزان الاعتدال ۱: ۶)

"اگر میں کسی راوی کے بارے میں کہوں کہ اس میں جہالت ہے یا وہ نکرہ ہے  
یا جہالت کی نسبت اسکی طرف کی جاتی ہے وہ غیر معروف یا اس جیسا کوئی لفظ  
اور کسی کی طرف نسبت نہ کروں تو یہ جرح میری طرف سے ہوگی۔

ثابت ہوا کہ یہ امام ذہبی کا اپنا اجتہاد ہے :

پہلے نمبر پر تو بات یہ ہے کہ یہاں امام ذہبی کو سہو ہو گیا ہے۔ یہ راوی مچھول نہیں  
ہے جیسا کہ امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

حجاج بن الاسود..... انما	حجاج بن الاسود — وہ حجاج
هو حجاج بن ابى زياد الاسود	بن ابى زياد ہے جو کہ زق العسل کے
يعرف بزق العسل وهو	نام سے مشہور ہے اور بصری ہے۔
بصرى..... قال احمد	امام احمد نے فرمایا ثقہ ہے اور صالح
ثقة ورجل صالح و	آدمی ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا
قال ابن معين ثقة و	ثقہ ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ صالح
قال ابو حاتم صالح الحديث	المحدث ہے۔ امام ابن حبان نے اس
و ذكره ابن حبان في	کو کتاب الثقات میں (۶: ۲۰۲)
الثقات -	ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ۲: ۱۴۵)

اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کی تعدیل ہی نقل کی ہے۔  
جرح کا کوئی لفظ نقل نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب الجرح والتعدیل ۳: ۱۶۱ اور

امام یحییٰ بن معین نے کہا حجاج الاسود، بصری ثقہ ہے (تاریخ یحییٰ بن معین ۲: ۱۰۱)۔  
اب جبکہ یہ بات دلائل سے واضح ہو گئی کہ یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف اور  
زبردست ثقہ ہے تو یہ روایت بھی صحیح ثابت ہو گئی۔  
لیکن بعض حضرات امام ذہبی کی اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی  
کا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔  
مولوی سجاد بخاری لکھتے ہیں:

"اسماء الرجال میں امام ذہبی استقراء تام کے مالک ہیں اور اس فن میں ان کی  
رائے معاصرین اور بعد کے علماء کی رائے پر فائق اور راجح ہے۔ یہ بات لفظاً  
صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ امام ذہبی ایسا ماہر فن اور رجال کا وسیع علم رکھنے والا  
امام احمد، ابن معین اور ابو حاتم ایسے ائمہ جرح و تعدیل کی توثیق سے بے خبر ہو  
اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جریر، عیسیٰ، حماد اور روح ایسے ائمہ ثقات  
اس سے روایت کرتے ہیں اور اس بے خبری میں مجہول کہہ دیا..... الخ"

(اقامة البرهان، ۲۵۲)

ایک اور شخص یعنی شیر محمد صاحب مماتی نقل کرتے ہیں:  
"علامہ ذہبی وہ ہیں جن کو نقد رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے۔ جب علامہ ذہبی  
کو رواد اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد  
آنے والے جملہ محدثین کو امام ان پر اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان  
پر بلا وجہ یہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔"

(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲)

جواب

امام ذہبی کی اسماء الرجال تحقیق و علم میں استقراء تام کے درجہ میں ہے۔ یہ بجا

اور "رواۃ اور رجال کو پرکھنے کی مکمل مہارت ہے۔ یہ بھی صحیح لیکن امام ذہبی معصوم نہیں ہیں کہ ان سے غلطی کا امکان ہی نہ ہو اور اس راوی کو نکرہ کہنا ان کی غلطی ہے جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے اس راوی کے بارے میں امام ذہبی خود فرماتے ہیں :

قلت حجاج ثقة۔ حجاج ثقہ ہے۔

(تخصیص المستدرک ۴: ۲۲۲ کتاب الرقاق)

امام ذہبی خود اس راوی کو ثقہ گردانتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میزان میں یا تو علامہ ذہبی کو سہو ہو گیا ہے یا پھر انہوں نے بعد میں ویسے ہی اس جرح سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں :

حجاج الاسود القسملی ، اور اس کو حجاج

زق العسل بھی کہتے ہیں اور وہ حجاج بن

ابی زیاد ہے۔ جو کہ شہر، ابو نضرہ اور

محدثین کی ایک جماعت سے روایت لیتا

ہے اور بصری ہے اور صدوق ہے

اور اس سے جعفر بن سلیمان اور عیسیٰ

بن یونس و روح نے روایت کی ہے

وہ علماء میں ہے۔ امام ابن معین نے

اس کو ثقہ کہا ہے۔

حجاج الاسود القسملی

ویقال له حجاج زق العسل

وهو حجاج بن ابی زیاد حدث

عن : شہر و ابی نضرہ و

جماعة - بصری صدوق

روی عنه جعفر بن سلیمان

وعیسیٰ بن یونس و روح

وکان من الصالحاء وثقہ

ابن معین۔

رسیر الاعلام النبلا ۴: ۷۹ مؤسسة الرسالہ بیروت

اور یہ حجاج الاسود ہی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی جرح سے خود ہی رجوع فرمایا تھا۔ اور اگر کوئی

یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ راوی بہر حال مجہول ہے چونکہ اس کو امام ذہبی نے مجہول کہہ دیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ امام ذہبی نے تو بہت سارے ثقات کو میزان الاعتدال میں مجہول لکھ دیا ہے تو کیا آپ ان سب ثقہ راویوں کو فقط امام ذہبی کے کہنے پر مجہول مان لیں گے؟

آئیں چند مثالیں میزان سے پیش کرتا ہوں کہ امام ذہبی نے کن کن ثقہ روایت کے بارے میں مجہول وغیرہ جیسے الفاظ لکھے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں

الحسین بن الحسن بن یسار کہ اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے  
ذکرہ ابن ابی حاتم مجہول۔ یہ مجہول ہے۔

اب دیکھیں کہ راوی ایسا ہے کہ جس سے امام بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت لی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں مجہول لکھا گیا ہے۔

حضرت علامہ المزنی لکھتے ہیں :

الحسین بن الحسن بن یسار امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یہ ثقات مامونین میں سے ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس سے امام بخاری و امام مسلم اور امام نسائی نے روایت لی ہے۔	الحسین بن الحسن بن یسار ..... قال احمد بن حنبل من الثقات المامونین و قال النسائی ثقہ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات روی لہ بخاری و مسلم و نسائی۔
---	---

رتہذیب الکمال ۴ : ۴۵۹

حتی کہ امام ذہبی نے تو ایک صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ

لکھ دیئے ہیں۔

مدلاج بن عمرو اسلمی  
لا بیدری من هو۔  
یہ کون ہے نہیں جانا گیا۔ یعنی یہ  
مجهول ہے۔ (استغفر اللہ)

(میزان الاعتدال ۲: ۸۶)

امام حجر عسقلانی ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وهذا صحابي ذكره ابن  
حبان وغيره في الصحابة  
..... وهذا رجل من اهل  
بدر ولم يختلف عن ذكره  
احد من صنف في  
الصحابة۔  
یہ صحابی رسول ہے اور اس کا ذکر ابن  
حبان وغیرہ نے صحابہ میں کیا ہے اور  
یہ شخص اہل بدر میں سے ہے یعنی بدری  
صحابی ہے اور جس نے بھی صحابہ پر  
لکھا اس میں سے کسی کا بھی اختلاف  
اس کے صحابی ہونے میں نہیں ہے۔

(لسان المیزان ۶: ۱۲، ۱۳)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن کتاب کو طوالت سے بچانے  
کے لیے ہم انہی دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ دیے بھی عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

## پانچواں اعتراض

اس حدیث پر جناب شیر محمد صاحب ماقی اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔  
"در اصل حجاج بن اسود کی ثقاہت کی بحث کے علاوہ ان سے ماسوا مسلم  
بن سعید کے کسی نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔"

(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲)

جہاں تک حجاج بن اسود کا تعلق ہے تو ہم الحمد للہ اس کی ثقاہت قابل تردید حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے سوائے مسلم بن سعید کے اور کسی نے یہ روایت نہیں کی، یہ جرح ہے ہی نہیں۔ جب مسلم بن سعید ثقہ ہے تو پھر کتنے ہی راوی ہیں جو کہ بہت ساری احادیث منفرد ہیں لیکن ان احادیث پر اعتراض نہیں تو پھر اس پر کیوں ہے؟ آپ دور جائیں، صحیحین میں کتنے راوی ہیں جن سے صرف ایک ہی راوی روایت کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی اسماء بن الحکم الفزاری کے ترجمہ میں

باتے ہیں :

امام بخاری نے فرمایا کہ اس سے اس	وقال البخاری لم يرو عنه
حدیث کے سوا اور کوئی روایت نہیں	الا هذا الحديث وحديث
ہے اور اس کی کوئی دوسری حدیث	آخر لم يتابع عليه ....
متابع بھی نہیں ہے اور مزنی نے کہا	قال المزني هذا لا يقدم
کہ یہ بات صحت حدیث کے لئے مضر	في صحة الحديث لان
نہیں ہے کیونکہ متابع کا پایا جانا ہر	وجود المتابعة ليس شرط
صحیح حدیث کے لئے ضروری نہیں ہے۔	في صحة كل حديث صحيح
	(تهذيب التهذيب ۱: ۷۶۷)

جناب نضر احمد عثمانی تھانوی

اور پھر مشہور دیوبندی

نے لکھا ہے :

من لم يرو عنه الا واحد      کہ جس راوی سے صرف ایک ہی راوی

فقط لا یمتنع ان یکون ثقة روایت کرے اس کے ثقتہ اور قابل  
 محتسباً بہ (قواعد فی علوم الحدیث ۲۳۷) احتجاج ہونے کے معنی نہیں ہے  
 اور علامہ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحازمی فرماتے ہیں:

لا نھما قد خر جانی کتابھما کیونکہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب  
 احادیث جماعتاً من میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایات  
 الصحابہ تالیس لھم الا لی ہیں کہ جن سے صرف ایک ہی راوی  
 راو واحد و احادیث روایت کرنے والا ہے اور وہ حدیث  
 لا تصرف الامن جھت سوائے اس ایک جھت کے کسی وجہ سے  
 واحداً - پہچانی بھی نہیں جاتی یعنی اس کا متابیح  
 (شروط الامت الخمسة مد۹) بھی کوئی نہیں ہے۔

اور پھر علامہ الحازمی نے تفصیلاً ایسی احادیث کو نقل بھی کیا ہے کہ جن میں بعض  
 مقامات پر صرف ایک ہی راوی ہے۔

توجب مطلقاً ایک راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو وہ  
 صحت حدیث کے معنی نہیں ہے۔ تو پھر حجاج بن اسود سے تو کئی دیگر راوی بھی  
 روایت کرتے ہیں۔ اس لیے یہ اعتراض بالکل بچکانہ اور پاکلانہ اعتراض ہے۔

## اعتراض

جناب شیر محمد مائی جھنگوی صاحب نے لکھا ہے۔

یہ حدیث الانبیاء اھیاء فی قبورھم یصلون جو کہ بذم موصوف  
 حیاة النسبی بحیاة ونویہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ کے عقیدہ کی مرکزی دلیل ہے۔ صرف  
 مسند ابی یعلیٰ و مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم



گرامی حضرت انس بن مالک ہے رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔ پھر آگے ان کے بیسیوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا نام حجاج بن اسود ہے پھر ان سے صرف مسلم بن سعید روایت کرتے ہیں۔ اب مسلم بن سعید کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن بن قتیبہ خزاعی ہے اور یہ حسن بن قتیبہ خزاعی ابن عدی اور مسند بزار کا راوی ہے۔۔۔۔۔۔ یہ صاحب ہالک الحدیث، متروک الحدیث، ضعیف، کثیر الوہم ہے۔

اب مسلم بن سعید کا ایک ہی شاگرد رہ گیا اور وہ ہے یحییٰ بن ابی بکر۔ پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابولعلی موصلی متوفی ۲۷۰ھ ہیں۔

الغرض حضرت انس سے لے کر ابولعلی موصلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۷-۶ آدمی ہیں اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں۔ سب متفرد ہیں۔  
(ایضاً تسکین الصدور، ۲۶-۲۷)

اسی سے ملتا جلتا اعتراض سجاد بخاری غلام خانی نے بھی اقامۃ البرمان<sup>۳۵۲</sup> ص ۳۵۲ پر نقل کیا ہے۔

جواب

اس اعتراض کا سلسلہ وار جواب ملاحظہ فرمائیں :

(۱) یہ حدیث صرف مسند ابی لعلی اور مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک ہے۔ اس دیوبندی مہاتمی مولوی صاحب

کا علم تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث اس کے مطابق صرف مسند ابی لعلی اور مسند بزار میں ہے حالانکہ ہم پچھلے صفحات میں واضح کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو کم و بیش نو حدیثین نے اپنی اپنی کتب میں باسند نقل کیا ہے

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ صرف ایک صحابی حضرت انس بن مالک سے مروی ہے تو یہ تو کوئی جرح نہیں ہے۔ کتنی احادیث صحیحین میں موجود ہیں جو کہ صرف ایک صحابی سے مروی ہیں اور آگے ان سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی ہے۔ کسی صحیح حدیث کا متابع نہ پایا جانا کوئی عیب و جرح نہیں ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

اعراض کا دوسرا حصہ

ان حضرت انس کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں۔ جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔

جواب

اگر واقعاً ایسا ہی ہوتا کہ حضرت انس سے یہ روایت صرف حضرت ثابت بنانی ہی روایت کرتے ہیں تو پھر بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ حضرت ثابت بنانی زبردست ثقہ تابعی ہیں اور ثقہ کا تفرّد مضر نہیں۔

لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرنے میں ثابت بنانی کے ساتھ عبدالعزیز (عند البزار) اور ابوالمیخ (عند البیهقی) بھی موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں امام بزار فرماتے ہیں :

حدثنا محمد بن عبد الرحمن  
بن المغفل الحراني، ثنا  
الحسن بن قتيبة المدائني  
ثنا حماد بن سلمه عن  
عبد العزيز عن انس قال  
قال رسول الله صلى الله  
عليه وسلم الانبياء احياء  
يصلون في قبورهم -

بسنہ مذکور ،  
حضرت عبدالعزیز حضرت انس سے  
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا - انبیاء کرام زندہ  
اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں ۔

ذکشف الاستار عن زوائد البزار ۳ : ۱۰۰ کتاب اعلام النبوة ،

تو اس سند میں حضرت ثابت بنانی کے حضرت عبدالعزیز متابع ہیں ۔  
اور امام بیہقی نقل کرتے ہیں

احيونا ابو عثمان الامام انبا  
زاهد بن احمد انبا ابو جعفر  
محمد بن معاذ الماليني ثنا  
الحسين بن الحسن ثنا مؤمل  
ثنا عبید الله بن ابی حمید  
الهدلي عن ابی الملیع عن  
انس بن مالك الانبياء في  
قبورهم احياء يصلون -

بسنہ مذکور  
جناب ابوالملیح حضرت انس سے  
روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام قبروں  
میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ۔

رحیاء الانبياء للبیہقی ۱۷۱ ،

تو ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بھی کم علمی یا تعصب کا نتیجہ ہے اور حقیقت کے ساتھ

اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

تو جب یہ اعتراض ہی باطل و مردود ہے تو آگے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت  
ثابت سے حجاج بن الاسود اور حجاج بن الاسود سے سوائے مسلم کے یہ روایت کسی  
نے بھی روایت نہیں کی لپتے آپ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یہ اعتراض کہ —

مسلم کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک  
کا نام تو حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جو کہ مجرد راوی ہے۔

اب مسلم بن سعید کا صرف ایک ہی شاگرد رہ گیا وہ ہے یحییٰ بن ابی بکیر پھر اس  
کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلیٰ موصلی  
ہے۔

— بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا بلکہ یہ اعتراض تو معترض کی علمی لپستی پر ماتم  
کر رہا ہے کہ اس کو اتنا بھی علم نہیں کہ یحییٰ بن ابی بکیر سے صرف ابوالجہم الازرق بن  
علی ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر بھی یہ روایت کرتا ہے۔  
اور وہ ثقہ ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ابوالنعیم کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

## اعتراض

اس صحیح حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ :

الغرض حضرت انس سے لے کر ابویعلیٰ موصلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل

۶-۷ آدمی ہیں۔ اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرنے میں سب متفرد ہیں۔

اگر مسئلہ ایسے ہی ہوتا تو پھر بھی مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ سب راوی ثقہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی متفرد نہیں ہے۔

(الحمد لله رب العالمين)

### تنبیہ

اس حدیث پر 'منکر' کا اطلاق ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ منکر وہ روایت ہوتی ہے کہ جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے۔ یا پھر بقول بعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے۔ جبکہ اس حدیث میں نہ تو کوئی ضعیف راوی ہے کہ وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور نہ ہی ثقہ کسی اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

اور جس حدیث کو اس کے مقابلے میں مقبول روایت قرار دیا جا رہا ہے وہ دراصل ایک اور روایت ہے بلکہ وہ روایت: صورت علی قبر موسیٰ و هو قائم یصلیٰ فیہ: اس کی شاہد و موید روایت ہے نہ کہ اس کے مخالف جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

ولحیاء الانبیاء بعد موتہم	اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاء بعد
صلوات اللہ علیہم۔ شواہد	از وفات پر صحیح احادیث میں سے شواہد
من الاحادیث الصحیحة	موجود ہیں۔ ان میں سے وہ حدیث صحیحہ
منہا..... ان النبی صلی	ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج
اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسر	کی رات حضرت موسیٰ پر گزرے تو

بہ مَرَّ عَلٰی مُوسٰی عَلَیْہِ  
السَّلَامِ وَهُوَ یَصِلُ فِی قَبْرِہِ۔

رَحِیَاةُ الْاَنْبِیَاءِ : ۱۹

اور حضرت علامہ سخاوی اپنے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی سے نقل فرماتے ہیں۔

وَشَہَادَاتُ الْحَدِیثِ الْاَوَّلِ  
مَا ثَبَّتَ فِی صَحِیْحِ مُسْلِمٍ مِنْ  
رَوَایَةِ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ  
النَّسِیْرِ رَفَعَهُ مَرَّتَ بِمُوسٰی  
لَیْلَةَ اَسْرٰی بَیْ عِنْدَ الْکِیْثِ  
الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ یَصَلُّ فِی  
قَبْرِہِ۔

پہلی حدیث (الانبیاء احیاء فی  
قبورہم یصلون) کا شاہد و  
مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد  
بن سلمہ کی سند سے حضرت انس سے  
مرفوعاً بیان ہوئی کہ میں موسیٰ پر گزرا  
معرّاج کی رات کو ریت کے سرخ ٹیلے  
کے پاس تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز

پڑھ رہے تھے۔ (القول البدیع : ۱۶۸)

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اس کی مؤید و شاہد ہے نہ کہ اس کی مخالف کہ ایک  
کو رد کیا جائے تب دوسری کا اثبات ہوگا۔ جب دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک  
دوسری کی مخالف نہیں ہیں تو دونوں کو صحیح مانا جائے گا۔

## حدیث نمبر ۳

وقد روى من وجه آخر عن انس بن مالك موقفاً  
 اخبرنا ابو عثمان الامام رحمه الله انبا زاهر بن احمد  
 انبا ابو جعفر محمد بن معاذ الماليني ثنا الحسين  
 بن الحسن ثنا مومل ثنا عبيد الله بن ابي حميد الهذلي  
 عن ابي المليح عن انس بن مالك : الانبياء في  
 قبورهم احياء يصلون -

اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے یہ روایت  
 موقوف بیان کی گئی ہے -

سند مذکور :

حضرت ابو المليح حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرات  
 انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں -



اس موقوف روایت میں حضرت ابو المليح بن اسامہ الهذلی حضرت امام ثابت بنانی  
 کے متابع اور شاہد ہیں اور یہ موقوف روایت اس سے پہلی روایت مرفوع کی تائید  
 کر رہی ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ الانبياء احياء في قبورهم يصلون کے الفاظ  
 حضرت انس بن مالک سے سوائے ثابت بنانی کے اور کوئی راوی روایت نہیں کرتا۔  
 بالکل غلط ہے۔ جناب ابو المليح تابعی اور ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تہذیب الکمال للزمی ۲۲:

- ۵۶۰۵۵

یہ روایت امام بیہقی نے چونکہ عن ثابت عن انس سے مرفوع روایت کی تائید میں بیان کی ہے لہذا اگرچہ اس کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی حمید ضعیف ہے پھر بھی اس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ متابع اور شواہد میں ضعیف راوی کی روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ محدثین حضرات نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

لا انحصار للمتابعات في الثقة  
كذلك الشواهد وذا قال  
ابن الصلاح: واعلم انه  
قد يدخل في باب المتابعات  
والاستشهاد رواية من  
لا يحتج بحديثه وحدها.  
بل يكون معدودا في  
الضعفاء. وفي كتابي الجهاد  
ومسلم جماعة من الضعفاء  
ذكرهم في المتابعات والشواهد.  
فتح المغيث شرح الفية الحديث  
۱: ۲۰۹

متابعات کے لیے صرف ثقہ پر ہے  
انحصار نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح  
شواہد میں چونکہ امام ابن الصلاح نے  
فرمایا کہ جان لینا چاہیے کہ متابعات اور  
استشہاد کے باب میں ایسے راوی کی  
حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ جس کی  
حدیث سے مستفرد ہونے کی حالت میں  
احتجاج نہ کیا جائے بلکہ اس میں ضعیف  
بھی شمار ہوں گے اور صحیح بخاری و مسلم  
میں ایک جماعت ضعیف راویوں کی  
ہے کہ ان کو متابعات و شواہد میں ذکر  
کیا گیا ہے۔

یہی اصول ابن الصلاح نے "مقدمہ ابن الصلاح" امام نووی نے  
کتاب الارشاد "طلاب الحقائق الی معرفة سنن خیر الخلائق" ۱: ۲۲۳، ۲۲۴  
امام ابن یقین نے "المقنع فی علوم الحدیث" ۱: ۱۸۸، ۱۸۹ "امام ابو یوسف زکریا  
الانصاری نے فتح الباقی بشرح الفیة العراقی ص ۱۸۱" امام جلال الدین سیوطی



نے "تدریب الراوی ۱: ۲۲۵ میں بیان فرمایا ہے۔

جناب مولوی ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وفي تعليق الحسن: الضعيف

التعليق الحسن میں ہے کہ ضعیف روایت

يكفي بلاعتضاد وفي موضع

تأيد کے لیے کافی ہے اور اسی کتاب

منه: الضعيف يصلح للتقوية.

میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ضعیف تقویت

(قواعد علوم الحديث: ۶۸) کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تو یہ روایت اگرچہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہو تو تاہم اور بہت

کے طور پر اس کو پیش کرنا جائز ہے۔ اسی لیے امام بیہقی نے اس روایت کو یہاں پیش

کیا ہے۔

## حدیث نمبر ۱۶۸

وروی لما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو حامد  
بن علي الحسنوي أملاً ثنا أبو عبد الله محمد بن العباس  
المختصي ثنا أبو الربيع الزهراني ثنا اسماعيل بن طلحة  
بن يزيد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن ثابته  
عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:  
ان الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد اربعين  
ليلة و لكنهم يصلون بين يدي الله عز وجل  
حتى ينفخ في الصور.

بسنذكر:

حضرت انس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد  
فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں چالیس روز کے بعد نہیں پھوڑے جاتے  
مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کے حضور پھونکنے تک (یعنی قیامت تک) نماز  
پڑھتے ہیں۔



اس حدیث کی امام دہلی نے بھی تخریج کی ہے ملاحظہ ہو فردوس الاخبار ۱: ۲۴۲

حاکم فی التاریخ کذا فی کنز العمال ۱۱: ۴۷۳، ۴۷۴۔

اس روایت میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہے جو کہ مختلف فیہ ہے۔ محدثین کی اکثریت نے اس پر کلام کیا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے اس کے تعدیل بھی فرمائی ہے۔

امام عجل فرماتے ہیں : محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کوئی۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کوئی، صدوق (سچا) اور ثقہ ہے۔ وہ فقیہ اور صاحب سنہ تھا اور سچا اور جائز الحدیث ہے۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کوئی، صدوق ثقہ... وکان فقیہا، صاحب سنہ... وکان صدوق جائز الحدیث۔

(تاریخ الثقات، ۱۲۰۷)

امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں :-

محلہ الصدق کان سبی الحفظ شغل بالقضاء فإحفظه لایثم لبشی من الکذب... وسئل البوزرعی فقال هو صلح لیس باقوی ما یكون۔ (المجروح والتعدیل ۷ : ۳۲۳)

اس کا محل (مقام) صدوق (سچا) اور کمزور حافظ کا مالک، قضا کے معاملات میں مشغول رہا اس لیے اس کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ امام ابو زرہ سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا وہ سارح ہے اور اتنا قوی نہیں جتنا کہ ہوتا چاہیے۔

امام برزعی امام ابو زرہ رازی سے نقل فرماتے ہیں :

سألت البوزرعی عن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں پوچھا تو

ابی لیلیٰ فقال: رجل انہوں نے کہا کہ وہ شریف آدمی  
شریف۔ ہے۔

رأسلة البروفی عن ابی ذرعتا و کتاب الضعفاء ۲: ۷۳۷  
شاید اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبیہتی

وبیہتی از روایت انس می آرد اور بیہتی نے حضرت انس سے جو روایت  
صحیح می کند۔ کہے صحیح ہے۔

(جذب القلوب، ۱۹۹)

وهذا ان صح بهذا اللفظ، فالمراد به والله اعلم  
لا يتركون الا هذا المقدار ثم يكونون مصلين  
فيما يدي الله عز وجل كما روينا في الحديث الاول.  
یہ حدیث اگر ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے  
مقدار (یعنی چالیس راتیں) چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر اپنے رب کے حضور نماز  
پڑھتے ہیں جیسا کہ پہلی حدیث میں ہم نے روایت کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

مراد آل بود کہ حیات ایساں در قبر  
دام و مستمر است و لیکن در مدت اربعین  
بحال نماز و عبادت ظاہر نہ بود۔  
و جذب القلوب الی دیار المحبوب (۱۹۹۲)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ  
انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے  
بعد نماز پڑھتے سے چھوٹے نہیں جاتے  
بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز  
پڑھتے ہیں۔

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ  
 فالمراد انهم لا یترکون قبر میں ان (انبیاء کرام) کی حیات الہی  
 یصلون الہذا المقدر اور ہمیشگی والی ہے لیکن چالیس دن تک  
 و یكون مصلین بین یدی ان سے نماز و عبادت کا ظہور نہیں ہوتا  
 اللہ۔

(زرقانی شرح المواہب ۵: ۳۳۵)

حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

فالمراد به واللہ اعلم لا پس اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ نہیں  
 یترکون لا یصلون الہنا چھوڑے جاتے یعنی نہیں نماز پڑھتے  
 المقدر ثم یكونون — وہ مگر اسی مقدار کے بعد وہ اللہ  
 مصلین فیما بین یدی تعالیٰ کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ: قال البیهقی و اور امام بیہقی نے کہا کہ انبیاء کرام کی  
 لحیاء الانبیاء بعد موتہم حیات بعد از وفات پر احادیث صحیحہ  
 شواہد من الاحادیث الصحیحہ سے شواہد موجود ہیں۔

(شفاء السقام، ۱۸۰)

اور کم و بیش اسی طرح کی عبارت علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی نے  
 القول البدیع، ص ۱۶۸ میں نقل فرمائی ہے۔  
 اس حدیث کے کئی شواہد ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

شاہد اول

حدثنا محمد بن ابی زرعہ بسند مذکور

الدمشقی، ثنا هشام بن  
خالد، ثنا الحسن بن یحیی  
الحشبتی، عن سعید بن  
عبد العزیز، عن یزید بن  
ابی مالک عن انس بن مالک  
قال رسول الله صلی الله  
علیه وسلم ما من بنی یوت  
فیقیم فی قبره الاربعین  
صباحا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا۔ جو نبی بھی وفات  
پاتا ہے تو چالیس دن تک اپنی  
قبر میں ٹھہرتا ہے۔  
رحمتی کہ اسکی طرف روح لوٹادی  
جاتی ہے)

(رحمتی ترد علیہ الروح)

هذه الزيادة عند ابن العراق في تنزيه الشريعة ۱ : ۲۲۵

مسند الشاميين لامام طبرانی ، ۱ : ۱۹۴ ، ۲ : ۲۲۰

الرسائل القشيرية ، ۱۳ ، حلية الاولياء لابن نعيم ، ۸ : ۳۳۳

كنز العمال ۱۱ : ۴۷۵ ، ابن جبان في المجر وحين ۱ : ۲۲۵ ، ۲۲۶

اس روایت کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے کیونکہ اس کی سند  
میں الحسن بن یحیی الحشبتی منکر الحدیث ہے۔

لیکن امام سیوطی نے اس پر تعقب کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔  
ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (التعقبات علی الموضوعات ، ۵۳ باب المناقب)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی فرماتے ہیں :

(تعقب ، بان الحشبتی من رجال ابن ماجه فعصا  
(تعقب ، کیونکہ الحشبتی (الحسن بن یحیی)  
ابن ماجہ کے رجال میں سے ہے۔ اکثر

الاکثر ولم ينسب الى وضع  
ولا كذب وقال دحيم و  
ابوداؤد لا بأس به وقال  
ابوحاتم صدوق سي الحفظ  
وقال ابن عدی تحتل روایا  
ومن هذه حالته لا يحکم  
على حدیثه بالوضع و  
لحدیثه مشاهد يرتقى  
بها الى درجة الحسن و  
قال الحافظ ابن حجر في  
تخریج احادیث الرافعی  
قد الف البيهقی جزرا  
في حياة الانبياء في  
قبورهم و ارد فيه عدة  
احادیث تؤیدة هذا۔

نے اس کی تعریف کی ہے لیکن کسی  
ایک نے بھی وضع اور جھوٹ کو اس کی  
طرف متسوب نہیں کیا۔ دحیم اور ابوداؤد  
نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔  
ابوحاتم نے کہا کہ صدوق (سچا) مگر  
سی الحفظ ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ  
یہ اپنی روایات اٹھانے والا زیاد  
رکھنے والا ہے۔ تو اس حالت میں  
اس کی حدیث پر وضع کا حکم نہیں  
لگایا جاسکتا اور پھر اس حدیث کے  
شواہد موجود ہیں جو کہ اس کو حسن کے  
درجہ میں لے جاتے ہیں اور حافظ ابن  
حجر نے تلخیص الجبر میں کہا۔ امام بیہقی نے  
حیات الانبیاء میں ایک مستقل جزیر تصنیف کیا  
اور کافی احادیث اس مسئلہ کی تائید میں پیش کی ہیں۔

(تنزیة الشريعة المرفوعة ۱: ۳۲۵)

علامہ جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں:

وقال احمد بن سعد بن  
ابی مریم : سألت يحيى بن  
معين عن الحسن بن يحيى  
الخشني فقال ثقة خراساني  
تهذيب الكمال ۴: ۳۲۵

یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہے۔



ان دلائل و حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بطور تائید پیش کی جاسکتی

ہے۔

## دوسرا شاہد

اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو امام ویلی نے روایت کیا ہے۔

عشرة لا يتركون في قبورهم دس شخصیات ہیں کہ ان کو قبور میں

ولكنهم يصلون بين يدي نہیں چھوڑا جاتا مگر اس حالت میں کہ وہ

الله عز وجل حتى ينفخ في اللہ کے حضور صور پھونکنے تک نمازیں سے

الصور۔ الانبياء..... الخ پڑھتے ہیں۔ ان میں سے انبیاء ہیں۔

(فردوس الاخبار ۲۶: ۶۴)

ان شواہد کے ساتھ حدیث شریف: ان الانبياء لا يتركون في قبورهم

کم از کم حسن لغیرہ ہے۔ اور یہ تمام احادیث مل کر حدیث الانبياء احياء في قبورهم

یصلون کے شواہد و متابعات بنتی ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو

گئی کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ (ولله الحمد على ذلك)۔

وقد یحتمل ان یکون المراد به رفع اجسادهم مع ارواحهم  
اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ انکے اجساد و حوں سمیت اٹھ جاتے ہوں۔

اے اگر تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ  
تشریف لے جاتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ  
کبھی کبھی تصرف فرمانے کے لیے کہیں تشریف لیجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آگے  
(سلسلے حاشیہ) چل کر تفصیلاً بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ المولیٰ) کیونکہ حضرات انبیاء کرام اگر اجسام  
مع الارواح اٹھ جاتے اور قبور خالی رہ جاتیں تو پھر قبور کی زیارت کا کیا فائدہ تھا؟ اور آئندہ  
آنے والی تمام احادیث مہمل قرار پائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سے اٹھ جانے سے  
مراد صرف یہ ہے جیسے آدمی بیدار ہو جائے۔ اس طرح وہ حضرات عبادت کے لیے بیدار ہو  
جاتے ہیں اور اللہ کے حضور عبادت کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

## حدیث نمبر ۵

فقد روى سفيان الثوري في "الجامع" قال شيخنا  
لنا عن سعيد بن المسيّب قال: ما مكث نبى في  
قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يرفع.

امام سفيان ثوری نے اپنی "جامع" میں روایت کی ہے کہ ہمارے شیخ نے  
حضرت سعید بن المسيّب سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ کوئی نبی  
اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ حتیٰ کہ اس کو اٹھایا جاتا ہے۔



یہ الفاظ ان معنوں میں صحیح نہیں ہیں :

اولاً تو یہ حضرت سعید بن المسيّب کے الفاظ ہیں۔ یہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔  
جبکہ انبیاء کرام کا اپنی اپنی قبور مقدسہ میں تشریف فرمانا اور نمازیں پڑھنا صحیح مرفوع احادیث  
میں موجود ہے۔

ثانیاً حضرت سعید بن مسیب سے اس کے برعکس روایت موجود ہے جو کہ دارمی والعم  
وغیرہما نے ان سے نقل فرمائی ہے کہ آیامِ حترہ میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ  
سے اذان و اقامت کی آواز سناتے تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً آئے گا۔

ثالثاً ان الفاظ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو کہ بعض حضرات نے کشید کرنے کے  
کوشش کی ہے کہ حضرات انبیاء کرام اب قبور مقدسہ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بیہقی کے

اس کے ساتھ ملحق آنے والے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ امام بیہقی کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں لیکن بعض اوقات جہاں چاہیں اللہ کے حکم سے تشریف لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور بیت المقدس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بھی کرتے ہیں اور آسمانوں میں بھی تشریف فرما ہیں۔

### ایک پیش کردہ روایت کا تجزیہ

ان الفاظ کی تائید میں ایک روایت امام رافعی اور امام غزالی سے یوں پیش کی جاتی ہے۔

انا اکرم علی ربی من ان کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے  
 یترکنی قبری بعد ثلاث بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد  
 قبر میں چھوڑے۔

اس سے بھی بعض حضرات یہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر زندہ بھی ہیں تو قبر میں نہیں ہیں بلکہ جنت یا کسی اور جگہ ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے

یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس لیے نہ تو اس کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کو تائید پیش کیا جاسکتا ہے۔  
 اس کے بارے میں محدثین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

وذكر الغزالي ثم الراجعي حديثا  
 اور ذکر کیا امام غزالی اور پھر رافعی نے

مرفوعاً انا اکرم علی ربی من  
ان یترکنی فی قبری بعد  
ثلاث لا اصل له ۔  
(القول البلیغ ، ۱۷۸)

مرفوعاً کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس  
سے زیادہ بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن  
کے بعد میری قبر میں چھوڑے ۔ اس  
حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے ۔ (یعنی  
موضوعاً ہے)

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

محققین اہل حدیث و شراح اہل برآمد  
کہ حدیث — انا اکرم علی ربی  
الی آخرها بصحت زبیدہ اند و  
بہ ثبوت نہ پیوستہ و در راویاں کسی  
ہست کہ بسوی حفظ بلکہ زیادہ ازاں  
منسوب است و اگر صحیح باشند تاویلش  
آنت کہ مراد ترک ست بی اشتغال  
بعمل و عبادت مولی و بعد از مفی مدت  
ہم در قبر اند مشغول بصلوٰۃ و طاعت  
حق .....

اور محققین محدثین و شارحین حدیث نے  
فرمایا ہے کہ حدیث انا اکرم علی ربی  
(آخر تک) درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔  
اس کے راویوں میں بعض سوئے حفظ  
بلکہ اس سے بھی زیادہ جرح کی طرف  
منسوب ہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ثابت  
ہو جائے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ بغیر  
عبادت کے نہیں چھوڑے جاتے بلکہ تین  
روز کے بعد قبر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت  
اور نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ، ۱۸۸)

۳۔ حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں :

دھو علی هذا لا یدل علی  
انہ بعد الاربعین لا یقیم  
فی قبرہ بل ینخرج منه و  
اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ  
اپنی قبر میں مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں  
سے چلے جاتے ہیں بلکہ یہ تو اس پر دلالت

انما یدل علی انہ لایبقی فی  
 القبر میتا کسائر الاموات۔  
 اکثر من اربعین صباحا  
 بل ترد الیہ روحہ ویکون  
 حیا واین هذا من دعوی  
 الخروج من القبر بعد  
 الاربعین۔

(تفسیر روح المعانی ۲۲ : ۳۸)

کرتی ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں عام مردوں  
 کی طرح نہیں رہتے بلکہ ان کی روح  
 ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور وہ  
 زندہ ہوتے ہیں۔ چالیس دن کے بعد  
 قبر سے نکل کر چلے جانے کے دعوے سے  
 اس کا کیا تعلق!

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں یا جنت میں !

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں حیات حقیقیہ زندہ ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

قبور ان حضرات کے لیے کوئی قید خانہ نہیں ہیں بلکہ دنیا میں جہاں چاہیں تصرف فرمائیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو قبر میں زندہ ماننے کی بجائے جنت میں مانا جائے تو یہ زیادہ آپ کی عزت کے لائق ہے اور قبر میں زندہ ماننا ایک قسم کی گستاخی ہے۔ (معاذ اللہ) ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کئی جنتوں کی جنت ہے اس لیے آپ کا اس میں تشریف رکھنا آپ کی گستاخی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر منورہ میں زندہ ہونے پر ہم مختصراً عرض کرتے ہیں۔  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

اور علامہ قونوی نے جو حضور صلی اللہ علیہ	اما آنکہ قونوی تفضیل وترجیح دادہ
وہ کے قبہ انو میں ہونے پر جنت میں ہونے	بودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بہشت
کو ترجیح و فضیلت دی ہے تو اس کا	اصلی استمرار در قبر شریف - جواب وے
جواب یہ ہے کہ جب عام مومنین کی	آنتست کہ قبر احاد مومنین روضہ است
قبریں جنت کے باغیچے ہیں تو حضور صلی	از ریاض جنت پس قبر شریف سید
اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ان سب میں	المرین افضل ریاض جنت باشد و تواند
افضل ترین جنت کا باغ ہوگی اور	بود کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہم در قبر از لہر
ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	و نفوذ حالتی بود کہ از سموت وارضے

و جنان حجاب مرتفع باشد بے تجاوز  
و انتقال نرید کہ امور آخرت و احوال  
بدرخ را بر احوال دنیا کہ مقید و مضیق  
حدود و جہات است قیاس نتوان کرد  
و جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۸

کو قبر منور میں ایسا تصرف دیا گیا ہو اور ایسی  
حالت عطا فرمائی گئی ہو کہ آسمانوں زمین  
اور جنت سب کے حجاب اٹھائیے گئے ہوں۔  
بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے  
مقام سے آگے جائیں یا کہیں منتقل ہوں۔

اس لیے کہ امور آخرت اور احوال بدرخ  
کا قیاس اور اس دنیا کے احوال پر نہیں  
کیا جاسکتا جو مقید ہے اور جس کی حدود

اور جہات نہایت تنگ ہیں۔

حضرت غزالی نماں رازی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ  
علیہ شیخ محقق کی مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس عبارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان تطبیق  
ہو گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں اور بغیر اس  
کے کہ اپنے مقام شریف سے تجاوز (حسی) فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں زمینوں اور آسمانوں  
اور قبر انور جمیع المکنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ  
ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا جو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کا موجب ہو۔

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہو۔  
تو اس کا جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی  
حدود و جہات بہت ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے  
اس لیے عالم آخرت اور برزخ کا قیاس اس دنیا پر نہیں کیا جاسکتا اور اس میں شک نہیں



کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سجا اور درست فرمایا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کر لیا جائے۔ کسی کوتاہ اور تنگ نظر کو فراخ اور وسیع شئی کی طرح تسلیم کر لیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ قبر انور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی۔ لہذا کوئی تعارض اور اشکال

باقی نہ رہا۔

(حیات النبی، ۱۰۶، ۱۰۷)

جناب ابن اقیم حنبلی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

و معلوم بالضرورة ان  
جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فی الارض طری مطرا۔ وقد  
سأله الصحابة: کیف تعرض  
صلاتنا علیک و قد اومت؟  
فقال: ان اللہ حرم علی  
الارض ان تاكل اجسا۔  
الانبياء۔ ولو لم یکن جسده  
فی ضریحتی لما اجاب بهذا  
الجواب۔  
وقد صح عنه ان خرج  
بین ابی بکر و عمر  
رضی اللہ عنہما۔ وقال  
هكذا نبعت۔

بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تو وہ  
تازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ  
نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے  
کے بعد آپ پر ہمارا درود و سلام  
کیسے پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے  
مٹی پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام  
کو کھائے۔ اگر آپ قبر انور میں موجود  
نہ ہوتے تو یہ جواب غلط ہو جاتا ہے۔  
آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے  
آپ کی قبر پر فرشتے مقرر فرمائیں  
ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام  
پہنچاتے ہیں ہیں۔ ایک دفعہ حضرت  
ابوبکر و عمر کے درمیان باہر نکلے اور  
فرمایا اس طرح ہم قبر سے اٹھائے جائیں گے

(کتاب الروح ص ۷۲)

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں موجود ہیں اور آپ کا جسم اقدس اسی طرح تروتازہ ہے جس طرح اس دنیا میں تھا اور اس میں روح مبارکہ موجود ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے جسد النور کو تو ہم بھی قبر میں مانتے ہیں اور تروتازہ بھی مانتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ کی روح مبارکہ جنت میں ہے کیونکہ آپ کی روح مبارکہ کو جنت میں ماننا ہی ادب اور آپ کی شان کے لائق ہے۔

## جواب

ہم پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ آپ کی قبر منورہ جنت ہی ہے کیونکہ ایک مومن کی قبر کے بارے میں یہ ارشاد ہے:

القبر روضة من رياض الجنة      قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ  
او حفرة من حفرة النار۔      یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے۔  
ترمذی

فردوس

نقلہ ملا علی القاری وقال حسنه الترمذی فرائد القلائد  
ص ۲۵ بیروت

الترغيب والترهيب للاصبهاني عن علي ابى ابي طالب / ۱۱۱  
الترغيب في التقوى

کنز العمال ۶۹۹/۱۵ حدیث نمبر ۴۲۷۹۷

اور پھر آپ کی روح مبارکہ کا آپ جسم اقدس میں موجود ہونا اس پر بے شمار احادیث دلائل کرتی ہیں جیسا کہ اس کتاب کی متن و شرح میں آگے آ رہا ہے۔

اور اللہ جل مجدہ الکریم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے:  
 وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ  
 الْأُولَىٰ -  
 لیے ہر آنے والی گھڑی کھلی گھڑی سے  
 بہتر ہے۔

### الضحیٰ

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا  
 کہ جس میں آپ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے۔ بلکہ ہر آنے والی گھڑی میں  
 حضور کی فضیلتوں میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ روح اقدس کا استقرار  
 اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ  
 کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لیے کہ جسم اقدس سے روح مبارک کے قبض ہونے  
 کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو کہ جسم سے زیادہ فضیلت والی ہو۔ زیادہ  
 تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے برابر بھی فضیلت  
 نہیں رکھتا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ تو دعا کرتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ تو ہم عرض  
 کریں گے کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ مقام اعلیٰ مخلوق ہے اور جنت بھی مخلوق ہے۔  
 جبکہ آپ کا جسم اقدس بھی مخلوق ہے تو پھر روح کو ان میں سے سب سے اعلیٰ و افضل جگہ  
 میں ہونا چاہیے اور آپ کے جسم اقدس سے اعلیٰ مخلوق اللہ نے پیدا ہی نہیں فرمائی  
 اس لیے روح اقدس کا جسم اقدس میں رہنا ہی سب سے افضل مقام ہے۔  
 اور پھر علماء نے تو اجماع نقل فرمایا ہے کہ آپ کی قبر منورہ کا وہ حصہ جہاں آپ  
 کا جسد اقدس مس کر رہا ہے وہ جنت تو کیا عرش اعلیٰ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔  
 معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہو رات و  
 کرسی سے اٹھتی کرسی اس پاک در کی ہے۔

## قبر منورہ کا عرشِ عظیم سے افضل ہونا

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کہ کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل

(فتاویٰ رضویہ ص ۶۸۷/۴)

۔

اس حوالے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہیں مگر منکرین شان رسالت

کا ناطقہ بند کرنے کے لیے اختصار کے طور پر چند حوالے مزید دیے جاتے ہیں۔

حضرت امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

قال مالك بن انس: ان

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ بے

الارض الملاصق لجسد النبي

شک وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم المبارک

کے جسم پاک کو چھو رہی ہے وہ ہر چیز سے

اعلیٰ و افضل من کل شیء

افضل ہے حتیٰ کہ عرش و کرسی سے بھی افضل

حتى من العرش والكرسي

۔

(عرف الشذی لاناورشاہ الکشمیری ص ۱۲۱)

امام ابو الیمین ابن عساکر فرماتے ہیں:

وقع الاجماع علی تفضیل ما

اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم

ضم الاعضاء الشریفۃ

کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل

حتى علی الکعبۃ۔

ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے۔

(جواہر البحار ۲: ۲۲۹ للنبھانی وسبل الهدی والرشاد ۲: ۲۵)

(للشامی)

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں :

ان تربة لصقت بجسده  
من الفراش اعلى تربة من  
العرش .  
بے شک جو مٹی آپ کے جسم کے ساتھ ملی  
ہوئی ہے بستر کے طور پر وہ عرش سے  
بھی اعلیٰ ہے ۔

(الزبدۃ العسدة شرح قصيدة البردة للملا علی القاری ۶۸)

حضرت شیخ امام ابن عقیل حنبلی استاد محترم حضرت شیخ نعوت اعظم عبدالقادر جیلانی  
و حضرت علامہ سیوطی و ملا علی قاری کا عقیدہ

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی، حضرت ملا علی القاری اور علامہ نبھانی نے امام  
امام ابن عقیل سے نقل فرمایا ہے کہ :

قال العلماء محل الخلاف  
فی التفضیل بین مکة و  
المدينة فی غیر قبره صلی  
الله علیه وسلم اما هو  
فاضل البقاء بالاجماع  
بل هو افضل من الکعبة  
بل ذکر ابن عقیل الحنبلی  
انه افضل من العرش .  
علماء میں جو اختلاف ہے وہ شہر مکہ و مدینہ  
میں افضلیت کے بارے میں ہے لیکن  
جہاں تک قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا  
تعلق ہے پس وہ بالاجماع افضل ہے  
حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ ابن  
عقیل حنبلی نے تو ذکر کیا ہے کہ بے  
شک وہ عرش سے بھی افضل ہے ۔

(الخصائص الکبریٰ ۲: ۲۰۲، مرقاة شرح مشکوٰۃ ۲: ۱۹۰)

حضرت امام قاضی عیاض صاحب شفا شریف کا عقیدہ (

لاخلاف ان موضع قبره  
صلی الله علیه وسلم افضل  
اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ  
بے شک آپ کی قبر کی جگہ زمین کا

بقاع الارض سے افضل حصہ ہے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، ۲: ۷۵)

حضرت امام احمد شہاب الدین الحنفی فرماتے ہیں:

بل هي افضل من السموات  
والعرش والكعبة لما نقله  
السبكي -  
بلکہ یہ آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل  
ہے۔ جیسا علامہ سبکی نے اس کو نقل کیا۔

رلسيم الرياض شرح الشفا القاضى عياض ۳: ۵۲۱)

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن رزین ائیری الشافعی فرماتے ہیں:

ولا شك ان القبر اشرف موضع  
من الارض والسبع السموات طرة  
اشرف من عرش الملك وليس في  
مقالى خلاف عندها للمحقيقة  
اباشك آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ سے جگہوں سے افضل ہے زمین کی اور ساتوں آسمانوں  
کی اور عرش رب کریم سے بھی افضل ہے اور اس میں اہل حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں  
ہے)

امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:

الاترى الى ما وقع من الاجماع  
على ان افضل البقاع الموضع  
الذي ضم أعضاء الكريمة  
صلوات الله عليه وسلامه  
کیا تو نہیں جانتا کہ جماع واقع ہوا  
ہے کہ جس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
جسد اقدس مس ہے وہ تمام کائنات کی  
جگہوں سے افضل ہے۔

(المدخل ۱۲: ۲۵۷)

حضرت امام علامہ زین الدین البوکر بن حسین المراغی ۲: ۸۱۶ فرماتے ہیں:

واجتمعوا على ان الموضع  
اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم

الذی ضم أعضاء الرسول  
المصطفى صلى الله عليه وسلم  
المشرفة افضل لبقاء الارض  
حتى موضع الكعبة كما قاله  
القاضي عياض و ابن عسکر۔

صلى الله عليه وسلم کے اعضاء کے ساتھ  
مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے  
حتی کہ کعبہ سے بھی جیسا کہ امام قاضی  
عیاض اور ابن عسکر نے کیا ہے۔

(تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة ص ۱۰۴)

حضرت امام نور الدین بن برهان الدین حلبی فرماتے ہیں:

قام الاجماع ان هذا للوضع  
الذی ضم أعضاء الشرفیة  
صلى الله عليه وسلم افضل لبقاء  
الارض حتى موضع الكعبة  
الشرفیة قال بعضهم  
و افضل من إقاع السموات  
حتى من العرش۔

اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ وہ جگہ  
جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس  
سے مس ہے وہ تمام زمین سے افضل  
ہے حتی کہ کعبہ منظر سے بھی افضل، بلکہ بعض  
نے کہا کہ یہ مبارک جگہ ساتوں آسمانوں  
بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

(سیرت حلبیہ، ۳: ۳۶۶)

عارف باللہ شیخ الامام محمد المحمدي الفاسی فرماتے ہیں:

السماء افضل من الارض  
الابقعة في الارض ضمت  
اعضاء النبي صلى الله عليه  
وسلم فهي افضل منها حتى  
من العرش و الكرسي۔

آسمان زمین سے افضل ہے سوائے  
اس ٹکڑا مبارک کے کہ جس کے ساتھ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک مس  
ہیں پس وہ آسمان سے افضل ہے حتی کہ  
عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۹)

حضرت علامہ علاؤ الدین حصکفی بغدادی اور حضرت امام سید احمد بن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

مکہ افضل منها علی الراجح  
الا ماضم اعضاء علیہ السلام  
فانه افضل مطلقا حتی من  
الکعبه والعرش والکرسی۔  
(در مختار مع شامی، ۱: ۶۲۶)

مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہی راجح  
ہے مگر وہ جگہ کہ جس کے ساتھ نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مس میں  
وہ مطلقاً افضل ہے بلکہ کعبہ اور عرش و کرسی  
سب افضل ہے۔

حضرت علامہ بدر الدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

البقعة التي ضمتہ صلی اللہ  
علیہ وسلم فانها افضل البقاع  
الارضیة و السماویة حتی  
قیل و بہ اقول انها افضل  
من العرش۔

وہ مکہ و زمین جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ مس ہے وہ زمین آسمان کی تمام  
جگہوں سے افضل ہے حتی کہ یہ بھی کہا گیا  
ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ عرش معلیٰ  
سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵/۱۱۳)

حضرت علامہ عمر بن احمد الخرزلی فرماتے ہیں:

ان تربة قبره افضل من  
البیت والمسجد الاقصی  
والعرش والکرسی۔

بلا شک و شبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قبر منورہ کعبہ بیت المقدس عرش اور  
کرسی سے افضل ہے۔

(شرح الخرزلی ص ۱۱)

حضرت علامہ محمد علاؤ الدین م ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں

وما ضم اعضاء الشریفیة  
اور جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء



افضل البقاء على الاطلاق حتى من الكعبة ومن الكرى وعروش الرحمن -  
 شریفی سے متصل ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ کرسی اور اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

الدر المنتقى شرح الملتقى برحاشیه مجمع الانهر: (۲۱۲)  
 حضرت مولانا عبدالعلی محمد سحر العلوم فرماتے ہیں :

ان موضع قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من کل ارض وسماء کما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الکائنات کذلک قبره صلی اللہ علیہ وسلم افضل البقاء و الاماکن قال الشيخ عبدالحق بعد الاجماع ثم بعد الکعبة افضل البقاء سوی قبر موضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا۔  
 بیان الارکان ۲۸۲)

حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی فرماتے ہیں :

ولا خلاف ان موضع قبره افضل من بقاء الارض  
 اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ

حتی موضع الکعبۃ وقال  
غیر واحد بل من لقلع  
السموت ایضا حتی العرش  
رسیف الجبار المسلول علی  
کی جگہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کہ  
کعبہ شریف سے اور بے شمار علمائے  
فرمایا کہ تمام آسمانوں سے بھی افضل ہے  
حتی کہ عرش معلیٰ سے بھی ۔

اعداء للابرار ص ۱۱۲، مکتبہ رضویہ انجمن شیعہ لاہور  
علماء دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ :

ان البقعة الشریفۃ والرجبة  
المنیفة التي ضم اعضاها  
صلی اللہ علیہ وسلم افضل  
مطلقا حتی من الکعبۃ ومن  
العرش والکرسی كما صرح به  
وہ بقعہ شریفہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کے اعضاء مبارکہ سے من کیے ہوئے  
ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ  
کعبہ شریف اور عرش و کرسی سے بھی افضل  
ہے ۔

فقہاءنا۔

المہند

اسی طرح علمائے دیوبند میں سے مولوی شبیر احمد عثمانی نے: فتح الملہم، جلد  
سوم میں، مولوی منظور احمد نعمانی سیف یکانی ص ۱۲ میں، مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد  
الفتاویٰ ۶: ۱۱۳ جناب مولوی زکریا سہارنپوری صاحب نے فضائل حج ص ۱۴۸ میں اور  
جناب زاہد الحسینی نے رحمت کائنات ص ۳۴۴ میں بیان کیا ۔

تو ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ، دنیا و  
کائنات کی تمام اشیاء سے افضل ہے لہذا آپ کی روح مقدسہ کو اسی افضل ترین مقام  
پر ہی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ مبارکہ ہے کہ :  
و للأخرة خیر لك من الأولى ۔

فعلیٰ هذا یصیرون کسائر الاحیاء یمکونون  
 حیث ینزلهم اللہ (تعالیٰ) عزوجل۔

پس اس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام عام زندہ لوگوں کی طرح زندہ  
 ہو جاتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھے وہاں تشریف رکھتے ہیں۔

○

امام بیہقی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم  
 الصلوٰۃ والسلام حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا  
 مبارک مسلک ہے اور کیوں نہ ہو کہ احادیث معتبرہ و صحیحہ اس عقیدہ پر واضح طور پر دلالت  
 کر رہی ہیں اور اسی طرح امت کی اکثریت کا یہی مسلک ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر  
 چکا اور کچھ آئندہ صفحات میں بدلائل آرہا ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ المولیٰ)

(۶) کما روینا فی حدیث المعراج اذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ ثم راہ مع سائر الانبیاء علیہم السلام فی بیت المقدس ثم رای ہم فی السموات واللہ تبارک و تعالیٰ فعال لما یرید۔

جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر دیگر تمام انبیاء کرام کے ساتھ بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں میں ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام بیہقی کی اس عبارت اور دیگر آنے والی احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے قبر میں تو حضرت موسیٰ کے جسد کو دیکھا اور بیت المقدس اور آسمانوں میں روح کو دیکھا بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ قبر میں حضرت موسیٰ کو دیکھا جبکہ بیت المقدس اور آسمانوں میں بھی حضرت موسیٰ کو یہی دیکھا ہے۔ اور یہ احادیث و واقعات معراج بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

حضرت امام عبد الوہاب الشمرانی فرماتے ہیں :

ورمہا شہود الجسم الواحد	اور معراج کے فوائد میں سے ایک
فی مکانین فی ان واحد کما	نائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم ایک وقت
رای محمد صلی اللہ علیہ	میں دو مکانوں میں حاضر ہو سکتا ہے
وسلم نفسه فی اشخاص بنی	جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد آدم

آدم السعداء حين اجتمع  
 به في السماء الاولى كما ورد  
 كذلك آدم وموسى وغيرهما  
 فانهم في قبورهم في الارض  
 حال كونهم ساكنين في السماء  
 فانه قال رايه آدم رايه  
 موسى رايه ابراهيم واطلق  
 وما قال رايه روح آدم ولا  
 روح موسى فراجع صلى الله  
 عليه وسلم موسى في السماء و  
 هو بعينه في قبره في الارض  
 قائما يصلى كما ورد فيا من  
 يقول ان الجسم الواحد لا يكون  
 في مكانين كيف يكون ايمانك  
 بهذا الحديث فان كنت مؤمنا  
 فقلد وان كنت عالما فلا  
 تعترض فان العلم يمنعك  
 وليس لك الاختيار فانه  
 لا يختبر الا الله وليس  
 لك ان تتاول ان الذي  
 في الارض غير الذي في السماء

کے نیک نجتوں میں اپنے آپ کو مل جھٹ  
 فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت  
 آدم کے ساتھ پہلے آسمان پر ملے تھے۔  
 جیسا کہ گزرا اور اسی طرح حضرت آدم  
 و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے علاوہ  
 دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے  
 ساتھ حالانکہ بلا شک و شبہ وہ انبیاء کرام  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنے  
 قبروں کے اندر ہیں دراصل حالیکہ  
 وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے  
 ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً  
 اس طرح فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا  
 موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ابراہیم علیہ  
 السلام کو دیکھا۔ روح کی قید کے  
 مقید فرما کر۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں  
 نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔  
 اور نہ یوں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام  
 کی روح کو دیکھا جس سے ثابت  
 ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 بعینہ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و  
 السلام کو ہی دیکھا نہ کہ صرف ان

کی ارواح یا امثال کو، پھر آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹے آسمان پر  
موسلی علیہ السلام کے ساتھ گفتگو فرمائی  
حالانکہ موسلی علیہ السلام اپنی قبر کے  
اندر کھڑے ہو کر نماز رخصت  
جیسا کہ مسلم کی حدیث میں وارد ہے

یہیں انتہائی افسوس اور تعجب ہے  
اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ  
ایک جسم بیک وقت دو مکانوں  
میں نہیں ہو سکتا۔ اسے کہنے والے  
ذرا یہ تو بتا کہ اس قول کے ہوتے  
ہو کے تیرا ایمان اس حدیث پر کچھ  
ہو سکتا ہے۔ اگر تو مومن ہے تو تجھے  
مان لینا چاہئے اور اگر کافر ہے تو  
پھر اعتراض نہ کر اس لیے کہ علم تجھے  
اس اعتراض سے روکتا ہے اور تجھے  
حقیقتِ حال کا علم ہی نہیں اس لیے  
کہ یہ علم حقیقۃً اللہ تعالیٰ کو ہی ہے  
اور تیرے لیے یہ بات جائز نہیں  
ہے کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل  
کرے کہ جو انبیاء کرام زمین میں ہیں

لقولہ علیہ السلام رایت  
موسلی واطلق وكذلك سائر  
مت راء مت الانبياء  
هناك فالمسئی موسی ان  
لم یکن عیتہ فالاضبارعنه  
کذب لانه موسی هذا۔

الیواقیت والجواہر فی  
بیان عقائد الاکابر (۲: ۳۶)

وہ ان کے غیر ہیں جنہیں آپ سرکار  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں  
 دیکھا۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے، رأیت موسیٰ کہ  
 میں نے موسیٰ کو دیکھا، مطلقاً فرمایا  
 ہے اسی طرح باقی انبیاء کرامؑ کے  
 متعلق جنہیں آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 آسمانوں میں دیکھا یہ نہیں فرمایا  
 کہ آسمانوں میں ان کے غیر کو دیکھا  
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو  
 موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہ موسیٰ نہ  
 ہو تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ  
 موسیٰ ہیں جھوٹ ہوگا (العیاذ  
 باللہ تعالیٰ)

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرامؑ حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں اپنی اپنی قبو  
 مقدسہ میں اور مسجد اقصیٰ میں اور آسمانوں میں بھی موجود ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی  
 ہوئی طاقت و قدرت ہے۔

ولحياة الانبياء بعد موتهم - صلوات الله عليهم - شواهد  
من الاحاديث الصحيحة منها -

اور انبياء و کرام صلوات علیہم کی وفات کے بعد حیات کے صحیح احادیث میں شواہد  
ہیں ان میں سے

### حدیث نمبر ۱

ما أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبد الله بن بشران  
ببغداد أنبأنا اسماعيل بن محمد الصفار ثنا محمد بن  
عبد الملك الدقبقي ثنا يزيد بن هارون، ثنا سليمان التيمي  
عن انس بن مالك أن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم  
أخبره أن النبي صلى الله عليه وسلم ليلة أسرى به سر  
على موسى عليه السلام وهو يصرخ في قبره -  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے  
ہیں انہوں نے خبر دی کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نمساز پڑھ  
رہے تھے -



اس حدیث شریف کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے یہ حدیث براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سنی ہے اس طرح یہ حدیث مرسل ہوئی لیکن یہ مراسیل صحابہ میں سے ہے جو کہ بالاتفاق قابل قبول ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت امام حافظ ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسن بن العسکری فرماتے ہیں:  
 واما الذی ارسلہ الصحابی فحکمہ الوصل علی الصواب  
 اور وہ حدیث جس کو صحابی مرسل بیان کرے وہ موصول کے حکم میں ہے یہی صحیح و صواب ہے۔

حضرت امام شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی فرماتے ہیں:  
 بل اهل الحديث وان سموه مرسلًا لا خلاف بينهم  
 فی احتجاج بہ۔

بلکہ محدثین کے نزدیک اگرچہ اس کا نام مرسل ہے لیکن اس کے ساتھ احتجاج میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(فتح المغیث، ۱: ۱۵۳)

حضرت امام محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی فرماتے ہیں:  
 وهذا كله في غير مرسل  
 اور یہ تمام اختلاف غیر صحابہ کی مراسیل  
 الصحابة واما مرسلهم و  
 میں ہے اور جہاں تک مراسیل صحابہ کا  
 هو ما رواه ابن عباس و  
 تعلق ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس و  
 و ابن زبیر و شہمامن  
 عبد اللہ بن زبیر اور ان جیسے دیگر کم عمر  
 احداث الصحابة عن  
 صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 روایت کریں اگرچہ صحابی کا نام نہ لیں

وسلم بما لم يسمعه منه  
فكعبه حكم المتصل. لان  
الظاهر روايتهم ذلك عن  
الصحابه والصحابه كلهم  
عدول..... والصواب:  
المشهور: انه يحتج به  
مطلقا.

تو یہ متصل کے حکم میں ہے کیونکہ ظاہر ہے  
کہ ان کی روایات صحابہ سے ہی ہیں  
اور صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں اور  
صحیح اور مشاہیر ہے کہ یہ مطلقاً قابل  
قبول ہے

(کتاب الارشاد طلاب الحقائق للنووی، ۱: ۱۷۳ تا ۱۷۵)  
اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین و علمائے اصول نے بیان فرمایا ہے، ملاحظہ ہو!  
الکفایة فی علم الروایة للخطیب بغدادی، ص ۲۲  
کتاب المجموع، ۱: ۱۰۶ جامع التحصیل ص ۳  
التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح للعراقی  
التدریب الراوی، ۱: ۲۰۷ المتصفی، ۱: ۷۱  
المقنع فی علوم الحدیث لابن الملقن، ۱: ۱۳۸  
فتح الباقی بشرح الفیة العراقی، ۱: ۱۰۰  
وغیرہم۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اگر صرف مرسل ہو تو تب بھی بالاتفاق قابل قبول تھی  
لیکن یہ روایت تو موصول بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور اس  
متن میں ابھی اگلی روایت بھی حضرت انس سے موصول ہی آرہی ہے۔

## حدیث نمبر ۸

واخبرنا ابو الحسن بن بشران انباً اسماعیل انباً  
احمد بن منصور بن سیار المرماوی ثنا یزید بن ابی حکیم  
ثنا سفیان یعنی الثوری ثنا سلیمان التیمی عن أنس ابن  
مالم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:  
مَرَرْتُ عَلَى قَبْرِ مُوسَى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ -  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ کی قبر پر سے گزرا تو وہ اپنی  
قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ دراصل حضرت امام بیہقی یہ حدیث  
لا کر یہ ثابت کرنا چاہتے کہ حدیث شریف "الانبیاء احياء في قبورهم يصلون"  
معنوی لحاظ سے بھی صحیح ہے کیونکہ یہ کام یعنی قبر میں نماز پڑھنا  
کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرما کر ہم کو دی۔ لہذا جب حضرت موسیٰ  
علیہ السلام سے قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور اس میں کسی منکر کو بھی گنجائش انکار  
نہیں ہے تو دیگر حضرات انبیاء کرام کے نماز پڑھنے میں کوئی استحالہ ہے وہ اپنی اپنی  
قبر میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

امام مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:  
عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مررت ليلة  
اسرى بي على موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره -  
(صحیح مسلم ۲: ۲۶۸)

اور اس روایت کو کم و بیش انہی الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل محدثین نے روایت کیا ہے۔

- ۱- مسند امام احمد، ۳: ۱۴۸، ۱۴۸، ۱۴۸، ۵: ۵۹، امام احمد بن حنبل
- ۲- مصنف عبدالرزاق، ۳: ۵۷۷، امام عبدالرزاق
- ۳- مسند ابی یعلیٰ، ۶۰: ۷۱، امام ابویعلیٰ الموصلی
- ۴- صحیح ابن حبان، ۱: ۱۳۹، امام ابن حبان
- ۵- حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۵۳، ۸: ۳۳۳، امام ابو نعیم اصبہانی
- ۶- فردوس الاخبار، ۴: ۲۵۶، امام ویلی
- ۷- سیرت ابن اسحاق، ۱: ۲۹۷، ابن اسحاق
- ۸- شرح السنۃ، ۱۳: ۲۵۱، امام بغوی
- ۹- سنن نسائی، ۱: ۲۲۲-۲۲۳، امام نسائی
- ۱۰- تاریخ جرجان للسمعی، ۲۷۳، امام سہمی
- ۱۱- مسند الشامیین، ۱: ۱۹۲، ۲: ۲۲۰، امام طبرانی
- ۱۲- الرسائل القشیریہ، ۱۸، ابوالحسن قشیری
- ۱۳- السنن الکبریٰ للنسائی، ۱: ۴۱۹، امام نسائی
- ۱۴- تاریخ اصبہان لابن نعیم، ۲: ۱۴۵، ۲: ۲۲۸، امام ابو نعیم اصبہانی
- ۱۵- کتاب الزہد للاحمد، ۹۵، امام احمد
- ۱۶- المعجم الکبیر، ۱۱: ۹۱، امام طبرانی
- ۱۷- نوادر الاصول، ۹: ۴۰۹، حکیم ترمذی

یہ حدیث الحمد للہ صحیح السند و المتقن ہے اس لیے اس کے مویدات کی خاص ضرورت تو نہیں لیکن اتمام حجت کے لیے چند روایات اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں تاکہ

والوں کے دل باغ باغ اور منکرین کی ناک خاک آلود ہو۔

(حدیث نمبر ۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ  
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم مررت علی موسی  
وهو قائم یصلی فی قبیرہ۔  
المعجم الکبیر للطبرانی ۹۱: ۱۱  
مسند احمد ۱: ۲۸۵، ۲۹۰

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ  
سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میں  
حضرت موسیٰ پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں  
کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

فتاویٰ التمام الرازی، ۴: ۲۵۸ (باب ماجاء فی موسیٰ)

ذکر اخبار اصیہان لابی نعیم ۲۰: ۱۲۵)

(حدیث نمبر ۲) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

عن ابی سعید قال قال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:  
رأیت موسیٰ (صلی اللہ علیہ  
وسلم) عند الکثیر الاحمد  
یصلی فی قبیرہ۔

حضرت ابوسعید الخدری سے روایت  
ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت  
موسیٰ کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس  
اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

دکشف الاستار عن زوائد البزار، ۳: ۱۰۴

ابن مردویہ بحوالہ الخصال الکبریٰ، ۱: ۱۶۹

## (حدیث نمبر ۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء رأیت موسیٰ یصلی فی قبرہ (الکامل لابن عدی ۵: ۱۶۹۶) کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں

ابن عساکر بحوالہ کنز العمال ۱۱: ۵۱۱

ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ ۱: ۱۷۶

## حدیث نمبر ۹

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد يعقوب ثنا محمد بن عبد اللہ بن المناوی ثنا یونس بن محمد المودب ثنا حاد بن سلمة ثنا سليمان التیمی وثابت البنانی عن ابن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : اُتیتُ مُوسى ليلة أُسْرِى بى عند الکُتیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حضرت موسیٰ کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب آیا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :

وقد صحح عنہ انہ رای موسیٰ علیہ السلام قائماً یصلی فی قبره لیلة الاسراء (کتاب الروح ص ۷۷)

اور یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا معراج کی رات دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت علامہ احمد بن السید محمد مکی الحسینی الجموی الحنفی ۱۰۹۸ م فرماتے ہیں :  
وصح ان النبی صلی اللہ

اور یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی اکرم

عليه وسلم رأى موسى  
قائمًا يصلي في قبوة ليلة  
الاسراء  
درسالہ کرامات اولیاء صلاہ الطبع ترکی

صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ  
وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے  
تھے۔

(ملحق بہ الدرر النبیۃ)

حضرت امام تقی الدین اسبکی فرماتے ہیں :

وقال البیهقی فی دلائل النبوة  
وفی الحدیث الصحیح عن  
سلیمان التیمی وثابت عن  
انس بن مالک.....  
امام بیہقی نے دلائل النبوة میں اس  
حدیث کے متعلق کہا جو کہ سلیمان التیمی  
اور ثابت بنانی حضرت انس سے روایت  
کیا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

(شفاء السقام ص ۱۸۳)

امام بیہقی کی یہ عبارت دلائل النبوة ۲ : ۳۸۷ پر ہے۔  
حضرت امام علاؤ الدین المتقی بن حسام الدین الھندی فرماتے ہیں :  
(ش) عن انس وهو صحیح حضرت انس سے یہ روایت مصنف  
ابن ابی شیبہ میں ہے جو کہ صحیح ہے۔

## فوائد حدیثیہ

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

قال الشیخ بدرالدین بن  
الصاحب فی مولفہ فی حیاة  
الانبیاء : هذا صریح فی  
شیخ بدرالدین بن صاحب نے اپنے  
رسالہ حیاة الانبیاء میں فرمایا کہ یہ حدیث  
شرفی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے



اثبات الحیاة لموسیٰ فی قبره  
فانه وصفه بالصلاة وانه  
قائم : ومثل ذلك لا يوصف  
به الروح وانما يوصف به الجسد  
وفي تخصيصه بالقبر دليل  
على هذا فانه لو كان من  
اوصاف الروح لم يحتج  
لتخصيصه بالقبر۔  
رزهر الربی شرح سنن النسائی  
المجتبی ، ۱ : ۲۴۳ ، قدیمی گنجائے کراچی

حیاة فی القبر میں صریح ہے کیونکہ اس  
میں ان کی صفت نمان بیان کی گئی ہے کہ وہ  
کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور  
یہ صرف روح کی صفت نہیں ہو سکتی۔  
بے شک یہ توجسد کا کام ہے (یعنی آپ  
حقیقی حیاة کے ساتھ متصف ہیں) اور  
قبر کی تخصیص بھی اس پر دلیل ہے کہ اگر  
یہ صرف روح کے اوصاف میں سے ہوتا  
تو قبر کی تخصیص کے ساتھ احتجاج نہ کیا  
جاتا۔

حضرت علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی فرماتے ہیں :

والصلاة ذات ركوع و  
سجود وهي تستدعي جسدا  
حيا كما قالوا في صلاة موسى  
في قبرة۔  
اور نماز رکوع و سجد والی ہے اور یہ  
زندہ جسم کو چاہتی ہے جیسا کہ حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کی نماز اپنی قبر میں کیے  
بارے میں علماء نے فرمایا ہے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں :

قال العلامة جمال الدين  
محمود بن جملة : وهذا  
الحديث صريح في اثبات  
الحياة لموسى صلى الله عليه  
وسلم۔ فانه وصفه بالصلاة  
حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ  
فرماتے ہیں ! یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ  
السلام کی حیاة فی القبر میں واضح اور  
صریح ہے کیونکہ آپ کی نماز کا بیان  
کیا گیا ہے کہ وہ کھڑے تھے اور یہ صفت

و ذکر انه كان قائماً و  
 مثل هذا لا يوصف به الروح  
 فقط، وإنما يوصف به مع  
 الجسد فإنه لا يقوم ليصل  
 الالعبودة الروح اليه فتلك  
 كرامة عظيمة فإنه يفسح  
 له في قبرة فيكون عمله  
 في العبادة متصل بعد وفاته  
 وهذه الروية روية عين  
 لان مذهب اهل سنة ان  
 الاسداء كان بالجسد -  
 رسل الله ابي والرشاد  
 فقط روح کی صفت نہیں ہو سکتی -  
 یہ روح مع الجسد کی صفت ہے کیونکہ  
 کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے مگر یہ  
 کہ ان میں روح واپس لوٹادی گئی  
 ہے تو یہ آپ کی ایک بہت بڑی عزت  
 و کرامت ہے کیونکہ آپ کی قبر وسیع  
 کر دی گئی ہے اور یہ عبادت کا عمل  
 وفات کے فوراً بعد متصل ہے اور  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ  
 کو دیکھنا ظاہری آنکھوں سے دیکھنا  
 ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک معراج  
 جسد کو ہوئی تھی نہ کہ فقط روح کو۔

فی سیرة خیر العباد ۱۲ : ۳۶۷) الباب الثانی عشر فی صلواتہ  
 فی قبورہ -

حضرت امام تقی الدین ابکی فرماتے ہیں :

وقد ذکرناہ عن جماعت  
 من العلماء وشہد لہ  
 صلاة موسى عليه السلام  
 فی قبورہ فان الصلاة تستدعی  
 جسدا حیا وكذلك الصفات  
 المذكورة فی الانبياء لیلہ  
 اور ہم نے علماء کی ایک پوری جماعت  
 سے حیات الانبیاء کا بیان کیا ہے اور  
 اس کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا  
 اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز  
 زندہ جسم کو چاہتی ہے اور ایسی دیگر  
 وہ صفات جو کہ انبیاء میں ذکر کی گئیں

معراج کی رات کو تو یہ تمام صفات  
اجسام کی ہیں اور قبر میں حقیقی حیات  
ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے بدنوں  
کو جیسے دنیا میں کھانے پینے کی احتیاج  
تھی وہ قبروں میں بھی ہو اور عقل بھی  
قبروں میں حقیقی حیات کے اثبات کی نفی  
نہیں کرتی اور جہان تک ادراکات یعنی  
علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ ان  
کے لیے ثابت ہیں اور اس میں کوئی شک  
و شبہ نہیں ہے۔

كلها صفات الاجسام ولا يلزم  
من كونها حياة حقيقية  
ان تكون الابدان معها  
كما كانت في الدنيا من  
الاحتياج الى الطعام و  
الشرب.... فليس في  
العقل ما يمنع من اثبات  
الحياة الحقيقية و اما  
الادراكات كالعلم والسماع  
فلاشك ان ذلك ثابت۔

رشفاء السقام ۱۹۱۰، ۱۹۲۰

حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں :

و يشهد له صلاة موسى في  
قبرة فان الصلوة تستدعي  
جسد احياء وكذلك صفت  
الانبياء المذكورة ليلة الاسراء  
كلها صفات الاجساد و لا  
امتناع من انها حياة حقيقية  
وان لم تحتج الى نحو طعام  
واما نحو العلم و السماع  
فثابت لهم بل لسائر الموتى

حياة الانبياء كما شاهد حضرت موسى عليه  
السلام  
کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ  
جسم کو چاہتی ہے اور ایسے ہی وہ تمام  
صفات جو کہ معراج کی رات آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی بیان فرمائیں  
وہ سب اجساد کو چاہتی ہیں اور ان کی  
حیاء حقیقی ہونے سے کوئی چیز مانع  
نہیں ہے لیکن یہ حیاء حقیقیہ ہونے  
کے باوجود ان کو طعام وغیرہ کی حاجت

بلا شك -  
 الفوائد الجلیلة البهیة  
 علی شمائل نبویہ ص ۲۳۶  
 نہیں ہے اور جہاں تک علم اور علمت  
 کا تعلق ہے تو وہ انبیاء کرام کے لیے ثابت  
 ہے بلکہ وہ تو عام موتی کے لیے بھی ثابت

یہاں منکرین شان انبیاء کی ایک نئی توجیہ و تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اعتراض  
 کا جواب دیتے ہوئے  
دیوبندی انوکھی تحقیق

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی حمایتی نے لکھا ہے -  
 "جس طرح حیات دنیا میں ارواح و ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی  
 ہیں اور تمام اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض  
 کاملین کی ارواح و فوات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے  
 ذریعے حرکت کرتی ہیں اور نماز پڑھتی ہیں۔ تلاوت قرآن، حج اور کئی دوسرے  
 اعمال بجالاتی ہیں۔" (ندائے حق، ۱: ۵۵۷)

یعنی مولوی مذکور کا حضرات انبیاء کرام کے بارے میں اور بالخصوص حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں ان کا مثالی جسم نماز پڑھ رہا تھا۔ اصل جسم  
 قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود تھا: بلفظ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں حضرت موسیٰ کا مثالی جسم  
 دیکھا تھا اور اصل جسم پاس بلا حرکت و جنبش پڑا ہوا تھا۔ اس پر مولوی صاحب کے  
 پاس کون سی دلیل ہے واضح کریں۔

تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ میں حقیقی حیاة

کے ساتھ زندہ ہیں اور نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات قابلِ مطالعہ ہیں:-

امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت نقل فرمائی ہے کہ

عن یوسف بن عطیة قال سمعت ثابت البنانی لحمید الطویل هل بلغ یا ابا عبد اللہ ان احدا یصلی فی قبره الا الذبیاء قال لا قال ثابت اللهم ان اذنت لاحد ان یرصلی فی قبره فاذن لثابت ان یرصلی فی قبره -

جناب یوسف بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت سے سنا کہ انہوں نے حمید الطویل سے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ کیا تجھے کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ کہ حضرات انبیاء کرام کے علاوہ بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تو حضرت ثابت نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق و اجازت دیتا ہے تو ثابت کو اجازت دینا کہ وہ

حلیۃ الاولیاء لابن نعیم  
۲ : ۳۱۹ ، شرح الصدور ۲۵۶  
سبل الہدی والرشاد ۱۲ : ۲۶۷ ، اپنی قبر میں نماز پڑھے۔

شعب الایمان للبیہقی بسند آخر، ۳ : ۱۵۶

مصنف ابن ابی شیبہ عن حماد قال ثابت ۱۴ : ۵۰ (کتاب الزہد)

طبقات ابن سعد ( ۲۳۳/۴ ) - (مختصراً)

یعنی جناب حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی مرفوع روایت نہیں ملی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے۔ یا کہ نہیں اور اگر حضرات انبیاء کرام بھی قبر میں نماز پڑھتے تو پہلے نمبر پر تو حضرت بنانی جو کہ

مشہور ثقہ تابعی ہیں اور جنہوں نے حضرت عبداللہ بن مسلم (مسلّم) حضرت عبداللہ بن مغفل (نسائی) حضرت عبداللہ بن زبیر (بخاری) حضرت ابو بزرہ اسلمی اور حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی ربیب النسبی صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی نسائی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام سے روایت لی ہے۔ اور اپنے وقت کے اولیاء کرام میں تھے۔ یہ سوال نہ کرتے اور اگر کر ہی دیا تھا تو جناب حضرت حمید الطویل ہی اس سوال کو رد کر دیتے کہ انبیاء کے سوا کیا انبیاء بھی تو قبور میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت امام ثابت بنانی کا سوال کرنا اور حمید الطویل کا اس کو رد نہ کرنا بتاتا ہے کہ حضرات تابعین عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا حضرات انبیاء کرام کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کسی کو فضیلت بخشی ہے یا کہ نہیں۔

## اولیاء کرام کا قبور میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی ان خوش نصیب اولیاء میں سے ہیں جو کہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی فرماتے ہیں۔

عن شیبان بن جسر عن ابیہ  
قال : انا والله الذی لا اله الا  
الله اذ دخلت ثابت البنانی  
لمحده رمعی حمید الطویل  
اور رجل غیرہ۔ شل محمد  
فلما سوینا علیہ اللبن  
سقطت لبنه فاذا انا به یصلی  
فی قبره فقلت للذی معی  
شیبان بن جسر اپنے والد سے روایت  
کرتے ہیں انہوں نے کہ اس اللہ کی قسم  
جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں  
حضرت ثابت بنانی کی مح میں داخل ہوا  
اور میرے ساتھ بہ الطویل یا کوئی دوسرا  
شخص (راوی محمد کوشک ہوا) بھی تھا۔  
جب ہم نے مح پر اینٹیں لگا کر برابر کر دیا  
تو ایک اینٹ گر گئی، دیکھا کہ حضرت

ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس شخص سے جو کہ میرے ساتھ تھا کہا کیا تو نے دیکھا تو اس نے کہا کہ خاموش رہو جب ہم قبر کو بنانے کے بعد فارغ ہوئے تو حضرت ثابت کی بیٹی کے پاس آئے اور اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارے والد کیا عمل کیا کرتے تھے اس نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔ ہم نے بیان کیا تو اس نے کہا کہ انہوں نے سچا سچ سال تک رات کو قیام کیا۔ جب صبح ہوتی تو وہ دعا کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی یہ توفیق عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو رد نہیں کیا۔

اقامة المحجة از مولانا عبدالحی لکھنوی ص ۷۷ تحقیق عبدالفتاح ابو غده مکتبة

المطبوعات الاسلامیہ حلب

تو الحمد للہ ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء بھی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور راوی نے اپنی روایت کردہ حدیث: "الانبياء احياء في قبورهم يصلون" کو برحاط سے ثابت کر دیا۔ یہ واقعہ حضرت ثابت بنانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے۔

امام تقی الدین اسکی فرماتے ہیں:

الانثري - قال : اسكت فلها  
سويانا عليه و فرغنا اتيانا  
ابنته فقلنا لهما ما كان عمل  
ابيكَ ثابت ؛ فقالت ومارايم  
فاخبرناها فقالت كان يقوم  
الليل خمسين سنة فاذا  
كان السحر قال في دعائه  
اللهم ان كنت اعطيت احدا  
من خلقك الصلوة في قبرة  
فاعطيتها فما كان الله ليبد  
ذلك الدعاء -

(حلية الاولياء ۲۰ : ۲۱۹)

احوال القبور و احوال اهلها  
الى النشور لابن رجب حنبلي ص ۲۷

وقد صح عن ثابت البناني  
التابعي انه قال اللهم ان  
كنت اعطيت اهدان يصيلي  
في قبره فاعطني ذلك  
فردى بعد موته يصيلي في  
قبره -  
(شفاء السقام ۱۸۷)

اور حضرت ثابت بنانی تابعی سے یہ صحیح  
سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے  
رعمانگی سے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں  
نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی  
اجازت دینا تو ان کی وفات کے بعد ان  
کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ  
رہے تھے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی تلمیذ امام سیوطی فرماتے ہیں۔  
آپ امام ابو نعیم والی سابقہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔  
وجاءت هذه الحكايت من  
غير وجه -  
یہ حکایت کہ حضرت ثابت بنانی اپنی  
قبر میں نماز پڑھتے ہیں ایک اور سند  
سے بھی مروی ہے۔

رسبل الهدی والرشاد ۱۲: ۳۶۷  
حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں:  
عفان عن صاد بن سلمة  
قال: كان ثابت يقول اللهم  
ان كنت اعطيت اهدان  
الصلوة في قبره فاعطني  
الصلوة في قبره فيقال  
ان هذه الدعوة: استجبت له.  
وانه رُئي بعد موته يصيلي  
في قبره فيما قيل -  
(سیر اعلام النبلا ۵: ۲۲۳)

حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت  
ثابت بنانی کہا کرتے تھے کہ اے اللہ  
اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت  
بخشتا ہے تو مجھے بھی میری قبر میں نماز  
پڑھنے کی توفیق عطا فرما تو کہتے ہیں کہ  
یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو وفات  
کے بعد دیکھا گیا کہ آپ قبر میں نماز  
پڑھ رہے ہیں۔



اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو حضرت امام حافظ جمال الدین  
ابن الحجاج یوسف المنزی نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ر تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۳۲: ۲۲۷ طبع دار الفکر بیروت  
حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں :

وكان في الله عنه يقوم الليل	اور آپ رضی اللہ عنہ پچاس سال تک
خميس سنة فاذا كان المسجد	رات کو قیام کرتے رہے جب صبح ہوئی
يقول في دعائه اللهم ان كنت	تو دعا مانگتے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر
اعطيت احدا من خلقك لصلوة	میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے
في قبره فاعطينها فلما مات	بھی عطا فرما۔ پس جب آپ فوت ہوئے
وسودا عليه اللبن وقعت	اور آپ کی قبر کو برابر کیا گیا تو ایک اینٹ
عليه لبنة فاذا هو قائم يصلي	گر پڑھی تو اس وقت آپ اپنی قبر میں کھڑے
في قبره -	نماز پڑھ رہے تھے۔

(الطبقات الكبرى المسماة بلواقح الانوار فی طبقات الاخير ۱: ۲۶  
الجلبي مصر)

حضرت شیخ موسیٰ بن ماہین الزودی کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی کے واقعہ مبارکہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت شیخ موسیٰ بن  
ماہین الزودی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آتا ہے جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی  
نے نقل فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

استوطن رضی الله عنہ	آپ رضی اللہ عنہ ماردین میں رہتے تھے
ماردين وبهات رحمة الله	اور وہیں فوت ہوئے ان کی وہاں قبر

تعالیٰ وقد کبر سنہ وقبر  
 بها ظاہر یزار۔ ولما وضعوه  
 فی لحدہ نہض قائماً یصلی  
 والتسع لہ القبر واغنی  
 علی من کان نزل قبرہ۔  
 ر الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۰

ظاہر ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے  
 ہیں۔ جب ان کو لحد میں رکھا گیا تو وہ  
 کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور انہ  
 کی قبر وسیع ہو گئی اور جو شخص آپ کی  
 لحد میں اترتا تھا وہ یہ دیکھ کر بے ہوش  
 ہو گیا۔

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے اس جیسے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا  
 شمار مشکل ہے لیکن چونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں اس لیے انہی حوالوں پر اختصار کرتے ہوئے  
 اس کو ختم کرتے ہیں۔ ان حوالوں سے مقصود صرف یہ ہے کہ جب اولیاء کرام اپنی قبور میں زندہ  
 ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تو زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی  
 قبور مقدسہ میں نمازیں پڑھیں۔

اخرجہ ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری رحمہ اللہ  
من حدیث حماد ابن سلمة عنہما، واخرجہ من  
حدیث الثوری وعیسی بن یونس وجری بن عبد الحمید بن  
التیمی۔

اس حدیث کو امام مسلم بن الحجاج النیشاپوری نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے  
ان دونوں (سلیمان التیمی اور ثابت) سے روایت کیا اور ثوری کی حدیث اور  
عیسی بن یونس و جری بن عبد الحمید نے التیمی سے اس کو روایت کیا ہے۔

### حدیث نمبر ۱۰

اخبیرنا احمد بن علی الحرابی ثنا حاجب بن احمد ثنا محمد  
بن یحییٰ ثنا احمد بن خالد الوہبی ثنا عبد العزیز بن ابی  
سلمة عن عبد اللہ بن الفضل الهاشمی عن ابی سلمہ بن  
عبد الرحمن عن ابی ہریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم لقد رأیتنی فی المعجر وانا اخبیر قریشا عن  
سرا فی فناء لونی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتہا  
فکربت کرباً ما کربت مثله قط۔ فرفعه اللہ لی انظر  
الیہ ما لیس لونی عن شیءٍ إلا اثبتہم بہ۔

۱۰۔ اس حدیث شریف کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ اور اس کی شرح بھی پچھلے  
صفحات میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا اس وقت میں قریش کو سفر معراج کی تفصیل بتا رہا تھا۔ قریش نے بیت المقدس کی بعض ایسی اشیاء کا مجھ سے پوچھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔

اس حدیث شریف اور دیگر واقعہ معراج کے متعلق مروی احادیث میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جس سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جلاں چاہیں باذن اللہ تشریف لے جائیں کیونکہ وہ اپنی قبروں میں بھی تھے۔ بیت المقدس میں بھی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں واضح ہے اور آسمانوں میں بھی تھے اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی زندگی تو متحقق ہے ان احادیث سے ان کا اطراف عالم میں تصرف بھی ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت امام لقی الدین اسکی ان تمام روایات کو جمع فرما کر لکھتے ہیں :  
 هذه الاحادیث کلها فی  
 الصصحیح۔  
 یہ تمام احادیث صحیح کے حکم میں  
 ہیں۔

(شفاء السقام ۱۸۵)

نبیاء کرام کا کائنات عالم میں تصرف فرمانا

یہاں ہم چند احادیث ایسی نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ حضرات انبیاء کرام

وَقَدَرَأَيْتَنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى  
 قَائِمٌ يُصَلِّيُ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبُ بَعْدُ كَأَنَّهُ مِنْ  
 رِجَالِ سَنُوءَةَ وَإِذَا عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّيُ أَقْرَبَ  
 النَّاسِ بِهِ شِبْهًا عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيِّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ  
 قَائِمٌ يُصَلِّيُ أُشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبِكُمْ . يَعْنِي لِنَفْسِهِ  
 فَحَانَتْ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَعْتُ مِنَ الصَّلَاةِ  
 قَالَ لِي قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ! هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ  
 فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ .

اخرجه مسلم في صحيحه من حديث عبد العزيز .

بیت المقدس میں میں انبیاء کی جماعت کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت والے اور  
 گھنگھریالے بالوں والے تھے گو یا قبیلہ سنوہ سے ہوں اور حضرت عیسیٰ کو  
 دیکھا کہ وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ عروہ بن مسعود ثقفی کے شاگرد  
 تھے اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابراہیم کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جو کہ تہامے  
 آقا یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آخر نماز کھڑی ہوئی اور  
 میں نے ان کی امامت کروائی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کہنے  
 والے نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہ مالک جہنم کے داروغہ ہیں اسے  
 سلام کیجئے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سلام کرنے میں پہل کی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبد العزیز کی سند سے بیان فرمایا:

اپنی قبور میں قید نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ حج وغیرہ کریں  
ایک حدیث شریف جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

لقیت موسیٰ فاذا رجل حبته  
قال منسطب رجس، ايس كانه  
من رجال شذوذة و نقيت  
عيسى فاذا ربعة اسرا كانما  
خرج من ديماس يدن حماما  
ورأيت ابراهيم وانا شبه  
ولده به۔

میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا ان کے  
بال شریف پریشان تھے گویا کہ وہ آل  
شودہ کے آدمی ہیں اور میں حضرت  
عیسیٰ سے ملا سرخ و سفید رنگ کے  
خوبصورت آدمی تھے ایسے لگتے تھے کہ  
ابھی ابھی حمام سے نکل کر آئے ہیں۔  
اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا وہ

بالکل میری طرح کے تھے۔

مسلم، ۱: ۹۵، باب الایمان

و باب الاسراء برسول الله

بخاری، ۴۸۹: ۱، باب واذکر فی الکتاب مویم

اس حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

ارانی لیلۃ عند الکعبۃ  
فرأیت رجلا آدم کاحسن ما  
انت راومن الرجال من آدم  
الرجال له مئة کاحسن ما  
انت راوی من اللحم قد رجلاها  
فهی تقطر ماءً متکثراً علی  
رجلین او علی عواقب رجلین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے  
ایک رات خانہ کعبہ میں ایک نہایت  
خوبصورت آدمی کو دیکھا کہ پانی کے  
قطرے موتیوں کی طرح اس کے پاؤں  
یا ٹیڑیوں پر گرتا تھا۔ یہ شخص نہایت  
عقیدت سے بیت اللہ کا طواف کر رہا  
تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو کہا گیا

يطوف بالبیت فسالت من  
هذا فقیل هذا المسیح بن  
مریم۔

ر مسلم شریف ۱: ۹۵ - باب الايمان و ذکر المسیح -

بخاری ۱: ۴۸۹ باب واذکرف الکتاب مریم

کتاب الايمان لابن مندہ ۲: ۴۳۳ ، ۲: ۴۳۰

ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں :

کافی النظر الی موسی واضعاً  
میں حضرت موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں

اصبعیه فی اذنیہ  
گویا کہ انہوں نے دونوں کانوں میں

ر مسلم ۱: ۹۵ کتاب الايمان  
انگلیاں دی ہوئی ہیں

کتاب الايمان لابن مندہ ۲: ۴۳۴

ان روایات سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام ظاہری زندگی کے بعد  
بھی زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں جیسا کہ ابھی متن میں امام  
بیہقی کا فرمان آرہا ہے ۔

مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں :

عن عبد اللہ بن مسعود  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ

رضی اللہ عنہ قال : قال رسول  
عنتہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت

النظر الی موسی بن عمران  
موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں اس وادی

فی هذا الوادی محرما بین  
میں احرام باندھے ہوئے ہیں قطونین

قطونینتین ۔  
کے درمیان ۔

وفي حديث سعيد ابن المسيب وغيره انه لقيه في  
مسجد بيت المقدس - وفي حديث ابي ذر ومالك بن  
صعصعة في قصة المعراج انه لقيهم في جماعة الانبياء  
في السموات و كلمهم و كلموه -

اور حضرت سعيد بن المسيب وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ان انبیاء سے  
مسجد اقصیٰ میں ملے تھے اور حدیث ابی ذر اور مالک بن صعصعہ کی حدیث میں  
واقعہ معراج میں ہے کہ آپ انبیاء کرام کی جماعت سے آسمانوں میں ملے تھے۔  
آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

۱ مستد ابی یعلیٰ موصی ۵: ۵۶ بتحقیق الاثری

المعجم الكبير للطبرانی ۱۰: ۱۴۵

حلیة الاولیاء لابن نعیم ۴: ۱۸۹

عن ابن عباس: ان رسول  
الله صلی اللہ علیہ وسلم مر  
بوادى الازرق فقال اى واد  
هذا فقالوا هذا وادى  
الازرق قال کأن الظرف  
موسى هابط من التنية وله  
جوارى الله بالتليبه ثم  
اتى على تنية هرثا فقال  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق  
سے گزرے تو فرمایا یہ کونسی وادی  
ہے۔ عرض کیا گیا وادی ازرق فرمایا  
میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے اترتے  
ہوئے دیکھ رہا ہوں وہ بلند آواز  
میں تلبیہ کہہ رہے ہیں پھر آپ ہرشی  
کی وادی پر آئے۔ آپ نے پوچھا یہ  
کون سی وادی ہے لوگوں نے کہا یہ



ای ثنیۃ قالوا هذا ثنیۃ  
 ہر شا قال کافی النظر الی  
 یونس بن متی علی ناقۃ حمراء  
 علیہ جبۃ من صوف خطا  
 ناقۃ حلبۃ وھویلبی۔  
 (مسلم شریف ۱: ۹۴ کتاب الایمان  
 مستدابی لعلی ۳: ۸۳)

ہر شنی کی وادی ہے۔ آپ نے  
 فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی کو  
 دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور  
 سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔ انہوں نے  
 ایک ادنیٰ جبہ پہنا ہوا ہے۔ اونٹنی  
 کی تکمیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ  
 تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

شعب الایمان ۳۰: ۴۴

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام حج کرتے ہیں کبھی پیدل اور کبھی سواری  
 پر تو ظاہر ہے کہ حج اپنی قبور مقدسہ سے نکل کر ہی کرتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کا وادی  
 ازرق میں اور سیدنا یونس علیہ السلام کا وادی ہر شا میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آنا اور پھر  
 اونٹنی پر سوار ہونا یقیناً یہ اجسام کی صفت ہے کیونکہ ارواح کو تو اونٹنی پر سواری کی حالت  
 ہی نہیں ہے اور یہ واقعہ بھی بیداری کا ہے جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
 بھی ساتھ تھے۔ لیکن یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ عین  
 ممکن ہے کہ کوئی منکر یہ کہہ دے کہ یہ تمام واقعات خواب کی حالت کے ہیں اس لیے ایک  
 ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جس میں یہ تمام شبہات خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں :

قال بیانا نحن مع رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 رأینا بردا ویدا فقلنا یا رسول  
 اللہ ما هذا برد الذی  
 ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ  
 تھے کہ اچانک ہمیں سردی لگی اور ہم  
 نے ایک ہاتھ دیکھا تو ہم نے عرض  
 کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سردی

رأینا والید؟ قال : وقد  
 رأیت صوہ؟ قلنا نعم : قال  
 ذلک عیسیٰ بن مریم سلم علی۔  
 الکامل لابن عدی ۵: ۲۵۷۸  
 ابن عساکر بسند آخر۔

کیسی ہے جو ہمیں محسوس ہوئی اور یہ ہاتھ  
 کیسا ہے جو ہم نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا  
 کیا تم نے اس ہاتھ کو دیکھا۔ ہم نے عرض  
 کیا، ہاں۔ فرمایا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں  
 جنہوں نے مجھے سلام کیا تھا۔

خصائص الكبرى ۲: ۹۱ نوریہ رضویہ سیکھر)

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرام جہاں چاہیں تشریف  
 لے جائیں اور ان کی زیارت غیر انبیاء کے لیے بھی ممکن ہے۔  
 اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں۔ تبلیغ پڑھتے  
 ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ بظاہر دنیا سے تشریف لے چکے ہیں اور  
 وہ دارالجزاء میں ہیں نہ کہ دارالعمل میں اور یہ اعمال تو دارالعمل کے ساتھ خاص ہیں نہ  
 کہ دارالجزاء کے ساتھ تو اس کا جواب امام نووی و تقی الدین سبکی نے امام قاضی عیاض  
 سے نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

فاعلم : ان للمشائخ و فیما ظہر  
 لنا عن هذا الجوبۃ احدھا  
 انہم كالشهداء بل افضل  
 منہم والشهداء احياء عند  
 ربہم فلا یبعد ان یحجوا  
 ویصلوا کما ورد فی الحدیث  
 الآخر۔

جاننا چاہیے کہ مشائخ کے کلام سے  
 جو ہمارے لیے ظاہر ہوا اس کے کئی جواب  
 ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات  
 انبیاء کرام شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے  
 بہت زیادہ افضل ہیں اور شہداء  
 اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یہ بعید  
 نہیں کہ وہ حج کریں اور نمازیں پڑھیں۔

جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کے

شرح مسلم للنوری



- ۹- مشترک امام حاکم عن سلیمان ۶۰۴: ۳ دارالمعرفة بیروت
- ۱۰- " " " عبداللہ بن عمرو ۳۱۵: ۴ " " "
- ۱۱- الزهد الكبير للبيهقي ۱۸۹ دارالقلم کویت
- ۱۲- " " " عبداللہ بن عمر ۲۲۳، ۲۱۸ " " "
- ۱۳- المعجم الكبير للطبرانی ۲۳۶، ۲۶۹: ۴ بغداد
- ۱۴- المعجم الاوسط " " " ۳۸۶: ۳ مکتبۃ المعارف ریاض
- ۱۵- شرح السنة للإمام لغوی ابی ہریرہ ۲۹۷: ۱۴ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت
- ۱۶- مسند الشهاب للتفضائی ابن عمر ۱۱۸: ۱ موسسۃ الرسالہ بیروت
- ۱۷- صحیح ابن حبان صحیح ابن عمر ۳۸: ۲ دارالفکر بیروت
- ۱۸- المنتخب لعبد بن حمید ابن عمر ۳۰۷: ۱ مکتبۃ ابن حجر مکتبۃ المکرّمہ
- ۱۹- نوادر الاصول للإمام حکیم ترمذی ۳۹۰، ۸۰، ۳۵ المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ
- ۲۰- فردوس الاخبار للديني ابی ہریرہ ۳۵۲: ۲ المکتبۃ الاثر
- ۲۱- كشف الاستار عن زوائد البزار ابن عمر ۲۴۸: ۴ موسسۃ الرسالہ بیروت
- ۲۲- معجم السفر لابن طاہر احمد بن محمد السلفی ابی ہریرہ ۴۵۷ اسلام آباد
- ۲۳- شعب الایمان للبيهقي " " ۳۲۴: ۷ دارالکتب الاسلامیہ بیروت
- ۲۴- القندی ذکر علماء سمرقند ۳۱۳ مکتبۃ الکونین سعودی عرب
- ۲۵- تهذيب تاريخ دمشق ۲۰۹: ۲، ۱، ۱۵: ۲ بیروت
- ۲۶- مسند ابی یعلیٰ ابی ہریرہ ۸۰، ۶۴: ۶ تحقیق الاثری سعودی عرب
- ۲۷- صحیح مسلم " " ۲۰۷: ۲ کتاب الزهد کراچی
- ۲۸- ترمذی " " ۵۸: ۲ " " "
- ۲۹- ابن ماجہ " " ۳۰۳ " " "

- ۳۰۔ المعجم الكبير للطبرانی عن قتادة بن النعمان بن زيد ۱۵: ۱۹ بغداد  
 ۳۱۔ مجمع الزوائد ۲۸۸: ۱۰ دارالکتب العربیہ بیروت  
 ۳۲۔ التذکرہ فی الاحادیث المشتملہ للزکشی ۱۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت  
 ۳۳۔ کتاب الزهد لابی داؤد سجستانی ابن عمرو ۲۷۷ دارالسلفیہ بمبئی  
 ۳۴۔ ذم الدنيا لابن ابی الدنيا " ۵۹ موسسہ لکنتب الثقاہ بیروت  
 ۳۵۔ تاریخ بغداد " ۳۴۸: ۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت  
 ۳۶۔ " ابن عمر ۴۰۱: ۶ ۴۲۲: ۱۲  
 ۳۷۔ الترغیب والترہیب للاصمعیانی ابی ہریرۃ ۲۰۷: ۲ دارالمحدث قاہرہ  
 ۳۸۔ ذم الدنيا لابن ابی الدنيا سلیمان الفارسی ۱۲ بیروت  
 ۳۹۔ اعلام النبوة للماوردی ۲۶۷ باب جوامع القلم دارالایاد العلوم بیروت  
 ۴۰۔ تاریخ صہبہان لابی نعیم ۳۴۰: ۱ ایران  
 ۴۱۔ المقاصد الحسنیۃ لسخاوی ۳۵۰ دارالکتب العربیہ بیروت  
 ۴۲۔ موضع اوہام الجمع والتفریق  
 الامام خطیب بغدادی انس بن مالک ۴۲۲: ۱

ابن ابی شیبہ کے الفاظ یوں ہیں :

فاذا مات المؤمن یخلى سره  
 یسرح حیث شاء  
 جب مؤمن فوت ہوتا ہے تو اس کی راہ  
 کھول دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳: ۲۳۵)

اس سے بڑھ کر صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھیں کہ آدمی اس جہاں سے چلے جانے کے  
 بعد بالکل آزاد ہے جہاں چاہے اللہ کے حکم سے جائے اور سیر کرے۔  
 حضرت امام عبد اللہ بن مبارک کے یہاں اس کی سند اس طرح ہے۔

اخبرنا سفيان بن عيينة عن يحيى بن سعيد وعلی بن زید بن جده عن سعید بن المسيب .

اس سند میں پہلا سفيان بن عيينہ ہے جو کہ زبردست ثقہ امام اور محبت ہیں ۔  
ملاحظہ فرمائیں ( تذکرۃ الحفاظ للذہبی ، ۱ : ۲۶۲ تا ۲۶۵ )

دوسرا راوی يحيى بن سعيد ہے ۔ یہ راوی بھی زبردست ثقہ ہے اور کسی نے بھی اس پر جرح نہیں کی ۔ یہ بالاتفاق ثقہ اور محبت ہے ۔ ملاحظہ ہو ( تذکرۃ الحفاظ ، ۱ : ۱۳۷ تا ۱۳۹ )

اور تیسرے راوی حضرت سعید بن المسيب ہیں ۔ یہ بہت بڑے تابعی ہیں ۔  
حضرت عمر و عثمان و زید بن ثابت ، حضرت عائشہ ، حضرت سعد و ابو ہریرہ اور دیگر بے شمار صحابہ سے سماع ثابت ہے زبردست ثقہ ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔ ( تذکرۃ الحفاظ : ۵۴۱ - ۵۴ )

اور پھر امام سفيان بن عيينة کا متابع امام عبد اللہ بن مبارک اور عباد بن العوام اور يحيى بن سعيد کا متابع علی بن زید بن جده ان ہے ۔ ( عند عبد اللہ بن مبارک فی الزهد )

اور سفيان بن عيينة کا متابع جریر بھی ہے ( عند ابن ابی الدنيا )  
حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے حضرت سليمان فارسی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما باہم ملے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا گئے تو مجھے خبر دینا کہ وہاں برزخ میں کیا پیش آتا ہے ۔

تو دوسرے نے کہا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں تو پہلے نے جواب دیا ۔

نعم ان ارواح المومنین  
فی برزخ من الارض تذهب  
لاں کیوں نہیں مومنوں کی روحیں  
توحبت میں ہوتی ہیں انہیں اختیاء

حيث شاءت۔ ہوتا ہے جہاں چاہتی ہیں جاتی

الزهد لابن المبارك ولفظله <sup>۱۴۲</sup> ہیں۔

۴۳۔ التوکل علی اللہ لابن ابی الدنیا محدث ص ۵

۴۴۔ المنامات لابن ابی الدنیا ص ۲۳

۴۵۔ احوال القبور لابن رجب حنبلی ۱۱۶

۴۶۔ شرح الصدور للبیوطی ۲۵۶

۴۷۔ کتاب الروح لابن قیم ۲۲

۴۸۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم عن المغیرہ بن عبدالرحمن ۲۰۵: ۱

۴۹۔ احیاء العلوم ۴: ۵۲۷

تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ارواح مومنین برزخ زمین میں ہیں جہاں چاہتی ہیں تشریف لے جاتی ہے۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت

ان ارواح المومنین فی برزخ  
من الارض تذهب حیث شاءت  
ونفس الکافر فی سجن۔  
مومنین کی روحیں زمین برزخ میں جاتی  
ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور  
کفار کی روحیں قید عذاب میں ہوتی ہے۔

کتاب الزهد لابن المبارك ۱۴۴

ابن مندہ نقلہ ابن رجب حنبلی فی احوال القبور ۱۱۶

حضرت شیخ علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی م۔ ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

فاذا فارق الدنیا فارق السجن  
والسنة وانتقل الی الانفساخ  
جب دنیا سے جدا ہو گیا تو وہ قید سے  
چھوٹ گیا اور فراخی اور کشادگی اور سرور

و دیار السرور والافراح۔ و فرحت کی طرف منتقل ہو گیا۔

السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۳: ۱۶۲

حضرت امام ولی کامل قطب وقت امام صدر الدین القونوی فرماتے ہیں:

وذلك انهم غير محصورين اور اس کے ساتھ ساتھ وہ (انبیاء و

فی الجنة وغیرها: اولیاء) جنت اور قبور میں محصور نہیں

ہیں (بلکہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں

رسالة النصوص ۶۶  
للامام قونوی)

حضرت علامہ عیسیٰ الروف مناوی فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من بے شک روح جب اس قالب سے

هذا الهيكل وانفقت من جدا اور موت کے سبب دیگر قیدوں سے

القيود بالموت تعول الى حيث آزاد ہو جاتی ہے تو جہاں چاہتی ہے چلتی

شأت۔ پھرتی ہے۔

اليسير شرح الجامع الصغیر)

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

ان الله تعالى يعطي لارواحهم اللہ تعالیٰ ان (انبیاء و اولیاء) کی ارواح

قوة الاجساد فيذهبون کو اجساد کی قوت عطا فرمادیتا ہے۔

من الارض والسماء والجنة لہذا وہ زمین و آسمان اور جنت میں

حيث يشاؤون وينصرون جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے

اوليائهم يدمرون ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے



اعداء ہم - ہیں اور دشمنوں کو ہلاک و ذلیل و خوار  
 رتفسیر مظہری زیر آیہ کرتے ہیں -

ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات (۱۵۲: ۱۰، ۱۵۳)  
 حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ہی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :  
 حق تعالیٰ در حق شہداء میفرماید (..... بل احياء عند ربهم...)  
 اللہ تعالیٰ شہداء کے حق میں فرماتا ہے -  
 (بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں)  
 میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد شاید یہ  
 ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں  
 کی سی طاقت عطا فرماتا ہے وہ جہاد  
 چاہتا ہے سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہداء  
 کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام  
 اور صدیقین شہداء سے افضل ہیں اور  
 اولیاء کرام بھی شہداء کے حکم میں ہیں۔  
 کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد  
 کیا ہے جو کہ جہاد اکبر ہے (ہم جہاد صغیر  
 سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس پر  
 دلیل کافی - اسی لیے اولیاء اللہ نے  
 فرمایا (ہماری روحوں ہمارے جسم اور  
 ہمارے جسم ہماری روحوں میں) ہماری  
 روحوں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی  
 ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب  
 ارواح شان راقت اجساد میدہد  
 ہر جا کہ خواہند سیر کنند و این حکم مخصوص  
 بشہداء نیست انبیاء و صدیقین از  
 شہداء افضل اند و اولیاء ہم در حکم  
 شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ  
 جہاد اکبر است (رجعنا من الجہاد  
 الا صفر الی الجہاد الا کبر)  
 ازاں کنایت است ولہذا اولیاء اللہ  
 گفتمہ اند (ارواحنا اجسادنا و اجسادنا  
 ارواحنا) یعنی ارواح ما کار اجساد  
 می کنند و گاہی اجساد از غایت لطافت  
 بزرگ ارواح می بر آید و می گویند کہ  
 رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم  
 ارواح ایشان وزمین و آسمان و بہشت

ہر جا کہ خواہند میرزند و دوستاں معتقدان  
 را در دنیا و آخرت مددگاری مینفرمایند  
 و دشمنان را ہلاک مینمایند و از ارواح شائن  
 بطریق ادیسیہ فیض باطنی میرسد و بسبب  
 ہمیں حیات اجساد آہنار اور قبر خاک  
 نمی خورد و بلکہ کفن ہم میماند۔  
 (تذکرۃ الموتی و القبور، ام ۱۲-۱۳)  
 طبع استنبول، ترکی)

بزرگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لیے  
 کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ ان کی رو میں  
 زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہی  
 تشریف لے جاتی ہیں اور دنیا و آخرت  
 میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں  
 (امتیوں اور مریدوں) کی مدد کرتی ہیں  
 اور دشمنوں (منکروں) کو ہلاک کرتی ہیں  
 اور ان سے بطریق ادیسیہ فیض باطنی  
 پہنچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے  
 جسم زندہ رہتے ہیں اور خاک ان کو  
 کھاتی نہیں ہے بلکہ ان کے کفن بھی  
 اسی طرح تروتازہ اور نئے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ریح الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

ثمرہ آن اتصال باں بزرگاں است و  
 قبر و حشر امداد ایشان این طالب را وقتاً  
 بعد وقت۔  
 (رسالہ بیعت در مجموعہ رسائل مطبوعہ  
 احمدی دہلی، ۲۷، طبع نصرت العلوم  
 گوجہ، نوالہ ۱، ۵۶)

فائدہ اس بیعت کا یہ ہے کہ قبر و حشر میں  
 بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصال  
 درشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی  
 مرید کو وقتاً فوقتاً اس سے امداد ملتی رہتی  
 ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کھانے پینے اور شہواتِ نفسانی اور اسی طرح دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان و کشش ہوتی ہے۔ لہذا جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علائق اور تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کی طرف عود کرتا ہے اور پھر ملائکہ سے مل کر انہی میں کا ہو جاتا ہے اور انہی کے سے اہام اس کو بھی ہوتے ہیں اور انہی کی طرح وہ بھی تصرف کرتا ہے۔

فکن ذلک الانسان قد يكون في حياته الدنيا مشغولا بشهوة الطعام والشراب والغلبة وغيرها من مقتضيات الطبيعة والرسم لكنه قريب الماخذ من الملاء السافل قوى الانجذاب اليهم فاذا مات انقطع الصلاقات ورجع الى مزاجه ملوق بالملائكة وصار فيهم واليهم كاليهامم وسعى فيها يسعون فيه۔

رحمة اللہ الباقیہ ۳۵

باب اختلاف حوال الناس

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :  
 وبالجملة بعد ازاں کہ ثابت شد کہ روح باقی و اورا تعلق خاص باجزاء بدن بعد مفارقت از وی و تغیر کیفیت ای نیز باقیست کہ بدان علم و شعور بجزائرن قبر و احوال ایشان دارد اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ روح باقی ہے اور اس کا ایک خاص تعلق اجزائے بدن کے ساتھ اس سے مفارقت تغیر کیفیت کے بعد بھی باقی ہے کہ اس تعلق کی

وجہ سے ان میں علم پر ایسے شعور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر کی زیارت کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی میں قرب منزلت حاصل تھی اور کرامات تصرفات اور لوگوں کی امداد کرتے تھے ان کو بعد از وفات بھی یہ تصرف حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح کہ وہ اس وقت کرتے تھے جب ان کے بدنوں کے ساتھ روح کا کلی تعلق حاصل تھا (زندہ تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصرف کرتے ہیں اور ان سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح ذبحہ معلوم نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ پہلی بات کا انکار کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ روح کا بدن کے ساتھ بالکل ہی تعلق نہیں ہے اور بدن سے مفارقت کے بعد تمام وجوہ سے زندگی کا تعلق ہو چکا ہے اور یہ کہنا تو نصوص کثیرہ ہے اور اس طرح تو قبروں کی زیارت اور وہاں جانا سب لغو و بیکار و بے معنی ہو جائیگا۔

وارواح کل کہ در حین حیات ایشان بسبب مکانت و منزلت از رب العزت کرامات تصرف و امداد داشتند بعد از ممات چوں بہمان قرب باقی اند نیز تصرفات دارند چنانچہ در حین تعلق کلی بجدہ داشتند یا بیشتر ازاں انکار استمداد را در حقیقت صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند ای تعلق روح را شدن بالکلیہ و جمیع وجوہ بعد مفارقت و زوال علاقہ حیاتی دآن خلاف منصوص است و بر این تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بے معنی گردد۔

دفن و دفن عزیزہ ۱۰۷ تا ۱۰۸  
دارالاشاعت العربیہ کوئٹہ

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پڑھیں اور سوچیں کہ اب علمائے دیوبند تو خاوادہ شاہ ولی اللہ کا نام جیتے ہیں لیکن عقائد ان کے بالکل برعکس اپناٹے ہوئے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن شاید اب علمائے دیوبند نے وہ صحیح وجہ معلوم کر لی ہے اور اس وجہ سے بدیع امتِ محمدیہ کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔

یہ نومولود فرقہ مختلف ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو علمائے حق اہلسنت سے متنفر کرنے کی ناکام سعی میں لگا ہوا ہے۔ اس کے نومولود ہونے کا ثبوت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ فرماتے ہیں :

ہم نے اس مقام پر کلام کو طول دیا	انما اطلقنا الکلام فی هذا
منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے	المقام رغمالالف المنکون
لیے کہ ہمارے زمانے میں معدودے	فانه قد حدث فی زماننا
چند ایسے پیدا ہوئے کہ حضرات اولیاء	شردمه ینکرون الاستمداد
کرام سے استمداد کے منکر ہیں اور	من الاولیاء ویقولون
ادل قول کہتے ہیں اور انہیں اس	ما یقولون وما لهم علی
پر کچھ علم نہیں۔ یونہی اٹکل بچو لگاتے	ذلک من علم ان ہم الا یخوضون
ہیں۔	رلمعات التنیق شرح مشکوٰۃ المصابیح

بحوالہ حیات الاموات فی بیان سماع الاموات ص ۱۳۸، طبع لاہور عامرانندہ پبلیشرز، لاہور

وكل ذلك صحيح لا يخاف بعضه بعضا فقد يرسى موسى  
 عليه السلام قائمٌ يصلي في قبره ، ثم يسرى بموسى  
 وغيره الى بيت المقدس كما اسرى بنينا صلى الله عليه  
 فبراهم فيها كما اخبر - وصلاتهم في اوقات بمواضع مختلفا  
 جائز في العقل كما ورد بها خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة  
 على حياتهم ومما يدل على ذلك -

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ ان میں کوئی حدیث دوسری کے خلاف نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یقیناً ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ  
 وغیرہ نے بیت المقدس کی طرف رات میں سفر کیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات  
 کو سفر کیا۔ چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام ان راہبوں کے ساتھ  
 آسمانوں پر چڑھے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پشرف لے گئے چنانچہ وہاں بھی  
 انہیں دیکھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور مختلف اوقات میں ان کا نماز پڑھنا  
 یہ عقلی لحاظ سے بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ یہ تمام احادیث انبیاء  
 کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

پچھلے صفحات میں دیئے گئے حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء و اولیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں چاہیں اللہ کے فضل و کرم سے تشریف لے جاتے ہیں جیسا کہ مصنف کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ اور واقعہ معراج کے فوائد میں سے علامہ شعرانی کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ایک شخص بیک وقت کئی مقامات پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ امر کالمین سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں چند نصوص ملاحظہ کریں۔

حضرت امام بدر الدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں :

ان جبرائیل علیہ السلام	بے شک جبرائیل علیہ السلام حضرت وحی
مع ظہورہ بین یدی النبی	کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم
علیہ السلام فی صورۃ دحیہ	صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہونے
کلبی وغیرہ لم یفارق	کے باوجود سدرۃ المنتہی سے جدا نہیں
سدرۃ المنتہی۔	ہوتے۔

(روح المعانی ۱۲: ۳۷، طبع طمان)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواحِ یلیبات تو ارواحِ ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت و تصرف کی صفت سے متصف ہیں بالخصوص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس تو روح الارواح ہے اور انبیاء کرام کے اجسام بھی ارواح کی طرح تصرفات فرماتے ہیں جیسا کہ معراج کی رات کو مشاہدہ میں آیا۔ تو ان کے لیے کونسی بڑی بات ہوگی کہ وہ قبروں میں ہونے کے باوجود آسمانوں اور بیت المقدس میں بھی ہوں بلکہ ایک وقت میں

ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات پر جلوہ گر ہوں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی وقت میں لاکھوں لوگ مختلف مقامات میں زیارت کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرات علماء کرام کی اس پر تصریحات موجود ہیں۔

حضرت علامہ بدر الدین محمود آلوسی بغدادی تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثبت غیر واحد تمثیل  
النفس و تطورها لبینا صلی  
اللہ علیہ وسلم بعد وفاته  
و ادعی انه علیہ الصلوٰۃ و  
السلام قد یری فی عدۃ  
مواضع فی وقت واحد مع  
کونہ فی قبرہ الشریف لصلی  
روح المعانی ۱۲، ۱۴ پارہ ۲۳

اور کئی حضرات نے ہمارے نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف  
کے بعد کئی صورتوں میں متشکل ہو کر  
تشریف لاتا ثابت کیا ہے چنانچہ ایک  
ہی وقت میں کئی مقامات پر آپ کو  
دیکھا گیا ہے باوجودیکہ آپ اپنی قبر  
شریف میں نماز بھی پڑھ رہے ہوتے  
ہیں۔

اور یہ بات مجھے کسی طرح بھی زیب  
نہیں دیتی کہ میں کہہ دوں تمام واقعات  
جو حضور علیہ السلام کے ظاہر و باہر  
تشریف لانے کے متعلق صوفیاء کرام  
سے منقول وہ سب جھوٹ ہیں اور ان  
کی کوئی اصل نہیں حالانکہ اس کو بیان  
کرنے والے بہت سارے ہیں اور  
اس کا دعویٰ کرنے والے جیل القدر ہیں

اور مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولا یحسن منی ان اقول کل  
ما یحکی عن الصوفیۃ من  
ذلک کذب لا اصل له لکثرة  
حاکمہ و جلالة مدعیہ۔  
روح المعانی ۱۲: ۳۹ پارہ ۲۲  
طبع مکتبہ امدادیہ ملتان (۱)



حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارواح صحابہ  
کے ساتھ عالم کا طواف و تصرف کرنے  
کا اختیار حاصل ہے اور بے شمار اولیاء  
کرام نے آپ کو دیکھا ہے۔

وقال الامام الغزالی رحمه  
الله تعالى والرسول عليه السلام  
له الخيار في طواف العوالم مع  
ارواح الصحابة رضی الله عنهم  
لقدره اكثر من الالبياء۔

وتفسير روح البيان آخر سورة

الملک ۱۰: ۹۹

حضرت امام نور الدین حلیمی فرماتے ہیں:

اور جو ہم نے بیان کیا کہ انبیاء کرام  
(جہاں چاہیں تشریف لے جائیں) اس  
پر وہ دلالت کرتا ہے جو کہ ہم نے روایت  
کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج  
کی رات حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز  
پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب آپ بیت  
المقدس تشریف لے گئے تو ان کو وہاں  
بھی دیکھا اور حضرت موسیٰ نے آپ کے  
پیچھے تمام انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی پھر  
آپ ان سے جدا ہوئے اور آسمانوں  
کی طرف چڑھے تو چھٹے آسمان پر پھر  
حضرت موسیٰ کو پایا اور اس طرح دیگر

ويدل لذلك ما روينا من  
انه صلى الله عليه وسلم ليلة  
الاسراء رأى اخاه موسى  
يصلى في قبره وجاء الى  
بيت المقدس فراه ايضا  
وصلى موسى خلفه اسوة  
الانبياء صلوات الله عليه  
وعليهم ثم فارقه وصعد  
صلى الله عليه وسلم الى السماء  
سادسة فوجدته فيها و  
كذلك آدم وعيسى ويحيى  
ويوسف وادريس وهارون

انبیاء کرام جیسے حضرت آدم و عیسیٰ  
و یحییٰ و یوسف و ادریس و ہارون و  
ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا کہ ان تمام  
نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیت  
المقدس میں نماز پڑھی تھی اور اس وقت  
ان کے اجساد آسمانوں میں تھے حالانکہ  
یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت  
میں کم ہیں تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم  
ان سے زیادہ حق دار ہیں کہ اپنی قبر  
میں مقیم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ  
موجود ہوں ہر جگہ موجود ہوں اپنی قبر  
میں مقیم ہونے کے ساتھ ساتھ۔

و ابراہیم صلی بہم صلی اللہ  
علیہ وسلم فی بیت المقدس  
وجسدہم فی السموات و ہم  
دونہ فی الفضل فهو اولی  
منہم بكونہ موجودًا فی  
کل مکان و مقیمًا فی قبرہ  
صلی اللہ علیہ وسلم۔

تعریف اہل الاسلام والایمان  
بان محمد اصلی اللہ علیہ  
وسلم لا یخلو منہ مکان و  
الازمان) بحوالہ سعادت الدارین  
(۲۵۹:۱)

آپ مزید فرماتے ہیں :

بے شک حضرات انبیاء کرام دنیا میں  
سیر کرتے ہیں اپنی ارواح اشباح کے  
ساتھ اور حج و عمرے کرتے ہیں جب  
اللہ تعالیٰ ان کو اذن عطا فرماتا ہے۔  
اور وہ اس عمل میں بالکل زندوں  
کی طرح زندہ ہیں اور بے شک نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام جہاں علویہ  
و سفلیہ بھرے پڑے ہیں (یعنی آپ سے

ان الانبیاء لیسیرون فی  
الکون باشباحہم وارواحہم  
ویحجون ویعتمدون متی  
اذن اللہ تعالیٰ لہم فی ذلك  
کما کالوا احياء وان النسبی  
صلی اللہ علیہ وسلم ملاء العالم  
العلویہ والسفلیہ لانہ افضل  
عباد اللہ تعالیٰ۔

کوئی جگہ خالی نہیں ہے آپ ہر جگہ حاضر  
ناظر ہیں، کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام  
بندوں سے افضل ہیں۔

(رسالہ مذکورہ بحوالہ سعادت الدارین  
صفحہ ۲۶۱)

حضرت قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت اگر  
توصفت معلومہ پر ہو تو یہ حقیقی آپ کی  
زیارت ہے اور غیر صفت معلومہ پر ہو  
تو یہ آپ کی مثال کی زیارت ہوگی اور  
آپ کی ذات شریفہ کا دیدار جسد اور  
روح کے ساتھ یہ حال نہیں ہے۔ کیونکہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات  
انبیاء کرام زندہ ہیں ان کی ارواح  
قبض کرنے کے بعد واپس ان کے  
طرف لوٹا دی گئی ہیں اور ان کو اپنی قبو  
سے نکلنے اور کائنات علوی و سفلی میں  
تصرف کرنے کی عام اجازت ہے اور  
اس سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے  
کہ آپ کی ایک ہی وقت میں کئی لوگ  
زیارت کریں کیونکہ آپ سورج کی طرح  
ہیں۔

رویت النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم بصفة المعلومة ادراك  
على الحقيقة ورؤيته على غير  
صفته ادراك للمثال.....  
ولا يتمتع رؤية ذات الشفوية  
بجسده وروحه وذلك  
لانه صلی اللہ علیہ وسلم و  
سائر الانبياء احياء وروى الهم  
ارواحهم بعد ما قبضوا و  
اذن لهم بالخروج من  
قبورهم والتصرف في  
الملکوت العلوی والسفلی  
ولا مانع من ان يراه كثيرون  
في وقت واحد لانه كالشمس  
(المحاوی للفتاویٰ ۲: ۲۶۳ لیسوی)  
الفتاویٰ الحدیثیہ، ۳۰۰ لابن  
محمد مکی المصیبتی۔)

حضرت علامہ ابن العربی کی عبارت سے ذات اور مثال کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت میں ملاحظہ کرتا ہے جو کہ عام احادیث مبارکہ میں آئی ہے تو چاہئے ایک وقت میں کڑوڑوں اشخاص زیارت کریں۔ وہ آپ کی ذات کی زیارت کریں گے نہ کہ آپ کی مثال کی۔

اور پھر قبروں سے نکل کر تصرف فرمانا بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کی یہ عبارت علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمائیں جیسا کہ اوپر حوالہ گزرا اور انہوں نے اس کی تائید فرمائی تردید نہیں فرمائی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

ان تمام دلائل اور احادیث سے یہ	فحصل من هذه النقول
حاصل ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ	والاحادیث ان النبي صلی
وسلم اپنے جسد النور اور روح پاک کے	الله عليه وسلم حي بجسده
ساتھ زندہ ہیں اور زمین کے اقطار اور	وانه يتصرف ويسير
ملکوت علویہ و سفلیہ میں جہاں چاہیے	حيث شاء في اقطار الارض
عمیر کرتے اور تصرف فرماتے ہیں اور	وفي الملكوت وهو بهيته
آپ کی ہیئت مبارکہ ظاہرہ زندگی جیسی	التي كان قبل وفاته لـ
ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی	يتبدل منه شيء و انه
اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہیں جس	مغيب عن الابصار كما
طرح کہ فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ	غيبت الملائكة مع كونهم
زندہ ہونے کے باوجود آنکھوں سے	اهياء باجسادهم فاذا
اوجھل ہیں۔ پس جب اللہ ارادہ فرماتا	اراد الله رفع الحجاب عن

ہے کہ ان کی زیارت کروائے تو  
پردے اٹھا دیتا ہے تو ان کی اسی  
ہیئت یعنی ذات شریفہ کی زیارت  
ہو جاتی ہے۔

اراد اکرامہ برویہ علی  
ہیتہ الیٰہی ہو علیہا۔

(المحادی للفتاویٰ ۲: ۲۶۵)

تفسیر روح المعانی

حضرت ولی کامل عمر بن سعید النوفی الطوری الکدومی فرماتے ہیں:

بے شک حضرات اولیاء کرام نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں  
دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر  
مجلس میں جہاں چاہیں اپنی روح و  
جسد کے ساتھ تشریف فرما ہوتے  
ہیں اور وہ زمین اور ملکوت میں جہاں  
چاہتے ہیں تصرف فرماتے اور سیر کرتے  
ہیں اور اسی حالت مبارکہ پر ہیں جس پر  
ظاہرہ زندگی میں تھے اور ان میں کچھ  
بھی تبدیلی نہیں آئی اور وہ ہماری  
آنکھوں سے ادھلے ہیں جیسے کہ فرشتے  
ہیں حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ  
زندہ ہیں۔

ان الاولیاء بیرون النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم لقطۃ وانہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یحضر  
کل مجلس او مکان اراد بحبہ  
وروحہ وانہ یتصرف و

یسیر حیث شاء فی اقطار  
الارض و فی الملکوت و ہو  
بہیئۃ الیٰہی کان علیہا قبل  
وفاتہ لم یتبدل منہ شی  
وانہ مغیب عن الابصار  
کما غیبت الملائکۃ مع  
کونہم احياء باجسادہم  
درماح حزب الرحیم علی نخود  
حزب الرحیم، ۱: ۲۱۹ - طبع

دارالکتاب العربی بیروت  
(الفصل المحادی والعشرون)

آپ مزید فرماتے ہیں:

لانہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وسائر الانبیاء احياء ورت  
الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا  
واذن لہم فی الخروج من  
القبور و التصرف فی الملکوت  
العلوی والسفلی۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام  
انبیاء کرام زندہ ہیں ان کی روہیں قبض  
کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی  
ہیں اور ان کو قبور سے نکل کر ملکوت  
علوی و سفلی میں تصرف کرنے کی اجازت  
دی گئی ہے۔

ر رواج حزب الرحیم علی نحو حزب الرحیم (۱۷: ۲۲۸)

حضرت صاحب الفضیلۃ شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحامی (من علماء الازھر

وخطیب المسجد الزینبی) فرماتے ہیں:

وہذا الحدیث وما قبلہ  
یثبتان ان الانبیاء صلی اللہ  
علیہ وسلم ینرجون من قبورہم  
بأبدانہم الحقیقیۃ لابسین  
الثیاب ما شین اور اکبین  
و ینذہبون الی حیث یحبون  
ویلبون ویراہم بعینہ  
من کشف اللہ عن بصیرتہ  
من العباد۔

یہ اور اس سے پہلے حدیث ثابت کرتی  
ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام  
اپنے حقیقی بدنوں کے ساتھ لباس  
زیب تن کئے ہوئے پیدل یا سوار ہو  
کر اپنی قبور مقدسہ سے باہر تشریف  
لاتے ہیں اور جہاں چاہیں تشریف  
لے جاتے ہیں۔ حج کرتے اور تبلیغ پر  
ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں  
کے جس کی بصارت کے پڑے اٹھاتے

ہیں وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے  
ہیں۔

رغوث العباد ببيان الرشاد

طبع مکتبہ الیشق استنبول

یاد رہے کہ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء و محدثین کی تعاریر ہیں :

الشیخ محمد البلبلاوی خطیب المسجد الحسینی ولقیب الاشراف بالدیار المصریہ۔

الشیخ محمود البودقیقہ مدرس تخصیص الازھر۔

الشیخ محمد عبد الفتاح العنانی المدرس بکلیتہ الشرعیۃ الاسلامیہ

الشیخ محمد البحیر من علماء الازھر الشافعیہ بالقسم الثانی

السید محمد بن محمد زبارہ الیمینی امیر القصر السعید صنعائین

محمد حبیب اللہ الشنقیطی خادم العلم بالحرمین شریفین

الشیخ محمد زاہد الکوثری وکیل المشیخۃ الاسلامیہ بالآستانہ

محمد حفنی بلال وکیل الحرم الزینی واحد علماء المالکیہ۔

اولیاء اللہ کا بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہونا

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو بڑی شان والے، مقام والے ہیں۔ ان کے غلام اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں اور اس کی تائید میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک مستقل کتاب بعنوان "المنجلی فی تطور الولی" لکھی ہے جو کہ آپ کے الحادی

للفوائد ۱/۲۱۷ تا ۲۲۲ میں موجود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ہر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ، جب جنوں کو قدرت الہی سے یہ طاقت

حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں، اسی قدرت بود کہ شکل باشکال گشتہ

متشکل ہو کر عجیب و غریب کام سر انجام، اعمال غریبہ بوقوع آرنند ارواح کل

را اگر ایں قدرت عطا فرماید چہ محل  
تعب است و چہ احتسایاج بدن  
دیگرہ ازین قبیل است آنچه از بعضی  
اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک  
آن در اکنہ متعددہ حاضر می گردند و  
افعال متبائنہ بوقوع آرند۔

مکتوبات شریف مکتوب ۱۸۰

جلد دوم

حضرت مجدد پاک نے تو اپنے اس مکتوب شریف میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ان کے متعدد مقامات پر ہونے کے لیے مثالی اجسام کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنے اصلی جسموں کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كذلك يجعل لنفوس  
بعض اولیاء اللہ فانہم یظہرون  
النشاء اللہ تعالیٰ فی آن واحد  
فی امکانہ شتی باجسادہم  
تفسیر مظهری ۳: ۲۷۷

حضرت مولانا اسمعیل حقی فرماتے ہیں:

قال الشعرانی واخبرنی من  
صحب الشیخ محمد الخضری  
انہ خطب فی خمین بلعدۃ  
امام شعرانی نے فرمایا مجھے اس شخص نے  
خبر دی جو کہ شیخ محمد خضریٰ کی خدمت  
میں رہا کرتا تھا کہ حضرت شیخ خضریٰ



فی یوم واحد خطبة وصلی  
بہم امامًا۔

نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت  
میں پچاس مختلف شہروں میں خطبہ جمعہ  
دیا اور نماز کی امامت فرمائی۔

تفسیر روح البیان ۹۰: ۲۱۶

اور اب دیوبندی حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی کی بھی سنئے:

حضرت محمد خضرمی مجذوب کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس  
شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائی ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات  
میں شب بائیس ہوئے ہیں۔

رجال الاولیاء ۱۸۸ مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرات انبیاء کرام کی شان  
وراء الوراہ ہے۔ ان کے غلام اولیاء کرام بھی ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہو سکتے  
ہیں۔

یہ تو حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا

ہمارے آقا و مولانا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیات کی ایک بن دلیل یہ  
بھی ہے کہ آپ کو اب بیداری میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا

کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ

مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان

میرا ہم شکل نہیں ہو سکتا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم یقول من رانی فی المنام

فسیرانی فی البقظۃ ولا یتمثل

الشیطان لی۔



علامہ آلوسی ہی مزید فرماتے ہیں :

حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ سوتے  
جاگتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت  
سے دیکھنے والے تھے۔

كان كثير الروية لرسول الله  
عليه الصلاة والسلام بقية

ومنا ما -

(ايضاً)

حضرت امام عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جد و روح  
کے ساتھ دیکھنا محال نہیں۔

لا يمنع رؤية ذاته عليه  
السلام بجسده وروحه

(زرقانی علی المواہب ۸:۱)

حضرت ولی کامل سیدی مکر بن سعید الغوثی فرماتے ہیں :

اسلاف میں جنہوں نے آپ صلی اللہ

من يراه يقظة من

علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے ان

السلف الشيخ ابو مدين المغربي

میں سے شیخ ابودین مغربی شیخ الجامة

شيخ الجماعة و شيخ عبد الرحيم

و شیخ عبد الرحيم القناوي و شیخ موسى

القناوي والشيخ موسى

الزواوي شيخ ابوالحسن شاذلي و شيخ

الزواوي والشيخ ابوالحسن

ابوالعباس المرسي و شيخ سعود بن ابی

الشاذلي والشيخ ابوالعباس

العشائر سیدی ابراہیم متبولی و

الموسي والشيخ السعود بن

شیخ جلال الدین سیوطی اور وہ کیا کہتے

ابي العشائر وسیدی ابراہیم

تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

المتبولی والشيخ جلال الدين

وسلم کو بیداری میں ستر سے زیادہ

السيوطي وكان يقول رأيت

مرتبہ دیکھا اور ان کی مجلس کی ہے۔

النبي صلي الله عليه وسلم

• اور سیدی ابراہیم مقبولی نے تو جتنی بار  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت  
و مجلس کی ہے اس کا شمار ہی نہیں ہو سکتا  
کیونکہ وہ تو ہر وقت مشاہدہ میں رہتے تھے  
اور شیخ ابوالعباس المرسی کہتے ہیں کہ  
اگر ایک لحظہ کے لیے غیب سے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھ جائیں تو  
میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار  
کروں۔

واجتمعت به لقطه نيقا  
وسبعين مرة واما سیدی  
ابراہیم المقبولی فلا یحصى  
اجتماعه به لانه یجتمع به  
اهواله کلها..... وکان  
ابوالعباس المرسی یقول لو  
احتجب عنی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ساعة  
ما عدت نفسی من المسلمین  
رواه حزب الرحیم علی نخور  
حزب الرحیم هاشم علی جواهر  
المعانی ۱: ۲۱۹ الفصل الحادی و  
الثلاثون: دارالکتاب العربی

بیروت ۱۹۷۳ء

دیوبندی جماعت کے ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

دیوبندی جماعت کے ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:  
اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے بیداری کے  
حالت میں دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ  
یہ نعمت عطا فرمائے۔ جیسے کہ سیوطی  
سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس مرتبہ بیداری

دیکھنا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم لقطہ لمن  
رزقہ اللہ سبحانہ کما  
نقل عن السیوطی اثنتین  
وعشرین مرة و سالہ  
عن احادیث ثم صحھا بعد

لصحيحه صلى الله عليه وسلم  
رفيض الباری شرح صحيح بخاری

میں دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا  
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کی بعد  
سیوطی نے ان احادیث کو صحیح کہا۔

۱: ۲۰۴

اس عبارت سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
بیداری میں دیکھنا حق ہے جو کہ آپ کی حیاة حقیقی اور حاضر و ناظر ہونے پر دلیل ہے  
دوسری اس عبارت سے حضرت علامہ سیوطی کی عزت و شان کا بھی پتہ چلا کہ آپ کیسی  
شخصیت ہیں۔ حالانکہ کشمیری صاحب نے اس میں بھی نخل سے کام لیا ہے کہ صرف  
بائیس مرتبہ لکھا ہے حالانکہ آپ کو بہتر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری  
کی حالت میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ امام شعرانی نے کہا کہ شیخ صالح عطیہ ابناسی شیخ قاسم  
مغربی اور قاضی ذکر یاتے امام سیوطی سے سنا :

ليقول رأيت رسول الله صلى  
الله عليه وسلم لقطعة لبعضا  
وسبعين مرة .  
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر سے زیادہ  
مرتبہ بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔

(اليواقيت والجواهر ۱: ۱۳۳)

یہ شان ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی جو عاشق رسول ہیں لیکن افسوس  
صد افسوس کہ آج کل کے مردہ دل اور عشق رسول سے خالی ابن تمیمہ اور ابن عبد الوہاب کے  
پیروکاروں نے ایسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کو ناقابل قبول بنا رکھا ہے۔  
کہ وہ یعنی علامہ سیوطی متساہل ہیں۔ کیا تمہارا ایمان ناقص نہیں؟ نہ جانے ان عقل  
کے اندھوں کو کیا ہو گیا ہے جبکہ انہی کا ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری تو کہے کہ علامہ  
سیوطی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی تصحیح کرانے کے بعد ان احادیث کو

صحیح کہا ہے لیکن یہ اپنے باطل عقائد کا بھرم رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ علامہ سیوطی  
متسائل ہیں ان کی تصحیح کردہ حدیث کو ہم نہیں مانتے۔ اس سے بڑی بدبختی اور بد قسمتی  
اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کو متسائل قرار دیا جائے جو اپنی زندگی میں چلتے پھرتے پیارے  
آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ جس حدیث کو تم نے علامہ  
سیوطی کے متسائل ہونے کی وجہ سے ٹھکرا دیا ہو اسی حدیث کی تصحیح علامہ نے پیارے آقا  
صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائی ہو۔

۷ کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے  
یہاں نجدی ذہنیت کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو چاہے خواب میں دیکھا جائے یا  
بیداری میں (اگر کوئی مجبوراً بیداری والی روایت کو تسلیم کر لے تو) آپ کی مثال نظر آتی  
ہے آپ خود نظر نہیں آتے۔ اس پر کچھ بحث تو گزر چکی ہے مختصراً یہاں عرض کرتے  
ہیں۔

حضرت العلامة علامہ نور الدین حلبی فرماتے ہیں :

فمتی کان کذا لک منامًا	جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کان فی عالم الخیال والمثال	خواب میں ہوتی ہے تو عالم خیال اور
ومتی کان یقظة کالصفی	عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب آپ
المجمال والاجلال وعلی	کی زیارت بیداری میں ہوتی ہے تو
غایة الکمال کما قال القائل۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفت جلال
لیس علی اللہ یمستکران یجمع	واجلال اور پورے کمال کے ساتھ
العالم فی واحد۔	نظر آتے ہیں کسی قائل نے کیا خوب
دبحوالہ سعادة الدارین للنبھانی	کہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں
۲۵۸ - ۲۵۹ طبع مصر،	کہ وہ ایک ذات میں سارا جہاں جمع
	کرتے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

وإذا اراد الله رفع الحجاب  
عن اباد الكرامه برويته  
صلى الله عليه وسلم راه  
على هيته التي هو عليها  
لامانع من ذلك ولاداعي  
التخصيص بروية مثاله -  
المحادي للفتاوى ۲: ۲۶۵  
تنوير الخلق في امكان رويته  
النسبي والملك (طبع نوري ضوئي فيلادلفيا)  
جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو  
اپنے حبیب علیہ السلام کی زیارت سے  
مشرف کرنا چاہتا ہے تو حجاب اٹھا دیتا  
ہے اور زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھتا ہے  
جس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
حیات ظاہری میں جلوہ افروز تھے۔  
اس پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی  
وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی  
مثالی صورت نظر آتی ہے بلکہ آپ  
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس  
نظر آتے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے  
جاسکتے ہیں اور خوش قسمت لوگ آپ کی زیارت بھی کر سکتے ہیں۔

ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس  
محمد بن يعقوب ثنا أبو جعفر أحمد بن عبد الحميد  
الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن  
بن يزيد بن جابر عن أبي الأشعث الصنعاني عن أوس  
بن أوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :  
أفضل أيام الجمعة : فيه خلق آدم و فيه قبض وفيه  
النفخة ، وفيه الصعقة ، فاكثروا على من الصلوة فيه  
فإن صلاتكم معروضة على : قالوا : وكيف تعرض  
صلاتنا عليك وقد امت يقولون بليت . فقال . إن  
الله قد حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء  
عليهم السلام أخرجه البوراد السجستاني في كتاب  
السنن ، وله شواهد .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے۔  
اسی دنیا حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے انتقال فرمایا اور اسی  
دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے۔ اس لیے اس روز  
مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے  
صحابہ نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا ؟ حالانکہ آپ تو ختم ہو چکے  
ہوں گے جیسا کہ کہتے ہیں کہ وہ بوسیدہ ہو گیا ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔  
اس کو ابو داؤد سجستانی نے سنن ابی داؤد میں روایت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں۔

### تخریج حدیث

- ۱- ابو داؤد ۱۵۷/۱
- ۲- نسائی فی المجتبیٰ ۱: ۲۰۳
- ۳- ابن ماجہ ۷۶ کتاب فرض الجمعہ ۱۱۹ باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۴- ابن ابی شیبہ ۲: ۵۱۶
- ۵- کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم ص ۵۵ رقم ۲۳
- ۶- مسند امام احمد ۴: ۸
- ۷- مستدرک امام حاکم ۴: ۵۲
- ۸- صحیح ابن خزمیہ ۳: ۱۱۸
- ۹- صحیح ابن حبان ۳: ۷۸
- ۱۰- سنن دارمی ۱: ۳۰۷ باب فی فضل الجمعۃ
- ۱۱- سنن الکبریٰ للبیہقی ۳: ۲۲۸ کتاب الجمعۃ
- ۱۲- سنن الصغیر " ۱: ۲۳۵ باب فضل الجمعۃ
- ۱۳- شعب الایمان " ۲: ۱۱۰
- ۱۴- دلائل النبوة ۲/ ۵۶۷ رقم ۵۰۹ (لابی نعیم)
- ۱۵- معرفة الصحابہ ۲: ۳۵۴ (لابی نعیم)

۱۷- تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۳ : ۱۵۷

۱۸- نوادر الاصول حکیم ترمذی ۳۸۶

۱۹- فضل الصلوٰۃ للقاضی اسماعیل ۱۱

۲۰- السنن الکبریٰ للنسائی ۱ : ۵۱۹ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۱۷ : ۵۸۹

یہ صحیح روایت بھی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی صاحب قاموس ارشاد فرماتے

ہیں ۲ : ۸۱۷ھ

د نص علی صحته جماعة  
اور اس کی صحت پر محدثین کی ایک پوری  
جماعت نے نص فرمائی ہے۔

من الحفاظ۔

(الصلاة والبشر ۷۴)

مزید فرماتے ہیں۔

وامثال ذلك دلائل قاطعة  
اور یہ اس طرح کی مثالیں دمعراج  
علی انہم احیا بأجسادہم و  
کی رات مختلف انبیاء کرام کے ساتھ  
منہا ما تقدم من حدیث  
ملاقات، دلائل ہیں کہ حضرات انبیاء  
اوس بن اوس ان اللہ حرم  
کرام اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں  
علی الارض ان تا کل اجساد  
اور ان کی حیاۃ کی دلیلوں میں سے  
الانبیاء و فیہ دلیل واضح  
ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت  
وقد ذهب الی ما ذکرنا  
اوس بن اوس سے مروی ہے جو کہ  
دلیلہ و اوضحنا حجتہ  
گزر چکی ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء

کے اجسام حرام کر دیئے ہیں اور اس میں حیاۃ الانبیاء کی واضح دلیل ہے اور اس کی دلیل کہ ہم نے بیان کیا اس کو محدثین کی جماعت نے بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ان میں سے جنہوں نے اس کی صراحت کی ہے امام بیہقی، استاد ابوالقاسم القشیری، امام ابو حاتم، ابن حبان و ابوطاہر حسین بن علی ازدستانی اور اس کے ساتھ صراحت کی شیخ ابوعمر و بن الصلاح اور شیخ محی الدین نووی اور محب الدین طبری و دیگر بے شمار ائمہ کرام نے بھی فرمائی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

جماعات من اهل العلم و صرحوا بهم منهم الامام بیہقی و الاستاذ ابوالقاسم القشیری۔ والامام ابو حاتم بن حبان و ابوطاہر الحسین بن علی الازدستانی و صرح به ایضاً الشیخ تقی الدین ابو عمرو بن الصلاح و الشیخ محی الدین النووی و المحافظ محب الدین الطبری و غیرہم و الصلوات و البشر فی الصلاة علی خیر البشر ص ۱۸۴۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیحہ علی شرط البخاری و لم یخرجہ (متدرک علی الصحیحین ۱: ۲۷۸)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیحہ علی شرط الشیخین و لم یخرجہ (متدرک ۴: ۵۶۰)

امام ذہبی:

امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں دونوں مقامات پر امام حاکم کی تصحیح کو قائم رکھا اور فرمایا :

علی شرط (خ) یعنی یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے :

تلخیص المستدرک علی المستدرک (۱: ۲۷۸)

امام عبد الغنی :

وقال المحافظ عبد الغنی انه  
یہ حدیث حسن صحیح ہے  
حسن صحیح۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں :

قال الشیخ هذا الحدیث  
شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔  
صحیح۔

السراج المنیر شرح الجامع الصغیر (۲: ۱۴۱)

امام نووی فرماتے ہیں :

و روینا فی سنن ابی داؤد  
والنسائی وابن ماجہ  
بالإسناد صحیح۔  
ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے  
اس کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت  
کیا ہے۔

کتاب الاذکار (۱۰۶)

حضرت ملا علی القاری (مرقات ۳: ۲۳۸ طبع ملتان) میں اس کو صحیح تسلیم کرتے

ہیں۔

حضرت علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں :

وهذا الحدیث رواه ابو داؤد  
والنسائی و احمد فی مسنده  
اس حدیث کو ابو داؤد و نسائی اور

والبیہقی وغیرہم و صحیحہ -  
 امام احمد نے مسند میں اور امام بیہقی  
 وغیرہم نے روایت کیا اور تمام نے اس  
 کی تصحیح کی ہے -

رئیم الریاض ۲: ۵۰۲

فصل فی تخصیصہ صلی اللہ

علیہ وسلم بتبلیغ صلاۃ -

قطب وقت حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ جلال آبادی فرماتے ہیں:

رواہ احمد و ابوداؤد و  
 النسائی و قد صح هذا  
 الحدیث ابن خزیمہ و ابن  
 حبان و الدارقطنی -  
 اس کو امام احمد، امام ابوداؤد اور  
 امام نسائی نے روایت کیا اور اسے  
 حدیث کو امام ابن خزیمہ امام ابن حبان  
 اور امام دارقطنی نے صحیح کہا ہے -

قطب الارشاد (۲۷۹)

امام اہل سنت مجددین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا  
 بریلوی فرماتے ہیں:

رواہ احمد ابوداؤد و نسائی  
 و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و  
 ابن حبان و المحاکم و الدارقطنی  
 و ابوالنعیم و صحیحہ ابن خزیمہ  
 و ابن حبان و المحاکم و الدارقطنی  
 و ابن دحیة و حسنہ عبد الغنی  
 و المنذری و غیرہم -  
 اس کو روایت کیا امام احمد امام ابوداؤد  
 امام نسائی امام ابن ماجہ امام ابن خزیمہ  
 امام ابن حبان امام حاکم امام دارقطنی  
 اور امام ابوالنعیم نے اور اس کو امام ابن  
 خزیمہ امام ابن حبان امام حاکم امام  
 دارقطنی ابن دحیہ نے صحیح کہا  
 اور حافظ عبد الغنی و امام منذری اور  
 ان کے سوا دیگر حضرات نے سن کہا ہے -  
 الفتاویٰ الرضویہ ۲/ ۲۵

ان تمام مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ان کے اجساد مبارکہ تروتازہ ہیں اور ان پر ہمارا درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔

## اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ حضرت امام بخاری ابن ابی حاتم وغیرہ کی طرف سے وارد کیا گیا ہے اور آج کل کے منکرین حیات الانبیاء نے اس کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی انا کام کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے اجسام اس طریقے سے صحیح و سالم نہیں ہیں اور نہ ہی ان میں ارواح ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں راوی عبد الرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ہے اور راوی حدیث حسین جعفی نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا۔ جبکہ حسین جعفی کا ابن جعفر سے سماع ہی ثابت نہیں۔ لہذا یہ حدیث منکر ہے۔  
 (اقامۃ البرہان از سجاد بخاری ص ۲۲۸، توحید خالص از مسعود الدین عثمانی ۲: ۳ تا ۷، تحریک آزاد فکر اور شاہ دل اللہ کی تجدیدی مساعی از اسماعیل سلفی، ۱۱۱ھ غیر ہم)

## جواب

یہ علت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی بلاشک امام بخاری و ابن ابی حاتم اس فن کے امام ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو سکے۔ لہذا یہاں ہی ان کو سہو ہو گیا اور ان کی بیان کردہ علت کمالتِ اسلامیہ کے بے شمار بایۃ ناز مجتہدین

نے پر زور طریقے سے روکیا ہے۔

ابن تیمیہ کے شاگرد خاص جناب علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وجوب هذا التعليل من

اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے

وجوہ :

دیا گیا ہے۔

احدها ان حسين بن علي

اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے

جعفی قد صرح بسماعه

عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے سماع

له من عبد الرحمن ابن يزيد

کی صراحت کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی

بن جابر قال ابن حبان في

صحیح میں کہا۔ ہم کو حدیث بیان کی ابن

صحيحه حدثنا ابن خزيمة

خزیمہ نے ان سے بیان کی ابو کریب نے

حدثنا ابو كريب حدثنا حسين

انہوں نے کہا ہمیں بیان کی حسین بن

بن علي حدثنا عبد الرحمن

علی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث

بن يزيد بن جابر فصرح

بیان کی عبدالرحمن بن یزید بن جابر نے

بالسماع منه۔

پس ان سے سماع کی صراحت ہے اور

وقولهم انه ظن ابن جابرو

معترضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر

انما هو ابن تميم فغلط في اسم

نہیں بلکہ ابن تیم ہے اور راوی کو

جده۔ بعيد فانه لم يكن

غلطی لگی کہ اس نے ابن جابر کا گمان کیا۔

يشتبہ على حسين هذا بهذا

یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین

مع نقده علمه بهما وسماعه

جیسے نقاد و متبحر فن پر باوجود دونوں

منهما۔

راہن جابر و ابن تیم سے سماع حاصل

رجال الافهام ۳۶-۳۷

ہونے کا اس کا مشتبہ رہنا عقل سے

دوسے۔

حضرت امام محمد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں :

والادلی ان یذهب الی ما ذهب  
الیہ ابو داؤد والنسائی فان  
شانهم اعلیٰ وهم علموا حال  
اسنادہ وله شواهد تقویۃ  
من عند ابن حبان وغیرہ۔  
والصلوات والبشر فی الصلوٰۃ  
علیٰ خیر البشر، ۴۷ للجدالدین  
فیروز آبادی طبع مکتبہ اشاعتہ  
القرآن، لاہور)

بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا  
جائے جو کہ امام ابو داؤد اور امام نسائی  
نے اختیار کیا ہے کیونکہ ان کی شان بلند  
ہے اور وہ اسناد کے حال کو معترضین  
سے بہتر جانتے ہیں اور اس کے شواہد  
بھی موجود ہیں (کہ ابن جابر سے حسین  
کا سماع ثابت ہے) امام ابن حبان  
وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حضرت محدث جلیل امام احمد بن حنبلہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

وفی روایتہ اخری صحیحہ  
خلاف لمن طعن فیہا فقد  
اخرجہا ابنا خزیمۃ وحبان  
والحاکم فی صحاحہم وقال  
هذا حدیث حسن صحیح علی  
شرط البخاری ولم یخرجہ  
ومن صححہ ایضا النووی  
فی اذکارہ وحسنہ عبد الغنی  
والمنذری وقال ابن دحیۃ  
انہ صحیح محفوظ بنقل العدل

اور دوسری صحیح روایت میں ہے اس  
شخص کے خلاف کہ جس نے اس میں  
طعن کیا ہے کہ جس کا ابن خزیمہ و ابن  
حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں  
اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے کہا کہ  
یہ حسن اور امام بخاری کی شرط پر ہے۔  
لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں  
کیا اور امام نووی نے اذکار میں اس  
کو صحیح کہا اور منذری نے اس کو حسن  
کہا اور امام ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح



ہے اور محفوظ ہے۔ بادل عادل سے  
روایت کر رہا ہے اور جس نے کہا کہ یہ  
منکر یا غریب ہے فقیہ علت کے  
سبب سے تو اس نے بے کار کلام کیا  
ہے کیونکہ اس کو دارقطنی نے رد کیا ہے۔

عن العدل ومن قال انه  
منكر او غريب لعله خفية  
فقد استروح لان الدارقطني  
ردھا۔

را المعجز المنظم في زيارة القبر  
الشريف النبوي المكرم ص ۲  
الفصل الثاني في فضل الزيارة

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں :

ولكن قدر هذه العلة  
الدارقطني وقال ان سماع  
حسين عن ابن جابر ثابت ر  
الى هذا جنم الخطيب۔

(القول البديع ۱۵۸)

حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں

قال ميرك ورواه ابن  
حيان في صحيحه والمحاكم وصححه  
وزاد ابن حجر بقوله وقال  
صحيح على شرط البخاري و  
رواه ابن خزيمة في صحيحه  
..... قال النووي اسناد  
صحيح وقال المنذري له علة

محدث عظیم امام میرک نے فرمایا کہ اس  
روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح  
میں روایت کیا اور امام حاکم نے  
اس کی تصحیح کی اور امام ابن حجر نے  
صحیح علی شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کیے  
اور اس کو روایت کیا امام ابن خزیمہ  
نے اپنی صحیح میں امام نووی نے فرمایا

اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہا اس میں دقیق علت ہے جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا ہے۔ امام ابن حبیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے عادل زاوی دل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے یہ کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔

دقیقة اشار إليها البخاری  
نقله ميرك قال ابن حبة  
انه صحيح بنقل العدل عن  
العدل ومن قال انه منكر  
او غريب لعله خفية به فقد  
استروح لان الدارقطني ردھا

مرقات ۳: ۲۳۸-۲۳۹

(طبع ملتان)

تنبیہ

امام ابو حاتم کی جرح اصل میں ابو اسامہ پر تھی کہ اس نے ابن جابر سے نہیں سنا بلکہ ابن تمیم سے سنا اور غفلت سے ابن تمیم کی بجائے ابن جابر کہہ دیا اگرچہ حسین جعفی بھی ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن اس کا دونوں سے سماع ثابت ہے مگر ابو اسامہ کا صرف ابن تمیم سے ہے۔ بعض حضرات نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور وہ دونوں پر جرح کرنے لگے جیسا کہ ابن عبد اللہ نے کہا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد اللہ ہادی شاگرد ابن تمیم نے کہا ہے:

قوله حسين الجعفي روى  
عن عبد الرحمن بن يزيد بن  
تميم خطأ الذي يروى  
اور اس کا کہنا کہ حسین جعفی عبد الرحمن  
بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے  
یہ غلط قول ہے کیونکہ یہ روایت حسین

عبد الرحمن بن یزید بن تمیم  
فیقول ابن جابر ویغلط فی  
اسم المجد قلت وهذا الذی  
قاله المحافظ ابو الحسن هو  
اقرب وأشبه بالصواب  
وهو ان المجعفی روی عن ابن  
جابر ولم یروی عن ابن تمیم  
والذی یروی عن ابن تمیم  
ویغلط فی اسم جدہ هو  
ابو اسامہ کما قاله الاکثرون  
فعلی هذا ینکون الحدیث  
الذی رواه حسین ابن ابن  
جابر عن ابی الاشعث عن  
اوس حدیثا صحیحین  
رواه کلہم مشہورون  
بالصدق والامانة والثقة  
والعدالة ولذلك صححه  
جماعة من المحافظ کابی حاتم  
بن حبان والمحافظ عبدالغنی  
المقدسی وابن دحیة وغیرہم  
ولم یأت من تکلم فیہ ...

حسین نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر  
سے کی ہے اور ابو اسامہ عبد الرحمن بن  
یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے اور  
وہ اس کے دادا کے نام میں غلطی کرتا  
ہے اور کہتا ہے ابن جابر۔ میں کہتا ہوں  
یہی بات حافظ ابو الحسن نے فرمائی ہے  
اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ  
مشابہ ہے کہ حسین المجعفی ابن جابر سے  
روایت کرتا ہے اور ابن تمیم سے یہ روایت  
نہیں کرتا۔ اور جو ابن تمیم سے ذکر کرتا  
ہے وہ ابو اسامہ ہے اور عبد الرحمن  
کے دادا کے نام میں غلطی کرتا ہے جیسا  
کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث  
جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں نے  
ابو الاشعث سے انہوں نے اوس سے  
روایت کی۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ  
اس کے تمام رواة مشہور بالصدق  
وامانة اور مشہور بالثقة است و عدالت  
ہیں اس لیے محدثین کی جماعت نے اس  
کا تصحیح کیا ہے جیسا کہ ابن حبان حافظ  
عبدالغنی مقدسی ابن دحیہ اور ان کے

..... وما ذكره ابو حاتم الرازي  
 في العلل لا يدل الا على تضعف  
 رواية ابي اسامة عن ابن جابر  
 لا على ضعف رواية الجعفي عنه  
 - انصار المنكى (۲۴۵، ۲۴۶)

علاوہ دیگر حضرات اور نہیں لائے۔  
 اس کا کلام حسین اس پر کلام کیا ہے اور  
 امام ابو حاتم رازک نے جو علل میں بیان کیا  
 ہے وہ صرف ابو اسامہ کی روایت کی  
 تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت  
 کی تضعیف نہیں کرتا۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اور الحمد للہ حضرات انبیاء کرام  
 کی حقیقی جسمانی زندگی پر یہ روایت نص کی حیثیت رکھتی ہے۔  
 ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی علیہ ما علیہ نے لکھا ہے:  
 یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس طرح یہ روایت تین چیزوں کو  
 واضح طور پر بیان کرتی ہے:-

- ۱۔ جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔
  - ۲۔ روح کا واپس آجانا اور قیامت تک کے لیے آپ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا
  - ۳۔ درود کے اعمال کا پیش کیا جانا، خاص طور پر جمعہ کے دن
- چونکہ یہ حدیث صحیح نہیں لہذا ان امور میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔  
 (توحید خالص ص ۲ ملخصاً)

الحمد للہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے۔  
 کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ کسی پر جرح نہیں ہے۔ آجاکر امام بخاری اور ابو حاتم  
 رازی کا اعتراض صرف ابن جابر کے نام پر تھا وہ بھی الحمد للہ صاف ہو گیا۔ اس طرح امام  
 بخاری و دیگر معترضین کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اب جبکہ یہ روایت  
 ہر لحاظ سے ثابت و صحیح ہے تو مذکورہ بالا تینوں چیزیں ثابت ہو گئیں کہ انبیاء کرام کے جسد

حالت پر برقرار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف والی قبر میں زندہ موجود ہیں۔  
 وہ شریف کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ  
 صحیح و تروتازہ رہتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے۔ وہ چاہیں قبروں  
 میں یا پھر زمین سے باہر جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا  
 درج ہے کہ آپ فوت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک اپنے عصا سے ٹیک لگا کر  
 رہے جب تک عصا کو دیکھنے کا حکم نہیں۔ اس وقت تک آپ وہیں کھڑے  
 رہے۔ آپ کے جسم اقدس کو کچھ گزند نہ آئی۔ دوسرا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا  
 ہے کہ آپ چالیس راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن ان کے جسم کو کوئی گزند نہ پہنچی۔  
 مکی پوری تفصیل حیاۃ النبی از حضرت غزالی زمان رازی دوران علامہ سعید احمد  
 شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ ہر حالت میں سلامت و تروتازہ رہتے ہیں اس سلسلہ  
 ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں :

یونس بن بکر حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تشریف کیا  
 بزان کے گھر مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی۔  
 ان کے سر کے قریب ایک مصحف تھا۔ ہم نے وہ مصحف اٹھا کر دیکھا حضرت عمر بن خطاب  
 رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی  
 لکھ دیا عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اسے پڑھا۔ میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا  
 خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا  
 ہمارا احوال و امور اور تمہارے کلام کے ٹکڑے ہیں اور آئندہ ہونے والے واقعات  
 میں نے کہا تم نے اس آدمی (میت) کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے

وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں۔ جب رات آئی تو ہم نے ان کو دفن کر دیا اور تیرہ قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔ میں نے انہیں کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لاتے تو بارش ہو جاتی۔ میں نے کہا تم اس نیک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا انہیں دانیال کہا جاتا تھا اس کے بعد یہ حدیث شریف امام ابن کثیر نے نقل کی ہے :

قال رسول الله صلى الله	رسول الله صلى الله عليه وسلم
عليه وسلم ان دانيال دعا	فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے
ربه عز وجل انه يدفنه	رب عز وجل سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں
امه محمد فلما اقمتم اليومى	امت محمدیہ دفن کرے۔ جب ابو موسیٰ
الاشعري تسرو حبه	اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تتر فتح
في تابوت تغرب عروقة	کیا تو انہیں تابوت میں اس حال
دوريدة -	میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن
البدایہ والنہایہ، ۲: ۴۱	کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں۔
ولفظ له	

دیگر حضرات محدثین نے بھی اس واقعہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو :

المصنف لابن ابی شیبہ ، ۱۳ : ۲۷ - ۲۸

دلائل النبوه للامام بیہقی ، ۱ : ۳۸۲

کتاب الاموال لابی عبید قاسم ، ۳۴۳

تاریخ طبری لابن جریر ، ۲ : ۲۲۰

ت لابن اسحاق ۱ : ۶۶

ح البلدان ، ۲۷۱

لابن حزم ، ۵ : ۳۸۷

ح الزهور امام محمد بن احمد بن ایاس الحنفی ، ۱۵۶ طبع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ  
تسام الرازی ، ۲ : ۲۶۲ کتاب الانبیاء علیہم السلام ۔

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ دنیاں علیہ السلام کا  
مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ ان کے جسم کی رگیں  
ن بھی چل رہی تھی لیکن آج منکرین حیات الانبیاء کی حالت دیکھیں کہ مرنے کے بعد  
ہی تبدیل ہو جاتے ہیں اور منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے ۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنے سالوں تک جسم صحیح و سالم رہنا اس کی رگیں و نبض  
یہ کونسی حیات پر دلالت کرتا ہے ۔ صرف حیات برزخی یا پھر حیات حقیقی دنیاوی  
یقیناً حقیقی دنیاوی زندگی حاصل ہے ۔ اب اگر اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق  
میں اور وہ اعلیٰ علیین میں ہے یا پھر وہ جسم مبارک میں ہی نہیں تو یہ رگیں بدستور  
در نبض کا حرکت کرنا چہ معنی دارد ؟

اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے توکل  
رش وغیرہ طلب کی جا سکتی ہے ۔

## حدیث نمبر ۱۲

منہا ما اخبیرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو بکر بن اسحاق الفقیہ ثنا احمد بن علی الأبار ثنا احمد بن عبد الرحمن بن بکار الدمشقی ثنا الولید بن مسلم حدثنا البورافع عن سعید المقبری عن ابی مسعود الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال: اَکْثَرُ وَاللَّصَلَاةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُصَلِّي عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا عَرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ. قال ابو عبد اللہ رحمہ اللہ: البورافع هذا هو اسماعیل بن رافع.

(حدیث حضرت ادس بن ادس کے) شواہد میں ایک یہ ہے: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جمعہ کے روز مجھ پر زیادہ کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔  
اس میں ایک راوی البورافع ہے۔ ابو عبد اللہ (الحاکم) نے کہا کہ یہ اسماعیل بن رافع ہے۔“

## تخریج حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا۔



مستدرک للامام حاکم ، ۲ : ۲۲۱  
 شعب الایمان للامام بیہقی ، ۲ : ۱۱۰ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی لیلۃ الجمعہ  
 کتاب الصلوٰۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص ۵ برقم ۶۴  
 امام شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں :

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد  
 والبیہقی فی شعب الایمان  
 وحیاء الانبیاء له ابن  
 ابی عاصم فی فضل الصلوٰۃ  
 له وفی سندہ البورافع و  
 هو اسماعیل بن رافع و  
 ثقہ البخاری وقال یعقوب  
 بن شیبہ یصلح حدیث  
 للشواہد والمتابعات  
 لکن قد ضعفہ النسائی و  
 یحییٰ بن معین وقیل انه  
 منکر الحدیث .  
 (القول البدیع ، ۱۵۹)

اس کو امام حاکم نے روایت کیا اور  
 کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور امام بیہقی  
 نے شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء  
 میں روایت کیا اور امام ابن ابی عمیر  
 نے فضل الصلوٰۃ میں روایت کیا اس  
 کی سند میں البورافع ہے ۔ اس کا نام  
 اسماعیل بن رافع ہے ۔ اس کو امام  
 بخاری نے ثقہ کہا ہے اور یعقوب بن  
 سفیان نے کہا کہ یہ شواہد اور متابعات  
 کے طور پر پیش ہونے کی صلاحیت  
 رکھتا ہے لیکن امام نسائی اور یحییٰ بن  
 معین اس کو ضعیف کہتے ہیں اور  
 کہا گیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے ۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کا ایک راوی البورافع مختلف فیہ ہے بعض محدثین اس  
 کی ثقاہت کے قائل ہیں جبکہ دوسرے اس کی تضعیف کے ۔ لہذا یہ راوی حسن الحدیث  
 ٹھہرا لیکن چونکہ یہ روایت صرف حدیث اوس بن اوس کی مؤید اور شاہد کے طور پر پیش  
 کی جا رہی ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حسن تو حسن ضعیف روایت بھی شاہد

کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذرا۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے :

وهذان وان كان ضعيفين  
فيصلحان للاستشهاد۔  
رجلاء الافهام ، ص ۷

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں  
لیکن استشہاد کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

## حدیث نمبر ۱۳

اخبرنا علی بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن  
عبید الصفار ثنا الحسن بن سعید ثنا ابراہیم بن  
الحجاج ثنا حماد بن سلمہ عن یزید بن سنان عن مکحول  
الشامی عن ابی امامہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم:

”أَكثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ فَإِنَّ  
صَلَاةَ أُمَّتِي تُعَدُّ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ ذَمَّنُ  
كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنَزِلَةً“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کر واس لیے کہ میری امت کا  
درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے  
گا وہ درجہ میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔“

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس کو بطور تائید پیش کیا

لے مطبوعہ نسخہ قدیم و جدید میں یہاں راوی کا نام: یزید بن سنان: لکھا ہوا ہے حالانکہ یہ  
راوی یزید بن سنان نہیں بلکہ بروین سنان ہے جیسا کہ السنن الکبریٰ ۳: ۳۶۹ میں موجود ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ بیہقی بسند حسن اس کو امام بیہقی نے بسند حسن روایاً

لا باس بہ : کیسے اور اس کی سند لا باس بہ

ہے (یعنی اس کی سند میں کوئی حرج

نہیں ہے)

حضرت امام تقی الدین اسبکی فرماتے ہیں:

وہذا السناد جید اور یہ سند جید ہے۔

(شفا السقام ۲۹۲)

حضرت امام مجدوالدین الفیروز آبادی فرماتے ہیں:

اسنادہ جید و رجالہ اس کی سند جید ہے اور اس کے راویا

ثقات و خرجه البیہقی ثقہ ہیں اور اس کو امام بیہقی اور محدثین

وجماعتا۔ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(الصلوات والبشر ص ۷۵)

اس کو امام وٹلی نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں

رفردوس الاخبار بما ثور الخطاب المنخرج علی کتاب الشہاب ۱: ۱۰۵)

اور امام بیہقی نے بھی اس کو اپنی کتاب سنن الکبریٰ ۳: ۲۲۹ میں روایت

کیا ہے۔

امام منذری فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی باسناد حسن اس کو بیہقی نے سند حسن کے ساتھ

الا ان مکحولاً۔ قیل لم یسمع روایت کیا مگر کہا گیا ہے کہ مکحول نے

عن ابی امامۃ۔ ابو امامہ سے نہیں سنا۔

الترغیب والترہیب ۲: ۵۰۳ باب فضل الصلوٰۃ  
 علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

### اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں مکحول نے حضرت  
 ابو امامہ سے روایت کی ہے اور ان کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔  
 جیسا کہ علامہ المنذری کے حوالہ سے گذرا اور دیگر محدثین میں امام سخاوی وغیرہ نے  
 بھی یہ اعتراض نقل کیا ہے۔

### جواب

اگر یہ ثابت ہو جائے جیسا کہ جمہور محدثین کا قول ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ  
 رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے ایک تو یہ کہ اس طرح  
 یہ روایت مرسل ہوگی جو کہ ہمارے نزدیک قابل حجت و قبول ہے اور دوسرا یہ کہ یہ روایت  
 صرف تائیداً پیش کی جا رہی ہے تو اس طرح کی روایت شواہد کے طور پر پیش کرنے میں  
 کوئی حرج نہیں ہے اور پھر اس کی شواہد اور مؤیدات بھی کئی روایات ہیں جن کو حضرت  
 امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے "سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر  
 العباد" ۱۲۰: ۴۴۴ تا ۴۴۶ میں بیان کی ہیں اور ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان  
 کریں گے۔

اور پھر یہ بات بھی اتفاقی نہیں ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت  
 نہیں ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں :

نعم فی مند الشامیین (۳۱۶) ہاں امام طبرانی کی مند الشامیین  
للطبرانی التصریح بجماعہ میں مکحول کے ابو امامہ سے سماع کی  
منہ - صراحت کی گئی ہے۔

(القول البدیع ۱۵۸)

تو ثابت ہوا کہ امام طبرانی وغیرہ کے نزدیک مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع  
ابت ہے۔

الامام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کبیکلہ سی العلانی م - ۲۶۱  
فرماتے ہیں :

اور مکحول تو وہ مطلق صحابہ کی جماعت	واما مکحول فانه اطلق
سے مرسل روایات بیان کرتا ہے اور	الروایۃ عن جماعۃ من
کہا گیا ہے کہ اس نے سوائے مالک	الصحابة رضی اللہ عنہم
بن انس، واثق بن اسقع، ابو امامہ	وقد قيل انه لم يسمع الا
اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم	من انس بن مالك واثق
کے کسی صحابی سے نہیں سنا۔	بن الاسقع و ابی امامہ و
	فضالہ بن عبید رضی اللہ
	عنہم۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ۲۱ مقدمہ)

تو اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہونے  
یا نہ ہونا اختلافی مسئلہ ہے۔ لہذا یہ حتماً نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سماع حضرت ابو امامہ  
سے ثابت نہیں ہے۔

## دوسرا اعتراض

اس میں ایک راوی "برد بن سنان" ہے جو کہ ضعیف ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ثابت ہوئی۔

## جواب

برد بن سنان پر اگرچہ کچھ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن وہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں اور پھر محدثین کے ایک جم غفیر نے اس کی تعدیل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں! امام عثمان بن سعید الدارمی نقل فرماتے ہیں:

و سألتہ عن برد بن سنان کے بارے میں ہے

سنان فقال ثقہ۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ۷۹)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

قلت لاصمد برد بن سنان نے امام احمد سے برد بن سنان

سنان قال لیس بہ بأس۔

کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس میں

رسوالات ابی داؤد صاحب

السنن لاصمد بن حنبل

کچھ حرج نہیں ہے۔

۲۵۶ طبع مدینہ منورہ)

اسحاق بن منصور اور معاویہ بن

صالح امام بخاری بن معین سے نقل کرتے

قال اسحاق بن منصور و

معاویہ بن صالح بن یحییٰ

ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ ایسے ہی عثمان بن سعید الدارمی امام بخاری سے اور رحیم و ابو عبد الرحمن النسائی و عبد الرحمن بن یوسف بن خراش سے نقل کرتا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ عباس الدردری امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کچھ حرج نہیں۔ عمرو بن علی بن زید بن زریع سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے شامیوں میں برو سے زیادہ ثقہ کسی کو نہیں دیکھا نسائی نے کہا کہ یہ لا باس بہ ہے۔ ابو زرعة نے بھی اسی طرح کہا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقافات میں ذکر کیا ہے۔

ثقة وكذلك قال عثمان بن سعيد الدارمي عن يحيى و عن وهيم و ابو عبد الرحمن النسائي و عبد الرحمن بن يوسف بن خراش و قال عباس الدوري من يحيى ليس بمديته باس و قال عمرو بن علي من يزيد بن زريع ما رايت شاميا او ثق من برد..... و قال النسائي ليس به باس و قال ابو زرعة لا باس به و قال في موضع آخر كان صدوقا..... و ذكر ابن حبان في الثقات تهذيب الكمال للمزي ۲۶: ۳۰ و تهذيب التهذيب ۱: ۲۲۹

تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ لہذا یہ روایت بھی صحیح اور قابل احتجاج ہوئی۔

اور پھر اس کی تائید میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے شمار روایات ہیں۔ یہاں ایک صحیح السند مرسل روایت ہم نقل کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم اکثرًا  
 الصلوة علی یوم الجمعة فانه  
 یوم مشہود لشہداء الملائكة  
 وان احدالن یصلی علی الا  
 عرضت علی صلاته حتی  
 یفرغ منها قال : قلت :  
 و بعد الموت قال : ان اللہ  
 حرم علی الارض ان تاکل  
 اجساد الانبیاء فذبی اللہ  
 حی یرزق۔

راہن ماجہ ۱۱۸

کتاب الجنائز

نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ  
 درود شریف پڑھا کر دیکو نکہ وہ حاضری  
 کا دن ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے  
 ہیں تم سے کوئی بھی درود نہیں پڑھتا  
 مگر اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا  
 جاتا ہے جب تک کہ وہ درود شریف  
 پڑھتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ  
 پیشی بعد از وفات بھی ہوگی تو فرمایا کہ  
 بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے  
 کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے  
 پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق دیا  
 جاتا ہے۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ بے شمار محدثین نے اس طرف  
 اشارہ فرمایا ہے اور یہ پچھلی روایت اور حدیث اوس بن ادس کی بھی مؤید اور شاہد ہے  
 اس کی سند کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں۔

حضرت امام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری فرماتے ہیں:  
 رواہ ابن ماجہ باسناد جید اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے  
 (الترعینا والترہیب ۲: ۵۰۳) جید سند کے ساتھ۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:  
 اخرجہ ابن ماجہ و رجالہ اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے  
 ثقات۔ (القول البدیع ۱۵۸) اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر اکنانی البوصیری م ۸۳۳ھ فرماتے ہیں :

هذا اسناد رجاله ثقات اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔

رمصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه ۱: ۲۹۴

(آخر کتاب الجنائز ، طبع دار الجنان بیروت)

علامہ قاضی شوکانی نے تحریر کیا ہے :

وقد اخرج ابن ماجه باسناد ابن ماجه نے اس کو جید سند کے ساتھ

جید ۔ روایت کیا ہے ۔

رنیل الاوطار ۳: ۲۴۸ باب فضل یوم الجمعہ

امام زرقانی فرماتے ہیں :

رواه ابن ماجه برجال اس کو امام ابن ماجہ نے ایسے راویوں کیساتھ

ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً جو تمام کے تمام ثقہ ہیں حضرت ابوالدرداء

(زرقانی علی المواہب ۵: ۲۳۶) سے مرفوعاً روایت کیا ہے ۔

امام قاسمی اور امام متاوی فرماتے ہیں :

قال الدمیری و رجالہ امام دمیری نے فرمایا کہ اس کے تمام

کلہم ثقات ۔ کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔

رمطالع المسرات بجلد دلائل الخیرات ۲۲ طبع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

رفیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۸۶ طبع بیروت

حضرت امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :

قلت رجاله ثقات میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں

(تہذیب التہذیب لابن حجر ۳: ۳۹۸ مکتبہ الاثریہ سانگلہ بل)

حضرت علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی ۲ - ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:  
رجالہ ثقات اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

السراج المنیر شرح جامع الصغیر ۱: ۲۸۳ مکتبہ الایمان مدینۃ المنور

حضرت امام علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی ۴ - ۹۱۱ھ فرماتے ہیں

وروی ابن ماجہ باسناد امام ابن ماجہ نے اسے کو سند جید کے  
جید کما قال المنذری - ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ امام منذری

روفاء الوفاء ۳: ۱۳۵۳ نے کہا ہے۔

الفصل الثانی فی بقیۃ ادلة زیارة

حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری ۴ - ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

رواہ ابن ماجہ (۱) اس کی سند جید (بڑی پختہ) ہے امام

باسناد جید نقلہ میرک میرک نے منذری سے نقل کیا ہے۔

عن المنذری ولہ طرق اس کے طرق بہت سے ہیں جو کہ

کثیرة بالفاظ مختلفة - مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔

مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳: ۲۴۸

باب الجمعة الفصل الثانی

حضرت علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وفی اخری رجالہ ثقات اور دوسری روایت (ابن ماجہ)

الجوہر المنظم ص ۲ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

الفصل الثانی فی فضل زیارة

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وروی ابن ماجہ برجال ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت

ثقات - کی ہے ۔

رسبل المہدی والرشاد ۱۲: ۴۴۴

الباب السادس في المواطن التي يستحب الصلاة عليه فيها  
ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور جدید ہے اور اس کے  
تمام راوی ثقہ ہیں ۔

### اعتراض

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن امین کا عبادہ بن نسی سے  
سماع ثابت نہیں ہے ۔

لہذا یہ روایت ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے جیسا کہ حضرت امام ابن حجر کی فرماتے  
ہیں : رجال، ثقات الا انها منقطعة (الجوهر المنظم ص ۲) اور  
اسی طرح امام سخاوی دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے ۔

### جواب

یہ اعتراض کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور اس کا مفصل و تحقیقی جواب آئندہ  
صفحات میں حدیث نمبر ۱۹ کے تحت دیا جائے گا ۔  
حدیث حضرت اوس بن اوس کی مؤید ایک اور روایت بھی ہے جو کہ مرسل ہے  
جس کو امام قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ سخاوی نے القول البدیع میں نقل کیا  
ہے ۔

دعن ابن شہاب الزہری امام ابن شہاب زہری نے نبی اکرم  
رفعا مرسل قال اکثروا صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت

کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 مجھ پر ہر جمعرات اور جمعہ کو کثرت سے  
 درود شریف پڑھا کرو کیونکہ ان میں  
 تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے اور  
 بے شک زمین انبیاء کے اجسام کو  
 نہیں کھاتی۔

غلی من الصلوة فی اللیلة  
 الغراء والیوم الازھر فانھا  
 یودیان عنکم وان الارض  
 لا تاکل اجساد الانبیاء۔  
 (مخرجہ الضیری)

(القول البدیع، ۱۶۰)

(الشفاء، ۲ : ۶۴)

(نسیم الریاض، ۳ : ۳۰۵)

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن علی السقاء الإسفرائینی  
 قال حدثنی والدی ابو علی ثنا البورافع اسامة بن علی بن  
 سعید الرازی بمصر ثنا محمد بن اسماعیل بن سالم  
 الصائغ حدثنا حکامة بنت عثمان بن دینار اخی مالک بن  
 دینار قالت حدثنی ابي عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن  
 دینار عن انس بن مالک خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ أَكْثَرَكُمْ مِنِّي يَوْمَ  
 الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرَكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا: مَنْ  
 صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللَّهُ لَهُ  
 مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ وَ ثَلَاثِينَ مِنْ  
 حَوَائِجِ الدُّنْيَا يُؤَكِّلُ اللَّهُ مَلَكًا يَدْخُلُهُ فِي قَبْرِى كَمَا  
 يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ الْمَدَايَا يُخْبِرُنِي مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بِاسْمِهِ  
 وَ نَسَبِهِ إِلَى عَشِيرَتِهِ فَأَثَبْتُهُ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيضَاءَ.  
 بسند مذکور: حضرت انس بن مالک خادم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ  
 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز میرے سب  
 سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا کے اندر تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود  
 پڑھتا ہوگا۔ جس نے جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سزا  
 حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں اس دنیا کی۔

نیز ایک فرشتہ اس کا موکل بنا دیا جائے گا جو کہ اس کا درود لے کر اس طرح  
میرا قبر میں آئے گا جیسے تمہارے پاس کوئی تحائف لے کر آتا ہے۔ جس نے مجھ  
پر درود شریف پڑھا وہ فرشتہ مجھے اس کے نام نسب اور خاندان کی اطلاع  
دے گا۔ وہ درود میں اپنے نورانی صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

### تخریج حدیث

- ۱- شعب الایمان للبیہقی ۱۱۱:۳ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لیلۃ الجمعة.
- ۲- الترغیب والترہیب للاصبہانی ۵۲۵:۱، ۲، ۳۲۰:۲ فصل فی التوعیب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ
- ۳- القندی ذکر علماء سمرقند للنجم الدین سمرقندی ۵۷، ترجمہ ابی حسان عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمرو بن محمد البصری
- ۴- کنز العمال فی السنن والاقوال والافعال للہندی ۵۰۶:۱
- الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
- ۵- نور اللمعة فی خصائص الجمعة للسیوطی ۱۰۳
- باب السابقہ والستون الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم.
- ۶- القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب ایش شفیع للسخاوی ۱۵۶
- الباب الرابع فی تبلیغہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام من یسلم علیہ وردہ  
السلام۔
- ۷- رواہ ابن بشکوال والوالیمن ابن عساکر ودیلمی فی مسند الفردوس  
کذا فی القول البدیع ۱۵۶

سبحان اللہ کیا شان ہے درود پاک کی اور کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے وظیفے اور اولیٰ بھونا درود شریف ہی کو بنا لیا ہے۔ اذان کے بعد درود و سلام، نماز کے بعد درود و سلام اور پھر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی بار اور یہ مذکورہ حدیث شریف میں خوشخبری صرف ایک مرتبہ پڑھنے والے کے لیے ہے کہ اس کی سوجا جتیں پوری کی جاتی ہیں اور پھر جو ہمیشگی کرے قیامت کے دن نبی اکرم نور مجسم محبوب رب العالمین کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ کسی مومن کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

اور کتنی بد بختی اور بد نصیبی ہے ان لوگوں کی جنہوں نے صرف اپنا دھیرہ ہی یہ بنا رکھا ہو کہ ہر حالت میں درود شریف کو بند کرنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں اذان کے ساتھ نہ پڑھو کبھی کہتے ہیں نماز کے بعد نہ پڑھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فرمادیا کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کی سوجا جتیں پوری کی جائیں گی جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اذان کے ساتھ پڑھے گا یا نماز کے بعد پڑھے گا تو وہ اس سعادت سے محروم رہے گا۔ اگر کہیں یہ حدیث شریف ہے تو ہمیں بھی اس کا پتہ بتائیں کہ وہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ درود ابراہیمی پڑھو۔ اس کے علاوہ اور کوئی درود شریف نہ پڑھو۔ فلاں صیغہ سے پڑھو فلاں صیغہ سے نہ پڑھو بلکہ مطلق فرمادیا ہے کہ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن میرے قریب ہوگا افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر بھی درود شریف کی محافل کو بند کرانے کے لیے دن رات مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں نہ زیادہ سے زیادہ درود و سلام پڑھنے کی توفیق دے۔



## اعتراض

امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی فی حیاة الانبیاء فی قبورہم بہ بستد  
ضعیف۔  
والقول البدیع ص ۱۵۶

تو ثابت ہوا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

## جواب

اگر اس کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ  
یہ بطور تائید پیش کی گئی ہے۔ ویسے بھی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پیش کی  
جاسکتی ہے اور پھر اس کی مؤید و شاہد روایات بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی فی کل یوم مائة	جس نے مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ
مرة قضی اللہ له مائة حجة	درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس
سبعین منها الآخرة و	کی سو جاہتیں پوری فرمائے گا۔ ستر
ثلاثین منها لدنیاہ	آخرت کی اور تیس دنیا کی۔

اخرجه ابن مندہ والحافظ ابو موسی المدینی۔ وقال حدیث

حسن غریب۔ سبل الہدی والرشاد للامام الصالحی الشامی

۱۲: ۲۷۷ باب فی فضل الصلوة والسلام علیہ صلی اللہ

علیہ وسلم۔

اور اس حدیث شریف کا دوسرا شاہد و مؤید:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال۔ قال رسول اللہ صلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

اللہ علیہ وسلم: ان اولی فرمایا کہ قیامت کے دن میرے  
الناس بی یوم القیامہ اکثرہم نزدیک زیادہ ہوں گے جو مجھ پر  
علی الصلوٰۃ - زیارہ درود شریف پڑھے گا۔

رجامع ترمذی ۱: ۶۴ باب صفة الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ  
علیہ وسلم طبع فاروقی ملتان - شعب الایمان ۲: ۲۱۲ —

صحیح ابن حبان ۳: ۷۹ - ابن ابی شیبہ ۱۱: ۵۰۵ -

کنز العمال ۱: ۷۸۹ - کامل ابن عدی ۳: ۹۰۴ ۴: ۲۲۲۲

کتاب الترغیب والترہیب للتیسی ۲: ۳۲۷ - مسند ابی یعلیٰ ۵: ۵۱

بتعاقب اثری - تاریخ کبیر للبغاری ج ۳ ق ۱: ۸۸ - المعجم

الکبیر للطبرانی ۱۵: ۱۸ - طبقات المحدثین لابن ایشم

۴: ۳۵۴ - شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی ۳۵

جامعہ القراء - طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱: ۱۷۱ -

امام محمد بن یوسف الصالحی الثامی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ابی شیبہ وابن حبان وصححه و ابونعیم وھکذا

رواہ ابن ابی عاصم وابن عدی فی الکامل والذینوری فی

المجالسہ والدارقطنی فی الافراد والتیسی فی الترغیب وغیرہ

رسبل الھدی والرشاد ۱۲: ۲۷۷ فصل فی فضل الصلوٰۃ

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

## اعترض

یہ روایت بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا حسن غریب کہ یہ حسن غریب ہے۔

اور اس میں ایک راوی موسیٰ بن یعقوب ابو محمد المدنی الزمعی ہے جو کہ ضعیف ہے اور امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ اس روایت میں متفرد ہے۔

## جواب

اگر بات ایسے ہی ہوتی جیسی کہ معترض صاحب نے بیان کی ہے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ روایت بطور شاہد و مؤید پیش کی جا رہی ہے اور ضعیف روایت بطور شاہد پیش کی جا سکتی ہے۔

دوسرے نمبر پر امام دارقطنی کا اس راوی کو متفرد قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ اور پھر مذکورہ راوی اگر بقول امام دارقطنی متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی توثیق کرنے والے محدثین موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت امام حافظ جمال الدین یوسف المزنی نقل فرماتے ہیں:

قال عباس الدوري عن يحيى	امام عباس الدورى نے يحيى بن معين
بن معين: ثقته - وعن	سے نقل فرمایا کہ یہ ثقہ ہے امام ابو داؤد
ابي داؤد: صالح و ذكره	فرماتے ہیں یہ صالح ہے۔ ابن حبان
ابن حبان في كتاب الثقات	نے اس کو ثقہ کہا۔ امام بخاری نے الادب
روى له البخاري في: الادب -	المفرد میں اس سے روایت لی اور سوائے
و الباقر بن موسى المسلم.	مسلم کے دیگر محدثین نے بھی روایت
(تهذيب الكمال للمزني ١٨: ٥٢٣) ل.	ل۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں :

والزمعنى قال فيه النسائى امام نسائی نے اس کے بارے میں

انه ليس بالقوى لكن و فرمایا کہ یہ قوی نہیں ہے لیکن ابن معین

ثقه ابن معین فحبل به - نے اس کو ثقہ کہا اور ان کی توثیق تیسرے

وكذا وثقه ابوداؤد - لیے کافی ہے - ایسے ہی امام ابوداؤد

ابن حبان وابن عدی و امام ابن حبان امام ابن عدی اور محمد بن

جماعة - کی ایک پوری جماعت نے اس کو ثقہ

کھا ہے - رالمقاصد الحسنة ۲۲۱

للسخاوى مطبوعة دارالكتب

عربية بيروت)

## حدیث نمبر ۱۵

و فی هذا المعنى الحديث الذى أخبرنا ابو على الحسين بن محمد الروزبادى انبأ ابو بكر بن داسنة ثنا ابو داود ثنا احمد بن صالح قال قرأت على عبد الله بن نافع قال أخبرنى ابن ابى ذئب عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم -

”لَا تَجْعَلُوا أَمْوَالَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ -“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو بے شک تمہارا درود شریف مجھے پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

## تخریج حدیث

- ۱- سنن ابی داؤد ۱: ۲۷۹ ابی ہریرہ کتاب المناسک باب زیارة القبور
- ۲- مسند امام احمد ۲: ۳۶۷ ابی ہریرہ مسند ابی ہریرہ
- ۳- حلیۃ الاولیاء لابى نعیم ۶: ۲۸۲ ابی ہریرہ فی ترجمہ ہشام الدستوی
- ۴- مسند ابی یعلیٰ ۱: ۲۴۵ عن علی بن الحسین بتعلیق الاثری
- ۵- مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۷۱ عن حسن بن علی
- ۶- المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ الموصلی ۱: ۲۶۸ عن علی بن حسن، کتاب الحج

باب الادب عند زیارت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ۷۔ مصنف عبدالرزاق ۷۱: ۲ عن حسن بن علی باب القطوع فی البیت۔
- ۸۔ مصنف عبدالرزاق ۵۷۷: ۳ حسن بن علی باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۹۔ الاحادیث المختارہ ۲: ۲۹ حسن بن علی مندحین بن علی عن ابیہ۔
- ۱۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۸۳: ۲ حسن بن علی بن علی۔
- ۱۱۔ تہذیب تاریخ دمشق ۱۶۵: ۲ حسن بن علی۔
- ۱۲۔ فضل الصلوٰۃ علی النسبی للمقازی ۱۳ علی بن حسین بن علی۔
- ۱۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳: ۳۲۵ حسن بن علی کتاب الجنائز باب منکرہ زیارۃ القبور۔
- ۱۴۔ موضع اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی ۵۳: ۱ علی بن حسین۔
- ۱۵۔ فردوس الاخبار للدیلمی ۱۶۵: ۵۔
- ۱۶۔ التاريخ الكبير للبخاری ۱۸۶: ۳۔

اس حدیث شریف میں سے بعض جاہل نام کے عالم لوگوں نے یہ مسئلہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ردضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا منع ہے جو کہ سراسر نالغی اور رسول دشمنی اور تحریفی کلام رسول کے مترادف ہے۔ اور سبیل المؤمنین کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

قارئین محترم! ایک طرف ابن تیمیہ اور اس کی ناخلف ذریت کے معدودے چند لوگ ہیں جبکہ دوسری طرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علمائے حقہ کا جم غفیر ہے۔ متقدمین و متاخرین علمائے اسلام بیک زبان یہ فرما رہے ہیں کہ ردضہ رسول کی زیارت اعظم ترین قربات میں سے ہے اور اس حدیث شریف سے بھی زیارت کی کثرت پر استدلال ہوتا ہے۔

حضرت امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون المراد به  
الحث علی کثرة زیارة قبره  
صلی اللہ علیہ وسلم وان  
لا یهمل حتی لا یزار الا فی  
بعض الاوقات کالعید الذی  
لا یأتی فی العام الا مرتین  
قال ویوید هذا التاویل  
ما جاء فی الحدیث نفسه  
لا تجعلوا بیوتکم قبورًا -  
ای لا تتركوا الصلوة  
فی بیوتکم حتی تجعلوها  
کالقبور التي لا یصلی فیها۔

اس میں احتمال ہے کہ آپ کی مراد  
قبر شریف کی کثرت زیارت پر اکتفا کرنا  
ہو اور یہ کہ اس میں سستی نہ کرے کہ  
صرف بعض اوقات ہی زیارت  
کرے جیسا کہ عید کہ وہ سال میں صرف  
دو مرتبہ آتی ہے اور اس تاویل کے  
موجودہ حدیث شریف ہے کہ جس  
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی  
دہاں نماز پڑھنا ترک نہ کر دو کہ وہ  
قبور کی طرح ہو جائیں کہ جہاں نماز  
نہیں پڑھی جاتی۔

(شفا السقام ص ۸)

حضرت امام تقی الدین ابی فرماتے ہیں:

ویحتمل ان یکون المراد لا یتخذوا  
له وقتا مخصوصًا لا تكون  
الزیارة الا فیہ کما تری کثیرا  
من المشاہد لزیارتها یوم  
معین کالعید و زیارة قبره  
صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیها  
یوم بعینہ بل ای یوم کان۔

اور اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے  
مراد یہ ہے کہ زیارت کو کسی خاص وقت  
کے ساتھ مخصوص نہ کر دو کہ اس وقت  
کے سوا زیارت ہی نہ کرو جیسا کہ عام  
مشاہد کے بارے میں تو نے دیکھا کہ  
ان کی زیارت یوم خاص میں کی جاتی  
ہے جیسے کہ عید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(شفاء السقام منہ)

کی قبر کی زیارت کسی معین دن کے  
ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس دن  
چاہے زیارت کرے۔

حضرت امام احمد بن حنبلہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قلت بعد ان يعلم ان الحديث  
منازع في ثبوته و لكن  
ثبوته هو الاصح الكلام  
في مقامين اولهما نقل من  
جماعة اهل البيت في  
مسند عبد الرزاق وغيره  
ثم كما بهذا الحديث ليس  
نهيا عن اهل الزيارة وانما  
هو نهي لمن اتى بها على غير  
الوجه المشروع فيها۔  
(المجهر والمنظم ۱۷)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی صحت  
عدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے  
لیکن بغرض تسلیم ثبوت اس کے بائے  
میں دو مقامات پر صحیح کلام ہے۔ ان  
میں سے پہلا جو کہ مصنف عبد الرزاق  
میں اہل بیت کی ایک جماعت سے نقل  
کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے تمسک کرتے  
ہوئے کہ اس میں اصل زیارت سے  
منع نہیں فرمایا گیا بلکہ صرف اس سے  
منع کیا گیا ہے جو کہ غیر مشروع طریقے  
سے قبر شریف پر آئے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

ذکرت في كتابي الدر المنصور  
في الصلاة على صاحب المقام  
المحمود الحديث والجواب  
عنه با بسط ما هنا و  
عبارته ونهيه صلى الله

میں نے اپنی کتاب الدر المنصور فی  
الصلاة علی صاحب المقام  
المحمود میں یہ حدیث اور اس کا  
جواب ذکر کیا ہے جو کہ شرح و بسط  
و تفصیل کے ساتھ ہے اور وہاں



عليه وسلم من جعل قبري  
 عيداً يحتفل انه للحث على  
 كثرة الزيارة ولا تجعل  
 كالعيد الذي لا يوتى في  
 العام مرتين انه اشارة  
 الى النهي الوارد في الحديث  
 الآخرة اتخذ قبور مسجد  
 اى لا تجعلوا زيارة قبري  
 عيد امن حيث الاجتماع  
 لها كمو للعيد وقد كانت  
 اليهود والنصارى يجمعون  
 لزيارة قبور انبيائهم و  
 يشتغلون عندها باللغو و  
 الطرب فنهى صلى الله عليه  
 وسلم امته عن ذلك او عن  
 يتجاوزوا في تعظيم قبور  
 ما أمر والحث زيارة قبور  
 الشريف قد جاء في احاديث  
 بينها في حاشية الايضاح  
 مع الرد على انكر ذلك وهو  
 ابن تيميه -

عبارت یوں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا اپنی قبر کو عید بنانے سے  
 منع کرنے میں احتمال ہے کہ کثرت پر  
 برا نگینختہ کرنا مراد ہو اور اس کو عید  
 کی طرح نہ بناؤ کہ وہ سال میں صرف  
 دو مرتبہ آتی ہے اور اس میں اشارہ ہے  
 اس نہی کی طرف جو کہ دوسری حدیث  
 میں دارو ہے کہ قبر کو مسجد نہ بناؤ۔  
 یعنی میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ۔  
 اجتماع کے لحاظ سے جیسا کہ عید کے لیے  
 ہوتا ہے اور تحقیق یہود و نصاریٰ  
 اپنے انبیاء کی قبور کی زیارت کے لیے  
 جمع ہوتے تھے اور وہاں کھیل تماشے  
 میں مشغول ہو جاتے تھے تو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس  
 فعل سے منع فرمایا یا پھر قبر کی تعظیم میں  
 اس حد سے گزرنے سے منع فرمایا جس  
 کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر شریف کی  
 زیارت کثرت سے کرنے پر بہت سی  
 احادیث مروی ہیں جن کو میں نے حاشیہ  
 الايضاح میں بیان کر دیا ہے اور

(الجوهر المنظم ۱۷ - الفصل  
اصول فی مشروعیة قبر  
نبینا محمد صلی اللہ علیہ

وسلم - <

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں :  
الغرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نہی سے منع کرنا زیارت  
کا ہوتا تو آپ صاف صاف منع فرماتے اور جب آپ نے مورد نہی  
عید بنا لیا تو ضرور نہی ایسے امور سے ہوگی کہ جن سے عید عید ہوتی  
ہے نہ مطلق زیارت سے اور نہ سفر زیارت سے پس باوجود ان احتمالات  
کے استدلال خصم کیونکر مقبول ہوگا اور مطلق زیارت یا سفر کا منع ہونا کیسے  
ثابت ہوگا۔ اور ایک احتمال پنجم یہ ہے کہ غرض اس حدیث سے باطل کرنا  
اس اعتقاد کا ہے کہ صلاة و سلام کا ثواب اور وصول ال  
کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہی کے نزدیک ہوتا ہے نہ دور سے۔  
جیسے عید کی عبادت مخصوصہ اور ثواب مخصوص اسی روز کے ساتھ مخصوص  
ہیں کسی اور روز میں نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ارشاد ہوا کہ تم میری قبر کو  
مثل عید کے نہ سمجھو اور جملہ وصلوا و سلموا علی فان صلاتکم  
وسلامکم تبلغنی حیث ما کنتم منضم فرما کے ارشاد ہوا  
کہ ثواب صلاة و سلام کا اور وصول اس کا مخصوص حضور کے ساتھ  
نہیں ہے بلکہ قرب و بعد دونوں حالتوں میں باقی ہے۔

(السعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۱۰۵ طبع ۱۲۹۲ھ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذوا قبوی عیڈا (المحدث) و فرمودہ شما و آنکہ در اندلس است برابر در قرب و مثل ایں از امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نیز آمدہ مانا کہ آل مرد کہ ایں امان دین اورا منع کردند از حد اعتدال در گذر ایندہ باشد یا اثر تکلیف و تصنع در روی دی مشابہ فرمود - مقصود شان تنبیہ و تعلیم ایں معنی بود کہ در حضور معنوی قرب مسافت و بعد آں یکی ست چنانچہ گفتہ است در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عیدت بناؤ (المحدث) اور فرمایا کہ تم اور باشندگان اندلس نزدیکی میں برابرہیں۔ اسی طرح کی روایت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شخص جس کو ان امان دین نے منع کیا حد اعتدال سے گزرے گا ہوگا یا تکلف اور بناوٹ کی علامات اس میں ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ یا ان حضرات کا مقصد اس بات کی تنبیہ اور تعلیم ہوگی کہ حضور باطنی میں قرب و بعد دونوں برابر ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا۔

می عنیت عیاں و دعا میفرستمت

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۲۰۱ طبع لکھنؤ ۱۲۸۶ھ - ۱۸۶۶ء)

توان مختصر حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف سے جہاں حیاة الانبیاء ثابت ہوتی ہے وہاں کم از کم وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جس کو ابن تیمیہ اور اس کی ذریت ناخلف ذریت ثابت کرنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ روایت ابن تیمیہ اور اس کے اندھے مقلدین کے نزدیک روضہ

شریف کی زیارت کی ممانعت پر وال ہے۔ اس لیے اس کی سند کے بارے میں بھی کچھ دیکھ لینا چاہیے۔

اس روایت میں ایک راوی ہے عبداللہ بن نافع۔ یہ راوی مختلف فیہ ہے۔

حضرت امام جمال الدین المنزی نقل فرماتے ہیں :

قال ابو طالب عن احمد بن حنبل : لم يكن صاحب حديثا كان ضعيفا فيه.... ولم يكن في الحديث بذلك.... وقال ابو حاتم ليس بالمحافظ هو لين في حفظه وقال البخاري في حفظه شي.... قال ابن عدى روى عن مالك بن غزائب ذكره ابن حبان في كتاب الثقات: وقال: كان صحيح الكتاب و اذا حدث من حفظه ربما اخطأ.	امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ محدث نہیں بلکہ حدیث میں ضعیف تھا۔ اور حدیث میں پختہ نہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ حافظ نہیں۔ اس کا حافظ کمزور تھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے حفظ میں کچھ کمی تھی۔ ابن عدی نے کہا کہ امام مالک سے عزائب نقل کرتا تھا۔ امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ اگر کتاب بیان کرے تو صحیح ہے۔ جب حافظہ سے بیان کرتا ہے تو اکثر غلطی کرتا ہے۔
---	---

تهذيب الكمال للمزى ۱۰: ۵۸۲

تهذيب التهذيب للعسقلاني ۶: ۵۱

شفاء السقام للسبكي ۸۰

توثابت ہوا کہ یہ روایت اس راوی کی وجہ سے کمزور ہے اور زیارت قبر انسی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اور جہاں تک اس حدیث کے مویدات و شواہد کا تعلق ہے تو حضرت امام علی بن حسین  
کی روایت میں ایک راوی علی بن عمر ہے جو کہ مجہول ہے ملاحظہ فرمائیں : تقریب ۲۴۸  
اور دوسری سند حسن بن حسن میں سھیل بن ابی سھیل مستور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

المجرح والتعدیل للابن ابی حاتم (۲۴/۱/۲)

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكرى بيغداد ثنا اسمعيل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبد الله الـ برفى ثنا ابو عبد الرحمن المقدرى ثنا حيوثة بن شريم عن ابى صخر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ رُوحِي حَتَّى أَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

اور اسی معنی رحیات الانبیاء و وصول درود شریف) میں ایک وہ حدیث جو کہ بسند مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی کوئی مجھ پر (صلوات) سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

### تخریج حدیث

- ۱- ابوداؤد ۲۸۶۱۱ کتاب المناسک باب زیارة القبور
- ۲- مسند اسحاق بن راہویہ ۱: ۵۲ مسند ابو ہریرہ
- ۳- مسند احمد بن حنبل ۲: ۵۲۷

- ۴- سنن الکبریٰ للبیہقی ۵: ۲۴۵ الدعوات الکبیر ۱/۱۴۰ برقم ۱۵۸
- ۵- شعب الایمان " ۲: ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۶- السنن الصغیر " ۲: ۲۱۰
- ۷- المعجم الاوسط (طبرانی) ۳/۳۸۷ برقم (۳۱۱)
- ۸- تاریخ اصبحان لابی نعیم ۲: ۲۵۳
- ۹- الرسائل القشیریہ لابی القاسم ۱۶
- ۱۰- الترغیب والترہیب ۲: ۲۹۹ الترغیب فی اکتار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۱۱- فضائل الاعمال ۷۹۰ لخصیاء المقدسی

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی اور بین دلیل ہے۔ حضرات محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے:

حضرت امام نووی فرماتے ہیں:

رواہ البوداؤد بسند صحیح اس کو امام البوداؤد نے صحیح سند

(المجموع شرح المہذب للنووی کے ساتھ روایت کیا۔

(۲۷۲: ۸)

آپ مزید فرماتے ہیں:

وروینا فیہ ایضاً باسناد حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

صحیح عن ابی ہریرۃ۔ صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی

(کتاب الاذکار ۱۰۶) ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

باسناد حسن بل صحیحہ النووی اس کی اسناد حسن ہے بلکہ امام نووی

(القول البدیع ص ۱۵۵) نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔

حضرت امام زرقانی مالکی فرماتے ہیں :

باسناد صحیح اس کی سند صحیح ہے

رزرقانی شرح مواہب ۳۸:۸ فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں :

وروی الامام احمد و امام احمد لا اور امام ابوداؤد و بیہقی

ابوداؤد و البیہقی بسند نے اس کو بسند صحیح روایت کیا ہے۔

صحیح۔

رسبل المہدی والرشاد ۱۲: ۲۵۶ باب فی حیاء فی قبہ

حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں :

اسندہ من طریق ابی داؤد اس کی سند حسن ہے

واخرجه ایضا احمد و

البیہقی بسند حسن۔

رمناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء ص ۲۰۵

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں :

رواہ ابوداؤد و احمد و اس کی سند حسن ہے

بیہقی و سندہ حسن۔

شرح شفاء ص ۹۹: ۹۹ للعلی القاری

حضرت علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں :

وہذا السناد صحیح اور یہ سند صحیح ہے

(شفاء السقام ص ۴)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں :



قال النووي في الاذكار اسناده صحيح ، وكذا قال في الرياض وكذا قال ابن حجر : رواه ثقات -  
 امام نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ریاض الصالحین میں اور اسی طرح امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

رتحفة الذاکرین بعدة الحصن الحصین من کلام سید المرسلین (۲۸)  
 حضرت امام نور الدین علی بن احمد السمهودی فرماتے ہیں:

روی البوداؤد بسند صحیح کما قال السبکی .  
 امام البوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا۔

روفاء الوفا باخبار دارالمصطفى ۴ : ۱۳۴۹ ، الفصل الثانی فی لقیة ادلة الزیارة ،

حضرت علامہ امام قاسم بن قطلوبغا الجمال الحنفی فرماتے ہیں :

اخرجه الامام احمد و البوداؤد و سنده صحیح (

التعریف و الاخبار فی تخريج احادیث الاختیار ص ۱۰۵ (قلمی نسخہ)

علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں :

وقد صح اسناد هذا الحديث اور اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے

(جلاء الافهام ص ۱۹)

حضرت علامہ مجدد الدین الفیروز آبادی صاحب القاموس ۸۱۷ھ فرماتے ہیں:

فاخرج الامام احمد و البوداؤد اس کی اسناد صحیح ہیں

فی سننه باسناد صحیح۔

(الصلوات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر ۱۰۴)

نجدی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا :

وقد اخرج ابوداؤد بسند اور امام ابوداؤد نے پختہ سند کیساتھ  
جید۔ اس کا اخراج کیا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ ۲: ۳۹۴)

مشہور غیر مقلد مولوی اسمعیل سلفی نے لکھا:

حدیث نمبر ۶ صحیح ہے اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے  
(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۱۳۳)

## تفہیم حدیث

اس حدیث شریف کی تفہیم میں بھی لوگوں نے زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں اور  
”رد روح“ پر عجیب و غریب گل افشائیاں فرمائی ہیں اور جو لوگ دوسروں کو اسلاف  
کی راہ اپنانے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتے بلکہ اپنے نام کے ساتھ  
سلفی بھی لکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مطالب کے سلسلہ میں بالکل اسلاف  
کے خلاف چلتے نظر آتے ہیں اور خود ساختہ مفہوم بیان کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے  
ہیں۔

قارئین محترم ملاحظہ فرمائیں منکرین کس کس طریقہ سے اس حدیث کے مفہوم سے  
جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک صاحب لکھتے ہیں:

”عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس بات کا عقیدہ  
بھی رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد  
قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

روح کے لوٹاٹے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے.....  
 دوسری طرف بہت سے حضرات اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت  
 کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں ہے گزرتا کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر سلام نہ پڑھ رہا ہو۔ اس لیے آپ کی روح آپ کے جسم اطہر سے وابستہ  
 رہ کر ایک حیاتِ مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ بات یوں بھی نہیں بنتی۔  
 کیونکہ پھر "رد" کا لفظ بے معنی قرار پائے گا۔ آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب  
 دے۔ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں انسان  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ ان سب سلاموں کا جواب دینا  
 اللہ کے سوا کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔"

(توحید خالص ۲: ۱۹ از کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی)

قارئین کرام آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ ان لوگوں کی تحقیق کا طریقہ کیا ہے اصل  
 میں یہ بد قسمت لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے گندے ذہن میں آیا وہی عین حق ہے اور  
 وہی تحقیق ہے۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو فرمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم  
 کر دیتے۔ یہ قرآن و حدیث کا نام لینے والے دیکھیں کس طرح قرآن و حدیث کو  
 رد کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں ایک اور نام نہاد توحید پرست نے لکھا ہے :  
 "اس میں سلام کے وقت ردِ روح کا ذکر ہے۔ یہ حیاتِ دنیوی کے خلاف  
 ہے۔ حافظ سیوطی نے جس قدر جوابات دیئے ہیں ان جوابات سے ظاہر ہوتا  
 ہے کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا اپنا ذہن بھی اس حدیث سے متعلق صاف  
 نہیں۔ جواب میں تذبذب اور خبط نمایاں ہے۔"

(تحریک آزادی فکر از مولوی محمد اسماعیل سلفی دہلی ص ۱۱۱)

اب اس خطبے سے کوئی پوچھے کہ جناب سلفی صاحب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تہہ و تازہ ہے روح بھی اس میں لوٹا دی گئی تو پھر دنیوی زندگی ہونے میں کوئی چیز مانع ہے؟

اور جب آپ اس حدیث کو صحیح بھی مانتے ہیں تو پھر اس پر عقیدہ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیوں نہیں مانتے جب حدیث بھی صحیح اور ثابت ہو جس کا آپ کو خود اقرار ہے تو پھر فرمان رسول کو بلاوجہ رد کرنا کیا یہی اہل حدیثی ہے یا کہ گمراہی حقیقت میں آپ لوگ اہل حدیثی کا لباس اوڑھ کر منکرین حدیث ہیں۔ اور احادیث کا مفہوم و مطلب اپنی نارساق عقل کے مطابق کرتے ہیں اور جو اس گندے اور گستاخ ذہن میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام ایک اور نام نہاد توحیدی کی بات کو سنیے اور ان کی عقل کا ماتم کیجئے۔ لکھا ہے: اشکال کی اس غلط اور خود ساختہ تقریر سے ترمذی صاحب قارئین کے ذہنوں میں یہ باطل نظریہ بٹھانا چاہتے ہیں کہ آپ کی روح طیبہ آپ کے بدن مبارک کے اندر موجود ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ ان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے۔ جن میں آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔

(اقامة البرہان ص ۲۴ از سجاد بخاری مہاتمی پٹودی)

جناب بخاری صاحب اگر یہ عقیدہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بدن اقدس میں ہے یہ باطل ہے (معاذ اللہ) تو پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام باطل پر عقیدہ بنائے ہوئے ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان کا مطلب کیا ہوگا۔ لا تجتمع امتی علی الضلالة کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔

اور پھر آپ نے فرمایا۔ نصوص صریحہ

تو جناب ذرا نصوص صریحہ کی تعریف تو فرمادیں کہ نصوص کس کو کہا جاتا ہے اور پھر اپنی تعریف کے مطابق اپنے دلائل کو نصوص ثابت فرمائیں۔  
اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ آپ کی روح طیّبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔

یہ بیان فرمائیں کہ اعلیٰ علیین اور جنت دو علیحدہ علیحدہ مقام ہیں یا کہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ اگر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں تو اس کے لیے دلیل درکار ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ ہیں تو پھر دریافت طلب بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بیک وقت دونوں مختلف مقامات پر موجود ہے یا کبھی جنت میں اور کبھی اعلیٰ علیین میں۔  
اگر آپ فرمائیں کہ بیک وقت دونوں جگہ پر موجود ہیں تو کیا آپ کے نزدیک یہ توحید کے خلاف ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہے تو آپ مشرک بھڑے اور اگر نہیں تو پھر جب دو مقامات پر ہونا مشرک نہیں تو میں یا اس سے زیادہ مقامات پر ہونا مشرک کیسے ہو سکتا ہے۔  
اور پھر اگر اعلیٰ علیین اور جنت میں بیک وقت موجود ہے تو کیا آپ کا جسد اقدس جو کہ جنت اور اعلیٰ علیین سے افضل ہے اس میں ہونے پر کیا استحالہ ہے۔  
اور آپ حضرات کا روح اقدس کو اعلیٰ علیین یا جنت میں ہونے کو ترجیح دینا کن نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جب قبر منورہ اعلیٰ علیین اور جنت سے ہے ہی افضل تو قرآن مجید کی آیت وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کے تحت روح طیّبہ بھی افضل مقام پر ہی رہنی چاہیے اور اگر بدقسمتی یا بد عقیدگی کی وجہ سے آپ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو جنت یا اعلیٰ علیین سے افضل نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو مانتے ہوں گے یہ جنت ہے۔ اگر یہ بھی نہیں مانتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے آپ کیا مطلب اخذ کرتے ہیں۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قال ما بين بيتي ومنبري  
روضة من رياض الجنة و  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
يرى گھر اور میرے منبر کے درمیان  
منبری علی حوضی۔ والاحصہ جنت کے باغوں میں سے

ایک باغ ہے (اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)

۱- بخاری ۱: ۱۵۹ باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینة

۲- مسلم ۱: ۴۶ کتاب الحج باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ

۳- مسلم ۱: ۴۶ عن عبد الله بن زيد

۴- مسند امام احمد ۲: ۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰

۵- شرح السنة للبخاری عن ابی هريرة و ابی سعید الخدری ۴: ۲۳۸

و عن عبد الله بن زيد ۲: ۲۲۸

۶- السنن الکبری للبیہقی ۵: ۲۴۷

۷- مسند حمیدی حدیث نمبر ۲۹۰ ۱: ۱۳۹ عن عمار

۸- مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱: ۴۳۹

۹- مصنف عبد الرزاق ۳: ۱۸۲ عن ابی هريرة و عبد الله بن زيد

۲: ۱۸۳ باب منبر رسول صلى الله عليه وسلم

۱۰- مسند ابی یعلی الموصلی ۱: ۱۱۸

۱۱- ترمذی ۲: ۲۳۱ باب ما جاء فی فضل المدينة

۱۲- موطا امام مالک ۱: ۱۸۳ عن ابی سعید الخدری و عبد الله بن

زيد باب مسجد النبي صلى الله عليه وسلم .

۱۳- کتاب المعجم للابن اعزابی ۴: ۴۰۰ عن ابی هريرة و ابی سعید

فی ترجمہ البیہقی بن ابی مسرة .

- ۱۳۔ المعجم الصغير للطبرانی ۲: ۳۹۱
- ۱۴۔ تاریخ اصبهان لابن نعیم ۱: ۹۲-۲۲۸ ، ۲: ۲۷۶-۳۳۲
- ۱۵۔ کامل لابن عدی ۳: ۱۱۸۲ عن ابی ہریرة وعلی
- ۱۶۔ کشف الاستار ۲: ۵۷ باب فیما بین القبر والمنبر .  
اور پھر بعض طرق حدیث میں تو اس طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں :
- ۱۷۔ ما بین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة .
- ۱۸۔ مسند احمد ۳: ۶۴
- ۱۹۔ مسند ابی یعلیٰ ۲: ۱۳۴۱ بتعلیق حسین اسد
- ۲۰۔ تاریخ بغداد ۴: ۴۰۳ عن ابی سعید ۱۱: ۲۲۸ عن جابر
- ۲۱۔ ۲۹۰ عن سعد ۱۲: ۱۶۰ ابن عمر .
- ۲۲۔ فوائد للتمام ۲: ۲۶۵
- ۲۳۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ۹: ۳۲۴
- ۲۴۔ المعجم الكبير للطبرانی ۱۲: ۲۹۴
- ۲۵۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ۲: ۵۶ باب فیما بین  
القبر والمنبر
- ۲۵۔ السنن الكبرى للبيهقي ۵: ۲۴۶ عن عبد الله بن عمر  
توجیب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ ہی جنت ہے تو جس حدیث  
شریف میں آپ کی روح مبارکہ کا جنت میں ہونا وارد ہوا ہے اس سے مراد یہی جنت ہے  
لہذا مولوی مذکور کا اس سے انکار صرف ضد اور جہالت ہے۔

## اشکال

ہاں اس حدیث شریف میں ایک اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں تو پھر اس حدیث شریف میں جو روح کا آپ کی طرف لوٹانے کا ذکر ہے اس کا کیا معنی و مطلب ہوگا۔

## حل اشکال

علمائے اسلاف میں سے بے شمار علماء نے اس اشکال کے بہترین حل پیش کیے ہیں ان میں سے کچھ اختصار کے طور پر یہم بدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مجدد الدین الفیروز آبادی صاحب القاموس فرماتے ہیں:

فان قلت : ما معنی قوله :  
 صلی اللہ علیہ وسلم ردّ  
 اللہ علیّ روحی ؟ قلت  
 ذکر عنہ جوابان - احدہما  
 ذکرہ البیہقی وهو : ان  
 المعنی الا وقد رد اللہ  
 روحی یعنی : ان النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم بعد  
 ما مات و دفن رد اللہ  
 علیہ روحہ لاجل سلام  
 من یسلم علیہ واستمرت  
 فی جسده صلی اللہ علیہ  
 وسلم۔  
 (الصلوات والبشر ص ۱۰)

اگر تو کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے اس فرمان کہ اللہ تعالیٰ میری  
 روح کو میری طرف لوٹاتا ہے "کا کیا  
 معنی ہے تو میں کہوں گا کہ اس کے  
 دو جواب دیے گئے ہیں ان میں سے  
 ایک امام بیہقی نے ذکر کیا ہے اور وہ  
 یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے یعنی تحقیق  
 اللہ نے میری روح میری طرف لوٹا  
 دی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 وفات کے بعد جب دفن کئے گئے۔  
 تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح لوگوں  
 کے سلاموں کے جواباً عنایت فرمانے  
 کے لئے آپ کو لوٹا دی اور وہ ہمیشہ  
 آپ کے جسم اقدس میں ہے۔



حضرت امام سبکی فرماتے ہیں :

والثانی: یحتمل ان یکون ردا  
معنویا وان یکون روحه  
الشرفیة مشتغلة بشهود  
المحضرة الالهیة والملاء  
الاعلی من هذا العالم فاذا  
سلم علیه اقبلت روحه  
الشرفیة علی هذا العالم  
فیدرك: سلام من یسلم  
علیه ویرد علیه۔

اور دوسرا جواب۔ اس میں احتمال  
ہے کہ یہاں رد روح سے مراد رد  
معنوی ہے کیونکہ آپ کی روح مبارک  
اس جہاں سے بے نیاز ہو کر بارگاہ  
الہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے  
سو جب بھی کوئی شخص سلام بھیجتا ہے  
تو آپ کی روح طیبہ اس جہاں کی  
طرف متوجہ ہو جاتی ہے تاکہ سلام کا  
ادراک کر کے سلام کرنے والے کا

درشفاء السقام ص ۵-۵۱) جواب دے کے۔

حضرت امام سبکی سے یہی جواب علامہ سخاوی نے "القول البدیع" ص ۱۶۹ پر اور  
علامہ فیروز آبادی نے "الصلوات والبشر" ص ۱۰۱ میں بیان فرمایا ہے۔  
علامہ شوکانی نے حضرت علامہ ابن الملحق سے نقل کیا ہے :

والمراد برد الروح النطق لانه  
صلی اللہ علیہ وسلم حی فی  
قبره و روحه لا تفارقه  
لما صح: ان الانبیاء  
احیاء فی قبورهم۔

اور رد روح سے مراد یہاں نطق  
ہے کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے  
زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے  
جدا نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں  
ہو گیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں

رتحفہ الزاکرین للشوکانی ص ۲۵) زندہ ہیں :

## ردِّ رُوح سے مراد خوشی اور سرور ہے

حضرت علامہ ابن العماد فرماتے ہیں:

يَحْتَمِلُ انْ يَرَادُ بِهِ هُنَا السُّرُورُ  
مَجَازًا فَانَّهُ قَدْ يُطْلَقُ وَيَرَادُ  
بِهِ ذَلِكَ -  
الجبهر المنظم للابن حجر مكي (۲۲)

احتمال ہے کہ یہاں ردِ رُوح سے مراد  
سرور اور خوشی ہو مجازی طور پر کیونکہ  
اس کا اطلاق عام طور پر خوشی و سرور  
کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد  
لیا جاتا ہے۔

## ردِّ رُوح سے مراد نطق ہے

حضرت الامام الكبير ابو الحسن البكري المصري والد محمد البكري الكبير م - ۹۵۲ھ

فرماتے ہیں:

واعلم ان الانبياء احياء في  
قبورهم يصلون وهذا  
المحدث ليس ظاهرة مراد  
وانما المراد بروحي منطقي  
لان قوة النطق لازمة  
للروح فعبد بها عنها  
والله اعلم -

جاننا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی  
قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے  
ہیں اور اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں  
ہے۔ یہاں ردِ رُوح سے مراد نطق  
ہے کیونکہ قوتِ نطق روح کے لیے  
لازم ہے لہذا یہاں نطق کو روح  
فرمایا گیا۔ واللہ اعلم!

رجوا هذا الجمار في فضائل النبي المختار للنبهاني (۱۵۳)

یہاں نطق سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلقاً آپ بولتے ہی نہیں مگر جواب سلام کے

یہ جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے اس پر تشبیہ فرمائی ہے: اور بعض علماء نے  
عدم نطق کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ یہاں عدم نطق اضطراری نہیں کیونکہ  
وہ تو ایک قسم کی سزا ہوتی ہے۔ جیسا کہ

حضرت قطب وقت علامہ مولانا فقیر اللہ بن عبد الرحمن الحنفی فرماتے ہیں:

ویمکن ان یقال ان عدم	یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے عدم نطق
النطق یمکن ان یقول المثل	مکن ہے جیسا کہ مشاہدہ رب کے
ما ذکر من مشاہدۃ الملکوت	بارے میں کہا گیا ہے کہ ملکوت سے
والاستغراق فی مشاہدۃ	استغراق میں رہتے ہیں اور امت کے
الرب فلا ینطق الا عند	سلام کے سوا آپ نطق نہیں فرماتے۔
سلامۃ الامۃ۔	

(قطب الارشاد ۲۷۷)

غزالیٰ زماں رازیٰ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما من احد یسلم علی الارذ	نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن
اللہ روحی حتی ارد علیہ	اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا
السلام۔	دیتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب

دوں۔

اس حدیث میں "ما" نافیہ ہے۔ "احد" نکرہ ہے۔ سب جانتے ہیں  
کہ نکرہ چیز نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر "من" استغراقیہ عموم اور استغراق پر  
نص ہے۔ یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری  
توجہ مبذول نہ ہوتی ہو۔ خواہ وہ قبر النور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی

طرف میں متوجہ ہوں اور ہر شخص کے سلام کا جواب خود دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ خواہ شخص قبر النور کے پاس یا دور ہو۔

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

## رُودِ رُوح سے مُراد سَمَاعَتِ مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

اور اس جواب کے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے	و يتولد من هذا الجواب
وہ یہ کہ رُودِ رُوح سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ	جواب آخِر۔ وهو أن تكون
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سمع خارق	كناية عن السمع ويكون
للعادة کو لوٹا دیتا ہے۔ اسی طرح کہ	المراد ان الله تعالى يرد عليه
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے	سمع الخارق للعادة بحيث
کے سلام کو سنتے ہیں خواہ کتنی ہی دور کیوں	يسمع المسلم، وان بعد
نہ ہو اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج	قطرة ويرد عليه من غير
کے جواب دیتے ہیں۔	احتياج الى واسطة مبلغ۔

(انباء الاذکیاء ص ۳) طبع دار الحدیث مصر

حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں :

اور رُودِ رُوح سے مراد سماعت خوارق	او المراد بالروح السمع الخارق
عادت ہے کیونکہ آپ ہر سلام پڑھنے والے	للعادة بحيث يسمع المسلم عليه

من غیر واسطه وان بعدا  
والموافق للعادة -  
والفتاویٰ الکبریٰ الفقیہ ۱۳۶/۲  
للابن حجر المہدی (مکی) -  
عادت کے (آپ اس کے سلام کو سنتے  
ہیں)۔

## جواب سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں

علمائے کرام نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے سلام کا جواب  
چاہیں ارشاد فرمائیں اس میں دور و نزدیک کی قید نہیں ہے اگرچہ زائرین کے لیے دیگر خصوصی  
شرف موجود ہیں لیکن جواب ہر شخص کو عنایت فرماتے ہیں۔  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

علماء مختلف کردہ اند کہ این فضیلت  
عظمی عام است مرہر کے را بشرف تسلیم  
بر سید کائنات علیہ فضل التسلیمات مشرف  
است خواہ زائر قبر شریفی بود یا غائب از  
آنحضرت کبری در ہر مکان کہ باشد  
قطر ہر عموم است ..... بر تقدیر مفید  
مدعا است کہ حیات است۔  
(مدارج النبوت ۲۲۲/۲)  
جذب القلوب ص ۱۸۱)

علماء نے اختلاف کیا کہ یہ (سلام کا جواب  
دینے کی) فضیلت ہر شخص کے لئے  
عام ہے جو صحیحی سید کائنات صلی اللہ علیہ  
وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجنے کے شرف سے مشرف  
ہو خواہ دائرہ ہو یا پھر اس بارگاہ کبریٰ  
سے غائب۔ جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر  
حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال  
مفید مدعا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
حیات ہیں۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:  
وظاہرہ الاطلاق الشامل لكل  
اور ظاہر اطلاق ہر زمان و مکان (قریب

مکان و زمان و من خص  
الرد بوقت الزيارة فعليه  
البيان -  
وبعيد، کو شامل اور جس اس کو زیارت  
کے ساتھ خاص کیا اسکے لیے دلیل فوری  
ہے (جو کہ ہے نہیں)

شرح الشفاء للعلی القاری ۲/۹۹ فصل فی تخصیصہ علیہ

الصلوة والسلام بتبلیغ صلاة من صلى عليه

حضرت امام شہاب الدین الحنفی المصری فرماتے ہیں:

وما قيل ان رده صلى الله  
عليه وسلم مختص بسلام  
زائره مردود لعموم الحديث  
فدعوى التخصيص تحتاج  
الدليل ويرد ايضا الخبر  
الصحيح ما من احد يمر  
بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه  
في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه  
ورد عليه السلام فلو اخص  
رده صلى الله عليه وسلم لزائره  
لم يكن له خصوصيه به لما  
علمت ان غيره يشاركه  
في ذلك -

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم کا جواب دینا صرف زائر کے ساتھ  
مختص بہ قول مردود ہے کیونکہ حدیث  
میں عموم پایا جاتا ہے اور اس کی تخصیص  
دلیل کی محتاج ہے اور اس کو خبر صحیح  
بھی رد کرتی ہے کہ جو شخص اپنے مومن  
بھائی کی قبر پر گزرے اور وہ دنیا میں  
اس کو جانتا ہو تو وہ اس کو سلام کرے تو  
وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کو جواب  
دیتا ہے۔ تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی  
صرف زائر کو ہی جواب دیں تو یہ آپ کی  
خصوصیت نہ ہو اس میں تو دوسرے لوگ  
بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں

نسیم الریاض شرح الشفاء للحنفاجی ۳/۵۰۰ باب فی تخصیصہ علیہ

الصلوة والسلام بتبلیغ صلاة من صلى عليه

حضرت امام ابوالمین ابن عساکر فرماتے ہیں:

وإذا جاز ردة صلى الله عليه  
وسلم على من يسلم عليه من  
الزائرين لقبره جاز ردة  
على من يسلم عليه من جميع  
الآفاق من امته بعد مسافة.  
الجوهر المنظم لابن حجر مكي ۲۲  
کی مسافت پر ہو۔

نیم الریاض (۵۰۰/۲)

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور و نزدیک کے سلام کہنے والے کو جواب دیتے ہیں اور یہ تم بھی متحقق ہو سکتا ہے جب کہ آپ سب کی سلاموں کو سماعت فرمائیں۔ اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے سلام سنتے بھی ہیں اور ان کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں تو کتنے خوش قسمت اور عالی نصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وظیفہ و وطیرہ ہی الصلاة والسلام علیک یا رسول اللہ! بنایا ہوا ہے۔

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آدمی سلام کرے جواب بھی انہی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہتا ہے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں وعلیکم السلام ہی کہے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ السلام علی فلاں! دوسرا بھی السلام علی فلاں ہی کہے گا۔ جب سنی عاشق لوگ حاضر کے صیغہ کے ساتھ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہیں تو یقیناً پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیکم السلام یا فلاں نام لے کر جواب دیتے ہیں تو وہ لوگ کتنے خوش بخت ہوئے جن کو اس طرح جواب سلام عطا ہو۔

اور کتنے بد بخت وہ لوگ ہیں جو خود تو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں ہی دوسروں کو بھی دن رات روکنے اور ٹوکنے کی مذموم کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسے بد عقیدہ لوگوں کے شر سے بچائے۔

## اعترافات

بعض لوگوں نے اس صحیح حدیث پر بھی اعتراض کر کے اپنی قبر کی طرح صفحات سیاہ کیے ہیں۔ آئیے ان لوگوں کے اعتراضات ملاحظہ کریں۔ اور پھر ان کے جوابات۔  
مولوی شیر محمد ممانی نے لکھا ہے:

حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ العالی نے ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ۱۳۲ تا ۱۳۳ پر اسی حدیث کے دو راویوں ابو صخر حمید بن زیاد اور یزید بن عبد اللہ بن قسیط پر مفصل جرح کر دی ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور، ۴۲)

توقارین کرام! آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ واقعی اس حدیث شریف کے یہ دونوں راوی مجرد ہیں اور ان کی وجہ سے یہ حدیث واقعی ضعیف ہے؟

ابو صخر حمید بن زیاد

اس کے بارے میں حضرت امام جمال الدین المزنی نقل فرماتے ہیں:

قال عبد الله بن احمد امام احمد نے فرمایا کہ لیس بہ

بن حنبل: سئل ابی عن باس ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے

ابی صخر فقال لیس بہ باس فرمایا کہ یہ ثقہ اور لیس بہ باس

وقال عثمان بن سعید الدارمی ہے۔

سألت یحییٰ بن معین: فقال



ثقة ليس به بأس -

رتھذیب الکمال، ۵: ۲۲۳

امام ابوالاحمد عبداللہ بن عدی المجرجانی فرماتے ہیں:

روى عنه حياة احاديث  
وهو عندي صالح الحديث  
انما انكرت عليه هذيت  
المحدثين (المومن الموالف)  
وفي التدریس اللذين ذكرتهما  
وسائر حديثه أرجوان يكون  
مستقيما -

اس سے حیوۃ نے احادیث روایت کی  
ہیں۔ وہ میرے نزدیک صالح الحدیث  
ہے اور اس کی صرف احادیث (المومن  
الموالف اور قدریہ کے بارے میں)  
کا انکار کیا گیا ہے جن دونوں کا ذکر میں  
نے کر دیا ہے اور بقیہ تمام احادیث میں  
میرے خیال میں یہ مستقیم الحدیث ہے۔

(الکامل لابن عدی ۲: ۶۸۵)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

هو حميد بن زياد مدني  
ولكن كذا يقال - وهو ثقة -

کہ حمید بن زیاد ثقہ ہے

(سوالات البوقانی للدارقطنی ص ۲۳)

حضرت امام حافظ احمد بن عبداللہ ابی الحسن العجلی فرماتے ہیں:

حميد بن زياد ابو صخر - ثقة -

کہ یہ ثقہ ہے

(تاریخ الثقات للعجلی ۱۳۲۰)

امام ابن شاہین فرماتے ہیں:

حميد بن زياد ابو صخر ليس  
به بأس - قال احمد وقال

کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح  
امام احمد اور امام کبیری بن معین نے فرمایا۔

یحییٰ بن معین۔

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم لابن شاہین ۱۰۵۰)

امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا:

(کتاب الثقات لابن حبان ۱۸۸/۶)

امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں:

وسألتہ عن حمید بن زیاد کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

المخراط فقال لیس بہ باس۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ۹۵)

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔ اس پر امام احمد، یحییٰ بن معین اور امام نسائی

سے جرح نقل کی گئی ہے۔

لیکن ساتھ ساتھ امام احمد و یحییٰ بن معین سے توثیق کے کلمات بھی مروی ہیں۔

لہذا یہ جرح مرجوح ہوگی یا پھر ان کی جرح و تعدیل میں توقف کیا جائے گا اور باقی

صرف امام نسائی کی جرح رہ جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حمید بن صخر لیس بالقوی

(کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۸۸)

لیکن چونکہ یہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اس کے بعد لین بہت

سارے محدثین ہیں جن میں سے کچھ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ راوی

ثقہ اور ثبت ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یزید بن عبد اللہ بن قسیط

اس راوی پر دو طرح کے اعتراضات ہیں:

ایک یہ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔

راۓ تیسرے تسکین الصدور، ۵۸، از شریح محمد ثانی، توحید خالص از مسعود الدین عثمانی، ۱۹:۲

ہم کہتے ہیں کہ یہ راوی بھی ثقہ ہے اور اس پر جو جرح نقل کی گئی وہ مرجوح ہے۔  
کیونکہ ایک تو معدلین کے جم غفیر کے خلاف صرف ابن ابی حاتم کی جرح ہے اور وہ بھی  
بہت ہی ہلکے درجے کی ہے اور ہے بھی جرح مبہم۔ ملاحظہ فرمائیں اس راوی کے بارے  
میں محدثین کی آراء۔

حضرت امام ابن شاہین فرماتے ہیں:

یزید بن عبد اللہ بن

قیط ثقہ

(تاریخ اسماء الثقات من نقل عنهم العلم ص ۲۴۸)  
امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے

ہیں:

سألتہ عن یزید بن عبد اللہ  
بن قیط ما حالہ۔ فقال  
صالح۔  
میں نے امام یحییٰ سے یزید کے بارے  
میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ تو  
فرمایا صالح ہے۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ص ۲۳)

امام جمال الدین المزنی نقل فرماتے ہیں:

قال اسحق بن منصور عن یحییٰ  
بن معین: صالح، لیس بہ  
بأس وقال النسائی: ثقہ؛  
و ذکرہ ابن حبان ف  
کتاب الثقات وقال ابو احمد  
بن عدی مشہور عندہم  
امام ابن یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ  
صالح ہے اور اس کے ساتھ کوئی  
حرج نہیں ہے۔ امام نسائی نے  
اس کو ثقہ فرمایا۔ امام ابن حبان نے  
کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ امام  
ابن عدی نے فرمایا کہ یہ روایات

بالروایات - وقد عنه مالك  
 غیر حدیث وهو صالح  
 الروایات وقال ابراهیم بن  
 سعد عن محمد بن اسحق  
 حدثني يزيد بن قسيط و  
 كان فقيها ثقة ، وكان ممن  
 يستعان به على الاعمال  
 لامانته و فقهه.... زاد ابن  
 سعد وكان ثقة ، كثير  
 الحديث -

المحدث -

میں محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور  
 امام مالک نے اس سے کئی احادیث لی  
 ہیں اور وہ صالح الروایات ہے -  
 امام ابوالاسود بن سعد نے کہا کہ امام  
 محمد بن اسحق نے فرمایا مجھے خبر دی یزید  
 بن قسیط نے جو کہ فقیہ اور ثقہ تھا کہ  
 اس کے ساتھ اعمال خیر اور فقہ میں  
 مدد حاصل کی جاتی ہے امام ابن سعد  
 نے اتنا زیادہ کیا کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث

(تہذیب الکمال للمزی ۲۰: ۳۲۹)

امام مزی نے اس راوی کے بارے میں کوئی ایک بھی جرح کا کلمہ نقل نہیں فرمایا:  
 امام ذہبی نے فرمایا:

وثقه  
 کہ اس کی توثیق کی گئی ہے

(الکاشف ۳: ۲۴۶)

تو ثابت ہوا کہ یہ راوی زبردست ثقہ ہے اور ہامیتوں نے اپنے ضعیف ایمان کے  
 وجہ سے اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اب آئیے دیکھیں کہ جرحین نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے اور اس کی حقیقت

کیا ہے؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے لکھا ہے:-

"ابن حبان کہتے ہیں ربما اخطا (کبھی کبھی خطا کرتا ہے) امام مالک کہتے ہیں

لیس ہناک یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب، ۲۴۲-۲۴۳ جلد ۱)  
ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں :

کان ردی الحفظ      ردی (خراب) حافظہ کا مالک تھا

امام رازی لکھتے ہیں کہ میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

لیس بقوی      مضبوط نہیں ہے۔

(توحید خالص، ۲ : ۱۹)

افسوس کہ یہ جاہل شخص ایک نئے فرقے کا بانی ہے اور اصول جرح و تعدیل سے بالکل ہی ناواقف و جاہل ہے۔ اور ثقہ راوی کو جرح مبہم کے ساتھ مجروح و ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کر رہا ہے۔

اس میں جہاں تک امام مالک کی جرح کا تعلق ہے تو یہ جرح نہیں بلکہ تعدیل ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا ہے کہ :

ويزيد قد احتج به مالك      يزيد سے امام مالک نے مؤطا میں کئی  
فی مواضع من المؤطا وهو      مقامات پر احتجاج کیا ہے اور وثقتاً  
ثقة من الثقات۔      راویوں میں سے ایک ثقہ راوی ہے

(تہذیب التہذیب، ۱۱ : ۲۴۳)

اور جہاں تک امام ابن حبان کی جرح کا تعلق ہے تو امام ابن حبان نے اس راوی کو اپنی کتاب الثقات، ۵ : ۵۴۳ میں ذکیا کیا ہے۔ اور کہا کہ رہا اخطاؤ کہ کبھی کبھی غلطی کرتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف جو کہ ابن الہادی نے نقل کیا ہے کہ یہ راوی ردی الحفظ ہے اور ابن عبد الہادی نے یہی نقل کیا ہے کہ ابن حبان نے اس کو اہل مدینہ کے اجل تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا ابن حبان کے کلام میں تضاد ہے لہذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نہ اس کی جرح کی حیثیت ہے اور نہ ہی توثیق کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے۔

باقی رہ گئی ابن ابی حاتم رازی کی جرح کہ یہ راوی لیس بقوی ہے تو یہ جرح غیر مفہم ہے لہذا اصول کے تحت یہ جرح مردود ہے۔

اور ویسے بھی یہ ایسی جرح ہے ہی نہیں کہ اس کی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ خود ابن حاتم نے بیان فرمایا کہ:

و اذا قال لیس بقوی فهو اور جب کہتے ہیں کہ یہ لیس بقوی  
بسنزلة الاولى فی کتبہ ہے تو یہ بمنزلہ پہلی جرح کے ہے لیکن  
حدیثہ الا انه دونه۔ اس سے کمزور درجہ ہے۔

(المجروح والتعديل ۲: ۳۷ باب بیان درجات رواة الآثار)

یعنی ایسے راوی کی حدیث لکھی جائے گی جیسا کہ امام سیوطی نے نقل فرمایا:

وقولهم لیس بقوی یکتب یعنی علماء کا قول لیس بقوی اس  
حدیثہ و هو دون لین کی حدیث لکھی جائے گی اور یہ کمزور سے

(تدريب الراوی ۱: ۲۲۶) دوسرا درجہ ہے۔

امام نووی نے اس عبارت کو کتاب ارشاد طلاب الحقائق الی معرفة سنن خير المخلوق

۱: ۲۳۰ میں بیان فرمایا ہے۔

توثابت ہو کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی یہ روایت بھی صحیح ہے۔

## دوسرا اعتراض

ابن تمیمہ نے کہا کہ ایسے لگتا ہے کہ یزید نے ابوہریرہ کو نہیں پایا اور یزید بن عبد اللہ  
خود ضعیف ہے۔ اور ابوہریرہ سے اس کی روایت کے سماع میں نظر ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور)

یہ ابن تمیمہ کا یا تو تعصب ہے یا پھر جہالت کیونکہ اس کی روایت حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے حضرات کے سامنے ابن تمیمیہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔  
حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کی روایت کرنے والے حضرت امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ وغیرہ  
ہیں۔ امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اسی کی حضرت ابو ہریرہ سے روایت لی  
ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

یروی عن ابن عمر و ابی ہریرہ (کتاب الثقات ۵۱: ۵۲۳)  
امام ابن حاکم لکھتے ہیں:

روی عن ابن عمر و ابی ہریرہ و ابی رافع۔

(المجرح والتعدیل، ۹: ۲۷۳)

جبکہ حضرت علامہ امام جمال الدین المزنی امام ابن حجر عسقلانی امام ذہبی تمام نے  
بیان فرمایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔

اور ویسے بھی امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ۱۲۲ ہجری میں فوت ہوا اور ابوصحان الزیاری  
نے کہا کہ اس نے ۹۰ سال عمر پائی کذا فی تہذیب الکمال ۲۰: ۳۳۹ تو اس لحاظ  
سے اس کی ولادت ۳۲ ہجری قرار پاتی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۸ ہجری  
ہے تو درمیان میں ۲۶ سال کا طویل عرصہ اور محدثین کے اصول کے مطابق امکان  
نقاء کا کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

## حدیث نمبر ۱۷

وفي هذا المعنى الحديث الذي اخبرنا ابو القاسم على بن الحسن بن علي الطهماني ثنا ابو الحسن محمد بن محمد الكارزجي ثنا علي بن عبد العزيز ثنا ابو نعيم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله بن مسعود

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْاَرْضِ يَبْلِغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ** -

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو کہ زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

### تخریج حدیث

۱- السنن (المجتبیٰ)	للنسائی	۱۸۹:۱	باب التسليم على انبيى صلى الله عليه وسلم
۲- مسند	للامام احمد	۲۸۷:۱	عن ابن مسعود
۳- السنن الكبرى	للنسائی	۳۸۰:۱	" " "
۴- مصنف	ابن ابی شیبہ	۵۱۷:۲	
۵- مصنف	عبدالرزاق	۲۱۵:۲	



۶-۱-صحیح	للایین جبان	۳۸۰:۳	ذکر البیان بان سلام ام سلمة علی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۷-موارد النظم	لصیثی	۵۹۴-۵	حدیث نمبر ۲۳۹ (۲۳۹)
۸-مسند	لالی علی الموصلی	۱۰۴:۵	تعلیق اثری
۹-مستدرک	للایم حاکم	۲۱:۲	وقال صحیح الاسناد - کتاب التفسیر -
۱۰-کتاب الصلوة علی النبی ابن ابی عامر ص ۲۹ رقم ۲۸			کتاب فضائل الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۱-فضل الصلوة علی النبی	للقاضی اسماعیل		ص ۱۱ حدیث نمبر ۲۱
۱۲-خبر ابیحان	للای نفیس	۲۰۵:۲	
۱۳-حلیة الاولیاء	" "	۱۳۰:۸	۲۰۱:۴
۱۴-تہذیب تاریخ دمشق	امام ابن عساکر	۱۴۵:۴	۲۵۶:۲
۱۵-مسند	امام عبد اللہ بن مبارک	۳۰	
۱۶-المعجم الکبیر	للطبرانی	۲۷۰:۱۰	
۱۷-لسن	للایم الدارمی	۲۲۵:۲	
۱۸-طبقات الشافعیة الکبری	امام تاج الدین ابی	۱۶۱:۱	طبع جدید
۱۹-شرح السنة	للایم بغوی	۱۹۷:۳	
۲۰-تفسیر القرآن	" "	۵۴۳:۳	
۲۱-تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	۱۰۴:۹	
۲۲-کتاب الزهد	عبد اللہ بن مبارک	۳۶۴	الجزء الثامن باب ذکر اللہ عزوجل
۲۳-کتاب العظمة	ابو الشیخ	۹۹۱:۳	ذکر خلق جبرئیل علیہ السلام روح الامین
۲۴-شعب الایمان	للایم مصعبی	۲۱۸:۲	باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجماله ووقته
۲۵-عمل الیوم واللیلة	للایم نسائی	۱۶۷	باب فضل السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶-سائل التفسیر	للایم شیری	۱۴	

۲۷- کشف الاستار عن زوائد البزار للعلیشی ۳۹۷:۱ باب ما تحصل لامة منتهی فی حیاته و بعد حیاتہ

۲۸- کتاب الدعوات الکبیر ۱۳۷۱ حدیث نمبر ۱۵۹

۲۹- کتاب العاقبة للعبد الحق الاشعری ۱۱۹

۳۰- الوفا لابن الجوزی ۸۱۰

۳۱- شفاء السقام تقی الدین ابکی ۱۸۲

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی زندگی پر زبردست دلیل ہے۔ مختلف حضرات محدثین کرام نے اس کو صحیح فرمایا ہے جیسا کہ

حضرت طلا علی قاری نے فرمایا:

وفیه اشارۃ الی حیاته الدائمة

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی

فرحہ ببلوغ سلام امته الكاملة

حیات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دایما الی قبول السلام

سلام کے پہنچنے سے خوشی اور آپ کا اس

دمرقات شرح مشکوٰۃ ۲: ۲۴۱

سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها الفصل الثانی

حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۱۱)

حضرت امام عبدالرؤف المناوی فرماتے ہیں:

قال الحاکم صحیح و اقره الذہبی

امام حاکم نے فرمایا کہ صحیح ہے اور امام

ذہبی نے ان کی موافقت کی امام حافظ

عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی صحت

پر اتفاق ہے سوائے کلمہ سیاحین کے۔

رفیض القدر شرح الجامع الصغیر

۲: ۲۷۹

حضرت امام الحافظ نور الدین علی بن ابی اسحاق شافعیؒ کے منہم فرماتے ہیں:  
رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح  
امام بزار نے اس کو صحیح کے راویوں  
سے روایت کیا ہے

رجمع الزوائد و منبع الفوائد ۹: ۲۲۰

حضرت امام نور الدین علی احمد السمهودیؒ فرماتے ہیں:  
وروی البزار برجال الصحیح  
اس کو امام بزار نے صحیح و ثقہ راویوں  
روفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ  
سے روایت کیا ہے

۴: ۱۳۵۳ - باب حياة الانبياء

حضرت امام تقی الدین تہسبکیؒ فرماتے ہیں:

رواہ النسائی و اسماعیل  
القاضی و غیرہما من طرق  
مختلفة باسناد صحیحہ  
لا ریب فیہا۔  
اس کو امام نسائی اور امام قاضی  
اسماعیل و غیرہما اس کو مختلف اسناد  
صحیحہ کے ساتھ روایت کیا اور ان  
کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

رشفاء السقام - ۴۵ باب فی علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمن  
یلم علیہ

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے:

وہذا اسناد صحیح اور یہ سند صحیح ہے

رجلاء الافہام ۲۳۲ طبع لوریہ رضویہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ونسائی باسناد صحیح از عبد اللہ  
بن مسعود رضی اللہ عنہ:  
اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت  
عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔

(جذب القلوب الی دیار المجرّب ۱۸۱۰ مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۹ء)

حضرت علامہ امام احمد شہاب الدین الخفاجی المصری فرماتے ہیں :

رواہ احمد والنسائی والبیہقی امام احمد - نسائی - بیہقی : دارمی -

والدارمی وابن حبان والنعیم ابن حبان - ابو نعیم اور خلعی نے اس کو

والخلعی بسند صحیح - صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے -

نسیم الریاض شرح الشفا ۴ : ۵۰۰ فصل تخصیصہ علیہ الصلاۃ

والسلام تبلیغ صلاۃ من صلی علیہ وسلم من الانام

حضرت امام مجدد الدین الفیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ امام نسائی ، امام ابو حاتم السبئی ، امام احمد

والبو حاتم السبئی والامام احمد اور قاضی اسماعیل نے اس کو باسانید صحیحہ

واسماعیل القاضی باسانید روایت کیا ہے -

صحیحہ -

(الصلاۃ والبشر ، ۱۰۸)

علامہ ابن عبد اللہ شاکر و ابن تمیمیہ نے لکھا :

وشعبہ عن عبد اللہ بن امام شعبہ نے عبد اللہ بن سائب سے

السائب عن زازان عن ابن انہوں نے زازان سے اور انہوں نے

مسعود وهو الصحیح - حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت

(الصارم المنکی - ۲۶۶) کی - اور یہ روایت صحیح ہے -

حضرت علامہ محمد بن محمد الخفاجی البوسنی شارح کتاب هذا فرماتے ہیں :

حدیث ابن مسعود اخرجہ اس کا اخراج امام نسائی - احمد - حاکم

النسائی و احمد و الحاکم نے کیا اور اس کو صحیح کہا اور امام دارمی

صحیحہ والدارمی والبیہقی اور سہیقی نے شعب الایمان اور  
فی شعب والبزار وابن  
حبان فی صحیحۃ فقال الخفاجی  
اسناد صحیح - اسناد صحیح ہیں -  
کہا اور امام خفاجی نے کہا اس کے

(شرح حیاة الانبیاء ۱۶)

یہ حدیث شریف بھی الحمد للہ سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور واضح کر رہی ہے  
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں مومنین کے درود و سلام آپ پر پیش کئے  
ہیں اگر آپ معاذ اللہ زندہ نہ ہوتے تو درود و سلام کافر شتوں کے ذریعے لے جاتا محض  
بے کار ثابت ہوگا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات (یبلغونی)  
کو فرشتے سلام پہنچاتے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس روح  
اور جسم کے مجموعے کا نام ہے آپ نے یہ فرمایا نہیں کہ: یبلغو دوحی، کہ وہ  
میری روح کو سلام پہنچاتے ہیں۔ یا اگر صورت جسم پر پیش کرتے تو آپ ارشاد  
فرماتے کہ صورت میرے جسم کو سلام پہنچاتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات اقدس کا تذکرہ  
فرمایا ہے جو کہ روح اور جسم کا مرکب ہے۔

## اعتراضات اور ان کا رد

اس روایت پر بھی شان رسالت کے بعض منکرین نے چند بے سرو پا اعتراضات  
کئے ہیں۔ ہماری نظر میں پہلا اعتراض کہ اس کے راویوں میں ایک راوی سفیان ثوری  
ہیں جو کہ مدلس ہیں اور وہ یہ روایت: عن: کے ساتھ کر رہے ہیں لہذا یہ روایت <sup>ضعیف</sup>  
اور مردود ہے۔

دائینہ تسکین الصدور ۹۲۰ از شہ محمد ماتی دیوبند  
اس میں کوئی شک نہیں کہ مدلس راوی کا عنعنہ مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے کہا حقہ  
تبع نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری

رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث کی مراحت کی ہے جیسا کہ حضرت امام اسماعیل بن اسحاق القاضی نے مراحت فرمائی ہے۔

حدثنا سعد قال یحیی عن

سفیان حدثنی عبد اللہ بن

السائب۔

(فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۰)

اور حضرت علامہ تقی الدین اسپکی نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وصرح الثوری باسماع

فقال حدثنی عبد اللہ بن

السائب هكذا فی کتاب

القاضی اسماعیل وعبد اللہ

بن السائب وزاذان روی

لہما مسلم ووثقہما ابن

معین فالاسناد واذاصح۔

(شفاء السقام۔ ۱۵)

تو اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بالکل غلط اور عدم تتبع کا نتیجہ ہے

بلکہ سراسر جہالت و حماقت ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جو اس حدیث شریف پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا ایک

راوی زاذان ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو توحید خالص ص ۱۱۱ از مسعود الدین عثمانی و آئینہ

تسکین الصدور ص ۹۹ از شیر محمد دیوبندی ممان)

یہ ٹھیک ہے کہ بعض محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے لیکن وہ ایسی جرح نہیں

ہے کہ جس کی وجہ سے یہ راوی متروک اور بالکل ضعیف گردانا جائے بلکہ اکثر جرحیں تو مبہم ہیں جو کہ مرجوح ہیں جبکہ اس کے معدلین جارحین سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہیں۔  
امام ذہبی لکھتے ہیں :

ثقة

(الکاشف ۱۰ : ۲۴۶)

امام عجلی فرماتے ہیں :

(ثقة ہے)

ثقة

(تاریخ ثقات ص ۱۶۳)

امام ابن عدی فرماتے ہیں :

اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں

واحادیثہ لا بأس بها

(صحیح ہیں) جب اس سے راوی ثقہ

اذا روی عنه ثقة: وانما

ہو۔ اور اس میں صرف اس کے کثرت

رماء من رماہ بکثرة کلامہ

کلام کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

(الکامل ۳۱ : ۱۰۹۱)

اور امام سحی بن معین نے فرمایا :

یہ ایسا ثقہ ہے کہ اس عیبوں کے بارے

ثقة لا تسأل عن مثل

میں سوال ہی نہ کرو۔

هؤلاء۔

(تہذیب الکمال ۲۵۲)

امام ابن سعد نے کہا کہ :

ثقة اور کثیر الحدیث ہے۔

(تہذیب التہذیب ۳۱ : ۳۰۳)

(تاریخ بغداد ۸ : ۴۸۷)

امام خطیب بغدادی نے فرمایا کہ ثقہ ہے

علامہ ابن القسیم نے لکھا ہے :

وزاذان من الثقات، روای عن  
اکابر الصحابة کعمر وغیرہ وروی  
له مسلم فی صحیحہ! قال یحیی بن  
معین: ثقة. وقال حمید بن  
ہلال وقد سئل عنه: هو ثقة  
لا تسأل عن مثل هؤلاء۔  
د کتاب الروح منہ المسألة السادسة.  
لہذا ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔

زاذان ثقہ راویوں میں سے ہے۔ بڑے  
بڑے صحابہ کرام جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے امام مسلم  
نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ امام یحییٰ  
بن معین نے فرمایا ثقہ ہے۔ حمید بن  
ہلال نے کہا ایسا ثقہ ہے کہ ان جیسوں کے  
بارے میں سوال نہ کر۔

اگر کہا جائے کہ اس کو امام حاکم نے لیس بالمتین کہا ہے اور یہ جرح مفسر ہے  
تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ جرح مفسر ہے تو علمائے غیر مقلدین کیا فرمائیں گے اس مسئلہ میں کہ  
فاتحہ خلف الامام کے بارے میں وہابیہ کی مؤید حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ مسلم تشریف  
میں: من صلی صلاة فلم یقدر انہما بام القرآن فہی خداج خداج خداج۔  
غیر تمام۔ میں راویوں میں عبدالرحمن پر بھی یہی جرح ہے تو کیا وہ اس حدیث کو  
چھوڑنے پر راضی ہوں گے؟

اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں مرکزی راوی نکھول شامی پر بھی  
یہی جرح ہے تو کیا وہ بھی مردود ہوگا؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے یہ جرح نقل کی ہے

"سلمہ بن کہیل نے کہا کہ ابو البختری کو میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں۔"

(توحید خالص دوسری قسط ۱۵)

عثمانی نے اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زاذان ضعیف راوی ہے۔



واخبرنا ابوالحسین بن بشران و ابوالقاسم عبد الرحمن بن  
عبد الله الحرقی قالاً أنبأ حمزة بن محمد بن العباس ثنا  
احمد بن الوليد ثنا ابوالاحمد الزبيری ثنا اسراييل عن  
ابي يحيى عن مجاهد عن ابن عباس قال:

لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَيْهِ صَلَاةً  
إِلَّا وَهِيَ تَبْلُغُهُ، يَقُولُ لَهُ الْمَلَكُ: فَلَانَ يُصَلِّي عَلَيْكَ كَذَا  
وَكَذَا صَلَاةً.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا  
الصلاة والسلام کا جو فرد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے وہ  
آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ ایک فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ فلاں  
آدمی آپ پر اس اس طرح درود شریف پڑھتا ہے۔

حالانکہ یہ جبرح تو ہے ہی نہیں کیونکہ ابوالخثری سعید بن فیروز الطائی ثقہ اور ثبت راوی  
ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(تمہذیب الکمال ۷/۲۷۹)

### نخروج حدیث

مسند اسحاق بن راہویہ لآمام اسحاق بن راہویہ بحوالہ القول لبديع السننوی، ۱۵۲ الباب بع  
طبقات الشافعية الكبرى امام عبد الوهاب السبكي، ۱۰: ۱۶۹  
یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسے الفاظ محض اجتہاد سے  
نہیں کہے جاسکتے۔

اور یہ اصول ہے کہ جب صحابی رضی اللہ عنہ ایسے الفاظ فرمائے جو اجتہادی نہ ہوں تو

وہ روایت مرفوع شمار ہوگی۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس کھڑا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

اس حدیث شریف کا ایک معروف شاہد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث

۴۔

عن عمار رضی اللہ عنہ ليقول	اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے
سمعت رسول اللہ صلی اللہ	تمام مخلوق کی بات سن لینے کی طاقت عطا
عليه وسلم انَّ لله سبحانه و	فرمائی ہے۔ قیامت تک وہ میری قبر
تعالیٰ ملکا اعطاء اسماء الخلاق	منورہ پر کھڑا ہے جو کوئی بھی مجھ پر
كلها قائم علی قبری الی یوم	درود پڑھتا ہے یہ فرشتہ مجھ کو وہ درود
القیامة فما من احد یصلی علی	پہنچا دیتا ہے۔
صلاة الا ابغنیما۔	

### تخریج حدیث

- ۱۔ مستد البزار امام بزار ۴: ۴۷ (کشف الاستار) باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ التاریخ الکبیر امام بخاری ۴: ۴۱۶
- ۳۔ الکامل امام ابن عدی ۵: ۱۷۷
- ۴۔ القندی فی ذکر علماء سمرقند امام عمر بن محمد النسخی ۵۵۰
- ۵۔ الضعفاء الکبیر امام عقیلی، ۳: ۲۲۹

- ۶۔ کتاب العظمت امام ابو ایشیح الاصبھانی ۲۰: ۷۳۳ باب ذکر الملائکة المرکبین فی السموات والأرضین۔
- ۷۔ کتاب المعجم لابن سعید احمد بن محمد ابن الاعرابی ۱: ۲۶۰۔
- ۸۔ الترغیب والترہیب امام ابو القاسم الاصبھانی قوام السنۃ ۲۰: ۳۱۹ ( الترغیب فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم )
- ۹۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ للناج الدین السبکی ۱۰: ۱۶۹
- ۱۰۔ المعجم الکبیر للامام طبرانی ( بحوالہ القول البدیح ) ص ۱۱۲
- ۱۱۔ تاریخ دمشق للامام ابن عساکر
- ۱۲۔ مستد للامام عارث ( بغیۃ الباحث عن ذوائد مسند الحارث ) ۹۶۳ برقم ۱۰۶۳
- ۱۳۔ کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عامر ص ۲۳ برقم ( ۵۱ )
- ۱۴۔ امالی لابن الجراح القول البدیح ↓
- ۱۵۔ احکام ابو علی الحسن بن نصر الطوسی ص ۱۱۲ للامام سخاوی
- ۱۶۔ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم ۲۹۶: ۶۰ باب الحاء
- اور بعض روایات میں یہ الفاظ زیادہ ہیں :

یا احمد فلان بن فلان یصلی فرشتہ عرض کرتا ہے یا نبی اللہ صلی اللہ علیک یسمیہ باسمہ واسم علیک وسلم فلاں بیٹا فلاں کا اس کا نام ایہ فیصلی اللہ علیہ مکانہا اور اس کے باپ کا نام لے کہ کہتا ہے کہ اس نے آپ پر درود پڑھا ہے تو اللہ عشاء۔

۱۷۔ کتاب المعجم لابن الاعرابی ( ۲۰۶: ۱ )  
تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے ۔

اور بعض روایات میں عشاء کی جگہ یہ الفاظ ہیں :

أن یصلی علی ذلک العبد عشرین کہ اس بندہ پر اللہ تعالیٰ ہر درود پڑھتا ہے

بکل صلاتہ - کے بدلے بیس رحمتیں نازل فرماتا

(عقیلی ۳: ۲۲۹)

ہے۔

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے اور یہ شرک نہیں تو پھر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمانی ہے؟

حضرت علامہ عبد الرؤف المناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی  
یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی  
سماع ما ینطق بہ کل مخلوق  
قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن  
من انس و جن وغیرہما۔  
اور اس کے سوا تمام مخلوق الہی کی زبان سے  
(فیض القدیر شرح جامع بصغیر  
جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

(۲۸۳: ۲)

حضرت علامہ العزیزی تحریر فرماتے ہیں:

فی ای موضع کان  
یعنی چاہے وہ آواز کہیں کی بھی ہو  
دور و نزدیک کسی جگہ کی قید نہیں

ہے۔

امام العزیزی ہی فرماتے ہیں:

قال الشیخ حدیث حسن کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت علامہ زرقانی مالکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع  
یعنی اس کو اتنی قوت دی گئی ہے

ما یبطق بہ کل مخلوق من انس و جن و غیرہما۔  
کہ وہ کائنات کی جملہ مخلوق کے جو منہ سے نکلتا ہے جن و انس وغیرہما سے

دہ سے سننے کی قدرت رکھتا ہے۔ (ذرقالی شرح المواہب ۵: ۳۳۶)

علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وقد صح عنہ ان اللہ وکل بقبرہ ملائکة يبلغونہ عن امتہ السلام۔  
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے موکل فرمائے ہیں جو کہ آپ کی امت کا سلام آپ کو پہنچاتے ہیں۔

رکتاب الروح ۷۳ (المسألة)

السادة اعادة الروح الميت في

القبر

تو حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک سے سننا اور ہر مخلوق کی آواز سننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی عطا اور مہربانی کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے جسے وہ چاہے یہ طاقت عنایت فرمادے۔ ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔  
تو یہاں سے ان لوگوں کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو فوراً ایسے معاملات پر شرک کا فتویٰ جڑ کر خود گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ قوت سماعت ایک ایسے فرشتے کی ہے جو کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام اور امتی ہے۔ جب یہ امتی کا حال ہے آقا کا کیا حال ہوگا؟

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کا یا ہی پلٹ دیں دنیا کی یہ توشان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

## قبر شریف پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک

اس مبارک فرشتے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر ٹوکل ہے کے نام کے بارے میں بعض کتابوں میں ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

الملك المؤكل بقبر النبي صلى الله عليه وسلم  
 عليه وسلم الذي اعطى اسمع الخلائق وقيل اسماءهم اسمه  
 مطرووس۔  
 الملك المؤكل بقبر النبي صلى الله عليه وسلم  
 ده فرشته جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی قبر پر موکل ہے جس کو تمام مخلوق کی آواز  
 سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے کہا  
 گیا ہے کہ فرشتوں کے نام ہیں اور اس  
 موکل فرشتے کا نام مطروس (علیہ السلام)  
 رالکنذ۔ المدفون والفلک الممشون

للسیوطی، ۳۶۶)

ہے۔

جبکہ اس کے برعکس حضرت علامہ مجدوالدین الفیروز آبادی اور حضرت علامہ شمس الدین السخاوی نے ابن بشکوال کے حوالہ سے اس مبارک فرشتے کا نام "منظروس" نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں الصلوات والبشائر ۱۰۳ اور القول البدیع ۱۱۶۔  
 ممکن ہے کہ علامہ سیوطی کی کتاب میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے میم کے بعد نون چھوٹ گیا ہو۔ یا اس کے الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

### اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک تو اعتراض یہ کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ذہبی نے کیا ہے:

تفرد به اسماعیل بن ابراہیم کہ اس روایت میں نعیم بن ضمضم سے

اسناداً و متنّاً  
 اسماعیل بن ابراہیم روایت کرنے  
 (میزان الاعتدال، ۱: ۲۱۳) میں متفرد ہے (اور وہ ہے بھی ضعیف)

## جواب

حیرت ہے کہ امام ذہبی جیسا متبحر عالم دین فرما رہا ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اسی کے متابع امام بزار کی سند میں: ابواحمد اور امام سفیان بن عیینہ ہیں۔

اور ابن الاعرابی کی سند میں اس کا متابع ابو خالد القرشی یعنی عبدالعزیز بن ابان

ہے۔

اور امام عقیلی کی سند میں اس کا متابع علی بن القاسم الکسری ہے۔  
 اور امام ابوالشیخ ابن حبان کی سند میں اس کا متابع قبیسہ بن عقبہ ہے۔  
 جب اس کے اتنے متابع موجود ہیں تو پھر یہ اعتراض بالکل بے کار ہے کہ اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔

## دوسرا اعتراض

اس روایت کی سند میں نعیم بن ضمضم ہے جس کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے:  
 ضعفه بعضهم  
 اس کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال، ۴: ۲۷۰)

## جواب

سوال یہ ہے کہ وہ بعض کون ہیں کہ جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے جب تک

جارج کا پتہ نہ ہو جرح بیکار ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :

وما عرفت الى الآن من  
ضعفه .  
میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ اس  
کو ضعیف کہنے والا کون ہے۔

(لسان المیزان ۴۰ : ۱۶۹)

## یسر اعتراض

اس روایت میں عمران بن الحمیری جس کے بارے میں امام منذری فرماتے ہیں :

لا يعرف  
یعنی یہ مجہول ہے کون ہے پتہ نہیں

الترغیب والترہیب ۲ : ۵۰۰ ہے۔

## جواب

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہے جیسا امام سخاوی فرماتے ہیں :

بل هو معروف  
یعنی یہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔

(القول البديع ۱۱۲)

امام ابن جان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں کتاب الثقات ۲۲۳:۱۵

مولوی عبدالرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے :

فان المحدثين قد اعدوا  
بے شک محدثین نے ابن جان

بثقات ابن جان و صرحوا  
کی ثقات پر اعتماد کیا ہے اور انہوں

بانه يرفعه لجمالة عن  
نے مراحت کی ہے کہ ابن جان کا کتاب

قيل انه مجهول بتوثيقه۔  
الثقات میں ذکر کرنا راوی کو جہالت سے



رابکار املن فی تقید آثار السنن نکال دیتا ہے (یعنی اس راوی سے  
 ص ۱۲۹ باب فی القراءۃ خلف الامام) جہالت اٹھ جاتی ہے،  
 اور پھر اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں لہذا یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح

حدیث ہے :

### شاہد تمبرا

قال الدیلمی انباءنا والدی انبأنا  
 ابوالفضل الکرابیسی انبأنا ابوالعباس  
 بن ترکان حدثنا موسی بن سعید  
 حدثنا احمد بن حماد بن سفیان  
 حدثنی محمد بن عبد اللہ بن  
 صالح المروزی حدثنا کبر بن  
 خدش عن فطر بن خلیفۃ عن  
 ابی الطفیل عن ابی بکر عن النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال  
 اکثروا الصلاة علی فان اللہ  
 وکل بی ملکاً عند قبری فاذا  
 صلی علی من امتی قال : ذلک  
 الملك یا محمد ان فلاں بن  
 فلاں صلی علیک الساعة .

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے  
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر  
 پر مقرر فرمایا ہے پس جب میری امت میں  
 سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے  
 تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ  
 فلاں بن فلاں نے اس گھڑی آپ پر درود  
 پڑھا ہے۔

الدیلمی فی مسند الفردوس بحوالہ کفر العمال ۱: ۴۹۴، زرقانی ۵: ۳۳۵  
 اللالی المصنوعۃ للسیوطی ۱: ۲۸۴ کتاب المناقب

عن ابی امامۃ الباہلی رضی  
 اللہ عنہ قال قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم من صلی  
 علی صلاۃ صلی اللہ علیہ عشا  
 بہا ملک موکل حتی یبلغنیہا  
 والمعجم الكبير للطبرانی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا،  
 اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرمائیں گے۔  
 اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو کہ مجھے وہ درود  
 شریف پہنچا دیتا ہے۔

القول البدیع ۱۱۳ ، جلاء الافہام (۲۹)

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث شریف اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

## حدیث نمبر ۱۹

اخبرنا علی بن محمد بن بشران أنبأ أبو جعفر الرازی ثنا  
عیسی بن عبد اللہ الطیالسی ثنا العلاء بن عمرو والحقی  
ثنا ابو عبد الرحمن عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة  
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتَهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا  
مِنْهُ أُبْلِغْتُهُ

ابو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان السدی فیما  
أری وفيه نظر وقدم فی ما یوکده .

بسنہ کورہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا میں اس  
کو خود سنتا ہوں اور جس نے قبر سے دور پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔  
ابو عبد الرحمن وہ محمد بن مروان سدی ہے میرے نزدیک اس میں نظر ہے۔  
(ضعیف ہے) مگر اس حدیث کی تائید گذشتہ احادیث سے ہوتی ہے۔

## تخریج حدیث

الترغیب والترہیب للامام ابی القاسم الاصبھانی ۲: ۳۱۷ باب الترغیب فی  
الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

طبقات الشافعية الكبرى للامام تاج الدين ابكي ، ۱ : ۸۷  
 شعب الايمان للامام بيهقي ، ۲ : ۲۱۸ باب في تعظيم النبي صلى الله عليه  
 وسلم واجلاله و توقيره .

رسائل القشيري للامام ابى القاسم القشيري ، ۱۷

تاريخ بغداد امام ابو بكر الخطيب البغدادي ، ۲ : ۲۹۲

اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 قریب سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں لیکن دور  
 سے خود نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ اس روایت میں  
 موجود ہے ۔

اور اگر آپ خود سماعت فرماتے ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ جو دور سے پڑھے وہ  
 مجھے پہنچایا جاتا ہے تو پہلے نمبر پر تو یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے لہذا اس کو صحیح روایات  
 کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا ۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ہے ۔ ابو عبد الرحمن محمد بن  
 مردان السدی جو کہ نہایت ہی ضعیف بلکہ متہم بالکذب ہے ۔

امام ذہبی فرماتے ہیں :

ترکوا واتممه بعضهم	محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض
قال البخاری : سکتوا عنه و	نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے
هو مولی الخطابیین لایکتب	بخاری نے کہا "سکتوا عنه" اور
حدیثہ البتہ وقال ابن معین	"مولی خطابیین" ہے ۔ اس سے
لیس بثقة . وقال احمد :	ہرگز حدیث نہیں لکھی جائے گی ۔
ادرکتہ قد کبر فترکتہ -	ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے ۔
نصر بن مزاحم وهو متهم	امام احمد نے فرمایا میں نے اس کو پایا کہ

وقال ابن عدی : الضعف علی  
روایتہ بیتن۔  
(میزان الاعتدال ۴: ۳۳)

وہ بوڑھا ہو چکا تھا میں نے اس کو  
ترک کر دیا۔ نصر بن مزہم نے اس کو متھم  
بالکذب کیا امام ابن عدی نے کہا کہ اس  
کی روایات پر ضعف ظاہر ہے۔

امام عقیلی فرماتے ہیں :

عن ابن نصیر ليقول محمد بن  
سروان الكلبي كذاب لا اصل  
له من حديث الا عمش وليس  
بمحفوظ ولا يتابعه الا من  
هو دونه

ابن نصیر نے کہا کہ یہ کذاب ہے (امام  
عقیلی نے فرمایا) کہ اس کی اس حدیث  
جو کہ امام عمش سے ہے کی کوئی اصل نہیں ہے  
اور یہ محفوظ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی  
متابع ہے مگر وہ اس سے بھی گیا گزرا

(الضعفاء الکبیرم: ۱۳۶-۱۳۷) ہے۔

حضرت امام علامہ المنزی فرماتے ہیں :

قال عبد السلام بن عاصم عن  
جرير بن عبد الحميد : كذاب  
وقال عباس الروري والفلابي  
عن يحيى بن معين ليس  
بثقة قال محمد بن عبد الله  
بن نصير ليس بشئ : وقال  
يعقوب بن سفیان الفارسی :  
ضعيف غير ثقة وقال  
صالح بن محمد البغدادي

جریر بن عبد الحمید نے کہا کذاب ہے  
امام یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ نہیں ہے۔  
(ضعیف ہے) محمد بن عبد اللہ بن نصیر  
نے کہا۔ یہ لیس لشی (کچھ بھی نہیں)  
ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ثقہ  
نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد  
البغدادی نے کہا ضعیف ہے اور  
حدیث وضع بھی کرتا (گھڑ لیتا) تھا۔  
امام ابو حاتم کے کہا کہ یہ ذاہب الحدیث

ہے۔ متروک الحدیث ہے اسی سے  
حدیث ہرگز نہ لکھی جائے۔ امام بخاری  
نے کہا اس سے حدیث ہرگز نہ لکھی جائے  
امام نسائی نے فرمایا متروک الحدیث ہے  
اور دوسری جگہ فرمایا یہ ثقہ نہیں۔ اس  
حدیث نہ لکھی جائے گی۔

متروک الحدیث لا یکتب  
حدیثہ البتہ وقال البخاری  
لا یکتب حدیثہ البتہ وقال  
النسائی: متروک الحدیث  
وقال فی موضع آخر: لیس  
بثقة ولا یکتب حدیثہ۔

(تہذیب الکمال ۱۷: ۲۰۷)

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

یہ ثقات راویوں سے موضوعات روایت  
کرتا ہے اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں ہے  
مگر اعتبار کے طور پر جہاں تک اس سے  
اجتناب کا معاملہ ہے تو وہ کسی حال میں  
بھی جائز نہیں ہے۔

کان ممن یروی الموضوعات  
من الاثبات لا یجوز کتابہ حدیثہ  
الاعلیٰ جہۃ الاعتبار ولا  
الاحتجاج بہ بجمال من  
الاحوال۔

(کتاب المبروحین من المحدثین

والضعفا والمتروکین ۲: ۲۸۶)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ نہیں اور  
ایک جگہ فرمایا: لیس بثنی: ابوالہم  
نے کہا کذاب، سعدی نے کہا ذاب  
الحدیث ہے۔ امام نسائی ابو حاتم رازی  
اور امام ازودی نے کہا متروک الحدیث امام

وقال یحییٰ: لیس بثنی وقال  
ابراہیم  
کذاب وقال السعدی: ذاب  
وقال النسائی و ابو حاتم الرازی  
والازدی متروک الحدیث

..... قال الدارقطني ضعيف دارقطني نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین للابن الجوزی ۲: ۹۸)

امام برہان حلبي فرماتے ہیں۔

وقال صالح بن محمد ضعيف صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے  
ليضع الحديث۔ اور احادیث وضع کرتا ہے۔

راکشف الحثيث عن رمى بوضع الحديث للحلبی ۲۴۷

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین نے اس راوی پر بڑی سخت جرحیں کی ہیں۔  
اور کسی ایک بھی معتبر محدث سے اس کی تعدیل مروی نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ  
اس راوی کی یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ موضوع جیسا کہ :  
علامہ ابن المہادی نے لکھا ہے :

هذا الحديث موضوع علي رسول الله صلى الله عليه وسلم  
رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس له اصل و لو  
يحدث ابو هريرة ولا ابو صالح ولا الاعشى و محمد بن  
مروان السدي متهم بالكذب والوضع  
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
وضع کی گئی ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے  
اور نہ ہی اس کو حضرت ابو ہریرہ  
نے روایت کیا اور نہ ابو صالح نے  
اور نہ ہی اعش نے اور محمد بن مروان  
السدی متهم بالكذب اور متهم بالوضع  
ہے۔

(الصارم المنکئی ۲۸۳)

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
دور سننے کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے حماقت ہے۔

## دوسری علت

اس روایت میں محمد بن مروان کے ساتھ ساتھ اس سے روایت کرنے والا راوی العلاء بن عمرو الحنفی بھی متکلم فیہ ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر و علامہ ذہبی فرماتے ہیں :

العلاء بن عمرو الحنفی متروک ہے اور ابن حبان نے کہا کہ  
الکوفی متروک وقال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج  
به بحال۔۔۔ وقال الازدي لا يکتب حدیثه وقال  
النسائی ضعیف وقال العقیلبی بعد تخريجہ منکر  
ضعیف المتن لا اصل له۔  
(لسان المیزان ۴ : ۱۸۵)

کسی حال میں بھی اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ ازدی نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور امام عقیلبی نے اس کی ایک حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور ضعیف المتن ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

میزان الاعتدال ۳ : ۱۰۳

## تیسری علت

یہ حدیث منکر ہے

یہ حدیث چونکہ صحیح احادیث کی مخالف ہے جو کہ ابھی آگے آرہی ہیں۔ یہ اور اس میں دو راوی زبردست ضعیف ہیں لہذا اصول حدیث کے تحت منکر روایت ہے اور منکر روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔



## چوتھی علت

اس روایت میں ایک راوی امام اعظم ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

سليمان بن مهران بن الاعمش كوفه كے	سليمان بن مهران الاعمش
محدث اور قاری ہیں اور تدلیس کرتے ہیں	محدث الكوفة وقار لها وكان
ان کو وصف تدلیس کی طرف موصوف	يدلس وصفه بذلك الكرابيسي
کیا امام کرابیسی، امام نسائی اور امام دارقطنی	والنسائي والدارقطني وغيرهم
وغیرہم نے۔	طبقات المدلسين ۲۳۱

النكت على كتاب ابن الصلاح ۲: ۶۲۰ المرتبة الثالثة النوع

الثاني عشر، معرفة التدليس

## مدلس کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہے

قاضی عبدالوہاب المخلص میں فرماتے ہیں:

تدلیس جرح ہے اور جس سے ثابت ہو جائے	التدليس جرح وان من ثبت
کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت	انه كان يدلس لا يقبل حديثه
مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا۔	مطلقاً۔

النكت على الكتاب ابن الصلاح ۲: ۶۳۲، فتح المغيب شرح

الفية الحديث ۱: ۱۸۴

امام شافعی فرماتے ہیں:

فقلنا لا نقبل من مدلس  
 حدیثا حتی یتوز : حدیثی او  
 پس ہم کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی روایت  
 قبول نہیں کرتے مگر جب وہ حدیثی  
 سمعت۔  
 یا سمعت کے لفظ نہ بولے۔

والرسالة فی اصول الفقه للشافعی ص ۳۸ فقرہ ۱۰۳۵

حضرت امام نووی تحریر فرماتے ہیں :

والمدلس اذا قال : عن : لا یحتم  
 به لو كان عدلا ضابط .  
 اور مدلس جب " عن " کے ساتھ روایت  
 کرے تو وہ قابل حجت نہیں ہوگا اگرچہ  
 عادل و ضابطہ ہی کیوں نہ ہو۔

المجموع شرح المہذب ۳: ۱۰۷

۵: ۱۲۲ - ۱۵۸

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں :

الا ان یكون الرجل معروفا  
 بالتدلیس ، فلا یقبل حدیثه  
 حتی یقول : حدیثنا او سمعت  
 فهذا ما لا أعلم فیہ ایضا فلانا  
 (مقدمة التمهید لما فی الموطا  
 من المعانی ولا سانید ۱: ۱۳)  
 ایسا راوی جو کہ صفت تدلیس کے ساتھ  
 معروف ہو اس کی حدیث ہرگز نہیں  
 قبول کی جائے گی جب تک کہ وہ " حدیثنا"  
 یا " سمعت " نہ کہے۔ یہ وہ مسئلہ  
 ہے کہ اس میں بھی مجھے کسی کے اختلاف  
 کا علم نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مدلس روایت قابل قبول نہیں ہوتی اور مذکورہ بالا حدیث کا مدار چونکہ امام  
 سلیمان بن مهران الأعمش پر ہے جو کہ مدلس ہیں اور وہ روایت بھی " عن " کے ساتھ کر رہے  
 ہیں۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

امام ابن رجب حنبلی نقل فرماتے ہیں :

وقال الشاذکونی : من اراد  
 امام شاذکونی نے فرمایا کہ جو شخص

التدين بالحديث فلا يأخذ عن  
الاعمش ولا عن قتادة الا ما  
قالا سمعنا .  
تدين بالحديث چاہتا ہے تو وہ امام  
اعمش اور قتادہ سے روایت نہ لے۔  
جب کہ وہ سمعنا رہم نے سنا  
کے لفظ نہ بولیں۔

شرح العلل الترمذی ۱: ۲۵۳  
(باب السادس، ان لا يكون مدلسا)

### محمد بن مروان السدی الضعيف كاتب

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوالشیخ کی سند میں محمد بن مروان السدی کا متابع  
بومعاویہ ہے جو کہ ثقہ ہے جیسا کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراقی الکنانی فرماتے ہیں۔

وتابع السدی عن الاعمش فيه  
بومعاویة اخبره ابوالشيم قلت  
سندة حيد كما نقله السخاوي  
عن شيخه الحافظ ابن حجر  
رتزيه الشريعة ۱: ۲۲۵  
اس میں سدی کا امام اعمش سے تابع  
ابومعاویہ ہے۔ اس سند کا ابوالشیخ  
نے اخراج کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس  
کی سند جید ہے جیسا کہ سخاوی نے اپنے  
شیخ ابن حجر سے نقل فرمایا ہے۔

كتاب المناقب والمتاليب الفصل الثاني

ابوالشخ کی روایت اس طرح ہے :

حدثنا عبد الرحمن بن احمد  
الاعرج حدثنا الحسين بن  
الصباح حدثنا بومعاوية حدثنا  
الاعمش عن ابي صالح عن ابي  
هريرة رضى الله عنه . قال  
بومعاویہ اعمش سے وہ ابوصالح سے  
اور وہ حضرت ابوسہیرہ سے روایت  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جو میری قبر کے قریب درود  
پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں اور جب

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي من بعد اعلمته -  
 درود دور سے پڑھتا ہو تو اس کا مجھے علم دیا جاتا ہے ۔

رجلاء الافهام في الصلاة والسلام على خير الانام لابن القيم (۱۹)  
 علامہ ابن القیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے :

وهذا الحديث غريب جداً . . . . . یہ بہت ہی غریب حدیث ہے ۔  
 علامہ ابن القیم نے اس کو شاید اس لیے غریب جدا کہا ہے کہ چونکہ اس میں ایک راوی (عبد الرحمن بن احمد الاعرج) مجہول الحال ہے ۔  
 اور چونکہ اس سند میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے "عن" سے روایت کی ۔ وہ چونکہ مدلس ہیں لہذا یہ روایت ناقابل قبول ہے ۔

یہ روایت منکر ہے

چونکہ یہ روایت ان صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درود و سلام چاہئے کہیں بھی کوئی پڑھے اس کی آواز میں سن لیتا ہے لہذا یہ حدیث منکر ٹھہرے گی جیسا کہ محدثین نے اصول بیان فرمایا ۔

امام ابو یوسفی زکریا بن محمد الانصاری ۹۲۶ھ فرماتے ہیں :-

والمنکر ما خالف فيه المستور منكره روایت ہے کہ جس میں مستور

او الضعیف .... یا ضعیف راوی ثقات کی مخالفت

وقفتم الباقی بشرح الفیة کرے ۔

(العراقی ص ۱۴۵)

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ان المشاذ راویہ ثقتہ ، او  
 صدوق غیر ضابط والمنکر  
 راویہ ضعیف بسوء حفظہ  
 او جہالتہ او نحو ذلک وکذا  
 فرق فی شرح النخبۃ بینہما  
 لکن مقتصدًا فی کل منہما علی  
 قسم المخالفة فقال فی الشاذ  
 انه رواہ المقبول مخالفًا لمن  
 هو اولی منہ .  
 و فی المنکر انه ما رواہ الضعیف  
 مخالفًا والمقابل للمنکر هو  
 المعروف .

شاذ وہ روایت ہے کہ جس کا راوی  
 ثقہ یا صدوق غیر ضابط ہو اور منکر وہ  
 ہے کہ جس کا راوی ضعیف ہو سوء حفظ  
 یا جہالت یا اس جیسی کسی اور علت کی وجہ  
 سے اور جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر میں ان  
 دونوں میں فرق کیا ہے لیکن دونوں میں  
 مخالفت کی شق لگائی گئی ہے۔ شاذ میں  
 فرمایا کہ مقبول راوی اپنے سے زیادہ  
 ثقہ راوی کی مخالفت کرے اور منکر وہ  
 ہے کہ ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے  
 اور منکر کے مقابل روایت معروف  
 کہلاتی ہے ۔

(فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ۱۰ : ۲۰۲)

تو چونکہ اس روایت میں محمد بن مردان السدی ضعیف بلکہ کذاب ہے جبکہ اس کے  
 متابع والی روایت میں عبدالرحمن بن احمد الاعرج مجہول راوی ہے جبکہ اس کے مخالف  
 روایت میں کوئی بھی راوی ایسا نہیں ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ  
 روایت منکر ہے ۔

نبی اکرم ﷺ کا دور نزدیک سے درود و سلام سماعت فرمانا

حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عنایت و عطا سے درود و نزدیک

سے سنتے اور دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

حَتَّىٰ أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ  
نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا  
مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ  
سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ  
لَا يَشْعُرُونَ ۚ فَتَّبَعُوهُ  
ضَائِحًا مِّنْ قَوْلِهَا -

یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان  
چیونٹیوں کی وادی پر آئے ایک چیونٹی  
بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں  
چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان  
اور ان کے لشکر بے خبر ہیں تو حضرت  
سلیمان اس کی بات سے مسکرا کر منے۔

(النمل، ۱۸-۱۹ پارہ ۱۹)

حضرت سلیمان نے چیونٹی کی یہ آواز تین میل سے سن لی تھی جیسا کہ تفاسیر کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

تفسیر معالم التنزیل للامام بغوی ۳ : ۱۱۱

روح المعانی للامام آلوسی بغدادی ۱۰ : ۱۷۶

روح البیان للامام اسمعیل حقی ۶ : ۳۳۴

الکشاف للذمخشری ۳ : ۳۳۵

حیاء الخیوان البکری للامام الذمیری ۲ : ۳۷۸

تفسیر جلالین للامام سیوطی ۳۱۸

جمہل ۳ : ۲۰۶

منظری ۷ : ۱۰۴

مدارک ۳ : ۳۸۰

تو قرآن کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دور سے آواز یا سماعت فرماتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ تین میل دور سے سننے والی لفسیری روایت کو ہم نہیں مانتے تو ہم کہیں گے کہ نہ مانتے کا کوئی علاج نہیں لیکن اتنا تو ہر کوئی مانے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی تھی اگر تین میل سے نہیں سنی تھی تو قریب سے ہی مان لیا جائے تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام عام لوگوں سے زیادہ سماعت کے مالک ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء کرام دور کی اشیاء بھی دیکھتے ہیں جو کہ عام اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ	عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " لما
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ	کلم اللہ موسیٰ کان یبصر
نے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ اندھیری	د بیب النمل علی الصفاء فی
رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے	لیلة الظلماء من مسیرة
فاصلہ سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔	عشرة فراسخ۔

(المعجم الصغیر للامام الطبرانی ۱: ۶۲)

(فردوس الاخبار للامام دیلمی ۳ / ۲۷۱)

علامہ الذمیری فرماتے ہیں:

واخرج الدارقطنی والطبرانی

عن ابی ہریرۃ۔

(حیاء الحیوان الکبریٰ ۲: ۳۷۶)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض) ۲: ۲۳

امام تہباب الدین خفاجی فرماتے ہیں :  
 ولما كانت هذه القوة حصلت  
 للكلیم بالتجلی فحصل لها للنبي  
 صلى الله عليه وسلم بعد  
 الاسراء .  
 جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کیساتھ  
 حاصل ہو تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لیے معراج کے بعد اس کا  
 کیا حال ہوگا .

(نسیم الریاض شرح الشفا : ۱ : ۳۸۰)

## اعتراض

امام طبرانی فرماتے ہیں  
 لفرد به هاني بن يحيى .  
 اس میں ہانی بن یحیی متفرد ہے

## جواب

اگر ہانی بن یحیی متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ ثقہ راوی ہے جیسا کہ  
 امام حبان نے اس کو " کتاب الثقات " میں ذکر کیا ہے ( ۲۱۷ : ۹ ) لیکن یاد رہے کہ  
 اس حدیث میں ہانی بن یحیی متفرد نہیں ہے بلکہ اس کا ثقہ تابع امام قاضی عیاض کی  
 روایت ( کتاب الشفا : ۱ : ۲۳ ) میں " ہمام " ہے ۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں :

وهو ابن يحيى بن دينار قال الحلبي وغيره .

کہ امام حلبی وغیرہ نے کہا کہ یہ ہمام بن یحیی بن دینار ہے ۔

( شرح شفا علی القاری : ۱ : ۳۸۰ ، هامش علی نسیم الریاض )

اور امام خفاجی فرماتے ہیں :



هو همام بن الحارث النخعي کہ یہ همام بن الحارث النخعي کو فی ہے  
الکوفی۔

ان دونوں راویوں میں سے چاہے کوئی ایک راوی بھی ہو کیونکہ دونوں ثقہ ہیں۔  
لہذا یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اس میں ہانی متفرد ہے۔

### اعتراض نمبر ۲

اس میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر الجعفی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

### جواب

اگرچہ اس پر بعض محدثین کا کلام ہے لیکن کسی نے اس کو کذاب نہیں کہا کہ اس کی  
احادیث موضوع ہوں کیونکہ

امام ابن عدی فرماتے ہیں :

وهو عندي ممن لا يعتمد  
الکذب۔  
میرے نزدیک وہ جھوٹ نہیں  
بولتا۔

(میزان الاعتدال ۱: ۲۸۲)

اور امام عبدالرحمن مہدی نے اس پر جرح سے رجوع فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں :

تفكرت فيه اذا كان يوم القيامة  
قام متعلق بي وقال: يا رب  
سل عبد الرحمن نيم اسقط  
عدالتی؛ وما كان لي حجة عند  
ربي۔ فرأيت ان احدث عنه۔  
میں نے غور و فکر کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا  
تو یہ شخص کھڑا ہو کہ میرے متعلق کہے گا  
کہ اے رب عبدالرحمن سے پوچھ کہ اس نے  
کیوں میری عدالت ساقط کی تو میرے  
پاس اس پر جرح کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

رمضان الاعتدال (۲۸۳:۱) پس میں نے دیکھا کہ اس سے روایت  
یعنی چاہیے۔

اگر اس راوی کی روایت ضعیف بھی ثابت ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ  
فضیلت ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث بالاتفاق قبول ہے۔  
جب دیگر انبیاء کرام کی سماعت و بصارت کا یہ حال ہے تو سب نبیوں کے امام و سردار  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت و بصارت کا کیا حال ہوگا۔

### آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان الله قد رفع لي الدنيا  
فأنا النظر اليها والى ما هو  
كائن الي يوم القيامة كأنما نظر  
الي كفى هذه۔  
بے شک اللہ عز و جل نے ساری دنیا  
میرے سامنے کر دی ہے تو میں اسے  
اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے  
والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں  
جیسے اپنی اسٹیجی کو دیکھتا ہوں۔

- ۱- کتاب الفتن والملاحم للنعم بن حماد
- ۲- المعجم الكبير للطبرانی کنز العمال (۲۲۰۰: ۱۱)
- ۳- رحلیۃ الاولیاء للامام ابو نعیم (۱۰۱: ۶)
- ۴- الترغیب والترہیب للامام المحافظ ابی القاسم اسماعیل  
الاصبہانی۔ (۲۱۱: ۲)

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سناٹ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ملاحظہ  
بھی حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔

جیسا اسی حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں :

اشارۃ الی انه نظر حقیقتاً  
 دفع بہ احتمال انه ارید  
 بالنظر العلم -

اس میں اشارہ ہے کہ آپ اس کو حقیقتاً  
 دیکھ رہے ہیں اور اس سے یہ احتمال  
 دفع (دور) ہو جاتا ہے کہ اس سے آپ کا  
 (زرقانی شرح مواہب ۷: ۲۰۴) ارادہ علمی نظر کا تھا -

(۲۰۵)

اور یہی حال آپ کی سماعت کا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے دور  
 و نزدیک سے سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا :

انی ارئی مالاترون واسمع ما  
 لا تسمعون وانی اسمع الطیط  
 السماء -

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور  
 میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ میں  
 اس وقت آسمان کی چرچاہٹ سن رہا  
 ہوں۔

- ۱- (مسند احمد عن ابی زر امام احمد بن حنبل ، ۵ : ۱۷۳)
- ۲- المستدرک " امام حاکم ۲ : ۵۱۰ ، ۴ : ۵۲۲ ، ۵ : ۵۷۹
- ۳- السنن ابن ماجہ ، للامام ابن ماجہ ۳۰۹ ، البواب الزہد باب الحزن والبکاہ
- ۴- الجامع للامام الترمذی ۲ : ۵۷ ، البواب الزہد
- ۵- کتاب العظمتہ لابی الشیخ الاصبہانی ، ۳ : ۹۸۲
- ۶- مشکل الآثار عن حکیم بن حرام للامام طحاوی ۳۰ : ۴۴
- ۷- شعب الایمان عن ابی زر للامام بیہقی ، ۱ : ۲۸۴
- ۸- دلائل النبوتہ امام ابو نعیم الاصبہانی ، ۱ : ۵۴۲

- ۹۔ فردوس الاخبار للامام الديلمي ۱۰۰ : ۱  
 ۱۰۔ حلیۃ الاولیاء للامام البونعیم ۲۳۶ : ۲  
 ۱۱۔ شرح السنۃ للامام بغوی ۳۶۹ : ۱۴

۱۲۔ کنز العمال امام علاؤ الدین الملتقی بن حسام الدین الہندی

۱۰ : ۳۶۲ حدیث نمبر ۲۹۸۲۹ ، ۲۹۸۳۸ -

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سنتے ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے اور آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو کہ عام لوگ نہیں دیکھ سکتے اور یہی عقیدہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

نبی یری ما لا یری الناس حوله ویلو کتاب اللہ فی کل مشہد

وان قال فی یوم مقالہ غائب فتصدیقہما فی الیوم او فی ضحی الغد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں کہ لوگ نہیں دیکھتے اور ہر مافری کی جگہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

اور اگر وہ کسی دن غیب کی بات فرمادیں تو اس کی تصدیق اس کا دن یا اگلے دن دوپہر تک ہو جائے گی۔

## تخریج

- ۱۔ مستدرک امام حاکم ۳ : ۹ - ۱۱
- ۲۔ دلائل النبوة امام بیہقی ۱ : ۲۸۰
- ۳۔ دلائل النبوة امام البونعیم ۱ : ۳۴۰
- ۴۔ المعجم الکبیر امام طبرانی ۴ : ۵۰ - ۵۱

- ۵۔ الاحادیث الطوال امام طبرانی ۲۵: ۲۲۷ حدیث ۲۲ ملحق بالمعجم الكبير
- ۶۔ الشریعہ امام ابوبکر محمد بن الحسین الاحمدی ۲۶۷
- ۷۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للشیخ الاسلام ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللولکائی ۴: ۷۸۰
- ۸۔ منال الطالب فی شرح طوال الغرائب مجدد الدین مبارک بن محمد ابن الاثیر ۱: ۱۷۴
- ۹۔ الجمع الزوائد امام نور الدین المصیثی ۶: ۵۸
- ۱۰۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۱: ۳۲۸
- ۱۱۔ زرقانی علی المواہب امام زرقانی المالکی ۱: ۳۲۳
- ۱۲۔ طبقات ابن سعد للامام محمد بن سعد ۱: ۲۲۲ باسانید اخری
- ۱۳۔ الروض الالف للامام سہیلی ۲: ۸
- ۱۴۔ الوفا باحوال المصطفیٰ امام ابن جوزی ۲۴۵
- ۱۵۔ عیون الاثر امام ابن سید الناس ۱۹۰
- ۱۶۔ البدایۃ والنہایہ ابن کثیر ۳: ۱۹۳
- ۱۷۔ الاستیعاب ابن عبد البر مالکی ۴: ۶۸
- ۱۸۔ مختصر سیرت الرسول عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۷۲
- معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جب عام کلام آپ سن لیتے ہیں تو دور و شریف بدرجہ اولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن سکتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔

قال الطبرانی حدثنا يحيى  
بن ايوب العلاف حدثنا  
بند مذکور حضرت ابو الدرداء رضی  
اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے

سعید بن ابی مریم عن خالد  
بن زید عن سعید بن ابی  
ہلال عن ابی الدرداء قال :  
قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم أكثر الصلاة على  
يوم الجمعة فانه يوم مشهود  
تشهد الملائكة ، ليس عبد  
يصلى على الا بلغنى صوته  
حيث كان - قلنا - ولبعد وفاتك؟  
قال : ولبعد وفاتي ، ان الله  
حرم على الارض ان تاكل  
اجساد الانبياء -

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا مجھ پر روز جمعہ زیادہ درود  
شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضر کا دن  
ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔  
تم میں سے کوئی شخص بھی مجھ پر درود  
شریف نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ  
تک پہنچ جاتی ہے چاہے وہ جہاں کہیں  
بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا آپ کے وصال  
کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
یرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ  
نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے  
اجسام کو کھائے۔

(اخرجه الطبرانی في المعجم الكبير - جلاء الافهام ، ۶۲)

الجوهر المنظم لابن حجر مکی ، ۲۵۰ - حجتہ اللہ علی العالمین ۱ : ۱۳۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عاشق صادق جب بھی درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آواز کو سنتے ہیں۔ اس صحیح حدیث شریف میں کمزور عقیدہ و ایمان  
والے لوگوں نے کمزوریاں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش  
کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت روایت ہے۔

اس روایت پر اب تک جو اعتراضات ہمارے سامنے آئے ان میں سے اکثر کے جوابات  
تو علمائے اہل سنت نے دے دیئے ہیں۔ اور کچھ مختصراً ہم عرض کرتے ہیں۔

اس صحیح حدیث شریف پر غالباً سب سے پہلے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

دیوبندی نے عجیب قسم کا کلام کیا جس کے بارے میں موجودہ دور کے دیوبندیوں کے امام اور شیخ الحدیث جناب مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اس حدیث پر حضرت تھانوی نے بوادر النوار ص ۲۷۲ میں علمی بحث کی ہے جس کے مؤلف مذکور (علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی) خاصے برہم ہوئے ہیں۔

(اخفاء المذکور، ۲۲)

اب اس علمی بحث کی جب جناب حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے دھجیاں اڑائیں اور معترض کی "علمیت" کا بھانڈا چورسے میں پھوڑا تو وہی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی انسان ہیں اور خطا و نسیان انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے اور معصوم صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے لیکن جس انداز سے مؤلف مذکور نے ان پر گرفت کی ہے وہ درست نہیں۔ (اخفاء المذکور، ۲۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علامہ سعیدی کی کپڑے بہ محل اور مضبوط ہے جس سے جناب گلکھڑوی صاحب کو یہ ماننا پڑا کہ تھانوی بھول گئے اور ان کے اعتراضات مذکورہ حدیث شریف پر غلط اور بے کار ہیں۔

اس حدیث پر جناب تھانوی صاحب کے اعتراضات و شبہات

اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلا نسب مذکور ہے جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہے جن کے باب میں رہما اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔

اس کے جواب میں حضرات علماء حق اہل سنت نے تھانوی صاحب کو جواب دیا کہ یہاں راوی بلا نسب مذکور نہیں بلکہ اس کے ساتھ "العلاف" کی نسبت مذکور

ہے۔ تو اس کے جواب میں جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب فرماتے ہیں:

جلاء الافہام کے مصری نسخہ میں یحییٰ بن ایوب کے ساتھ العلاف کی نسبت موجود ہے۔ مگر مولانا تھانوی کا یہ کہنا کہ جو بلا نسبت ہے اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ان کے پیش نظر جو سند ہے اس میں یہ نسبت نہیں ہے۔ ورنہ ایک دیانتدار اور ذہین آدمی العلاف کی نسبت دیکھ کر کبھی نہیں کہہ سکتا کہ غیر منسوب ہے۔

(اخفاء الذکر، ۳، طبع دوم)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی بھی دیانت دار اور ذہین آدمی اس طرح کا کلام نہیں کر سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب واقعی دیانت دار اور ذہین تھے؟

ہرگز نہیں کیونکہ جناب گلکھڑوی صاحب کا احتمال تب درست ہوتا اگر تھانوی صاحب کو جب سائل نے یہ سند لکھ کر بھیجی تھی تو اس میں "العلاف" کی نسبت موجود نہ ہوتی۔ جب لکھی ہوئی سند میں یہ نسبت موجود ہے اور تھانوی صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہے تو چونکہ یہ سند چھوٹ بولنا کیا دیانت داری کے زمرے میں آتا ہے؟ اس صحیح حدیث پر جناب تھانوی صاحب نے جتنے اعتراضات اور دیکھے حضرت عزالیؒ دوران مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ نے ان اعتراضات کے دندان شکن جوابات دے کر ثابت فرما دیا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف گستاخ ذہن کی پیداوار ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ حیات النبی ۶۱ تا ۶۷

تھانوی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں۔ یہ بھی غیر منسوب ہیں۔ اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے۔ اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔

(بوادر النوادر ۲۰۵، ادارۃ اسلامیات لاہور)



اس اعتراض کا جواب بھی حضرت علامہ کاظمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور تحقیقی اور جناب علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے محققانہ جواب عطا فرمایا۔ اس جواب کے جواب میں جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب نے لکھا،

حضرت تھانوی کی عبارت میں جس ارسال کا ذکر ہے اس سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں جیسا کہ مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اپنی جہالت سے سمجھ کر لکھا ہے کہ اصول حدیث میں تصریح موجود ہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے... الخ لیکن یہاں ارسال سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں۔ کیونکہ اصطلاحی مرسل وہ ہوتا ہے جس میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور چونکہ "الصحابہ کلہم عدول" کا قاعدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے اس لیے صحابی کا ذکر ہونا مضر نہیں ہے۔ اور اس روایت میں حضرت ابوالدرداء کا نام باقاعدہ موجود ہے۔ لہذا یہ اصطلاحی مرسل نہیں ہے۔ جس کو جمہور حجت کہتے ہیں۔ یہاں لغوی ارسال مراد ہے۔ وہ یہ کہ راوی، راویوں کے نام حذف کر دیتا ہے اور اڑا دیتا ہے اور ظاہرات ہے کہ صحابہ کرام سے نیچے تابعین میں سے کسی کا نام مذکور نہ ہو تو چونکہ ان میں ثقہ یا ضعیف ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لیے یہ روایت اصطلاحاً منقطع کہلاتی ہے اور ضعف کا سوال اس میں بدستور موجود ہوتا ہے مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اصول حدیث کے فن سے بے خبری کی وجہ سے لفظ ارسال کو اصطلاحی مرسل پر چسپاں کر کے محض اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ (اخفاء الذکر ۲۴، ۲۵)

قارئین کرام ان حضرات کے ناموں کے ساتھ القابات دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ شاید دنیا میں یہی عالم ہیں اور متقدمین و متاخرین میں ان کے پائے کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔

یہ ہیں علمائے دیوبند کے امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان وغیرہ وغیرہ آپ

ان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور دادِ تحقیق دیں۔

بات ہو رہی تھی کہ راوی خالد بن زید غیر منسوب ہے۔ ان نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے۔

تو حضرت علامہ سعیدی مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ :

"سبحان اللہ کیا ہی مدلل جرح ہے اگر خالد بن زید کی عادت ارسال ہے تو کیا حدیث مرسل حجت نہیں؟ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ احناف و مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اگر خالد عنعنہ کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے تو صحاح ستہ کی تمام معنی احادیث سے ہاتھ اٹھالیں۔ تھانوی صاحب نے بے سند احتمالات بیان کئے ہیں۔

(ذکر بالجهد)

اب بات ہو رہی ہے ایک راوی کی کہ اس میں ارسال کی عادت ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ کی ہے۔ اصول حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ مرسل اور مدلس میں فرق ہوتا ہے۔ اگر مرسل راوی عن سے روایت کرے تو وہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک قبول ہوگی اور اس میں اگر امکان تقارر پایا جائے تو وہ روایت بالاتفاق مقبول تصور ہوگی اور مدلس راوی جب "عن" کے ساتھ روایت کرے تو وہ بالاتفاق مردود ہوگی۔ بات راوی کی ہے اور جناب دیوبندی شیخ الحدیث صاحب نے بات روایت کی کر دی کہ یہ روایت منقطع کہلائے گی کیونکہ یہ راوی راویوں کے نام حذف کر دیتا اور اڑا دیتا ہے۔

کیا ہم جناب سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ زید بن خالد نے کہاں راوی حذف کئے ہیں اور اڑا دیئے ہیں؟

اور اگر یہ ثابت ہو بھی تو کیا ثقہ راوی جب راوی کو گرا دے گا تو کیا احناف کے نزدیک وہ روایت مردود ہوگی یا کہ مقبول؟

اگر صحابی کے نیچے کاراوی چھوڑ دیا جائے تو وہ روایت مرسل نہیں بلکہ آپ کے نزدیک منقطع ہوگی اور منقطع آپ کے نزدیک ضعیف ہے تو کیا امام ابراہیم نخعی نے جتنی روایات حضرت عبداللہ بن مسعود کے طریق سے روایت کی ہیں وہ تمام منقطع ہو کر بے کار اور بے سرو پا ہو کر ضعیف ٹھہریں گی؟

اور جناب نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ :  
راقم ایتم کا خیال ہے کہ کتابت کی غلطی ہے۔ راوی اس سند میں خالد بن زید ہے جو المصری ہے اور یہ سعید بن ہلال المصری سے روایت کرتا ہے اور یہ ثقہ راوی ہے (ملاحظہ ہو تہذیب المتحذیب ۳۰ : ۱۲۹)

تو اس کا مطلب ہے کہ یہ روایت آپ کے نزدیک صحیح ہے اور ہاں آپ کے نزدیک اس روایت کے کسی بھی راوی پر کوئی قابل اعتماد اور مفسر حرج نہیں ہے۔ جناب تھانوی صاحب نے اصول حدیث کا پاس نہیں کیا اور غلط طریقے سے اس حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ بہر حال مذموم ہے۔

اسی طرح دیوبندی شیخ الحدیث جناب گلکھڑوی صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مگر اس سند کے غیر معتبر ہونے کی اصل وجہ کچھ اور ہی ہے جس کو مؤلف مذکور نہیں سمجھے اور ان کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال کے روایت حضرت ابوالدرداء سے منقطع ہے۔

(انضواء الذکر، ۲۵)

یعنی جناب گلکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وہ وجوہات نہیں ہیں جو کہ جناب تھانوی صاحب نے ذکر کی ہیں۔ غیر معتبر ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ روایت مرسل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے جیسا کہ گلکھڑوی صاحب فرماتے ہیں۔

اس لیے ایسی منقطع اور بے سرو پا روایت ..... (انضواء الذکر، ۲۵)

چونکہ مرسل روایت جناب گلکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی حجت ہے اس لئے انہوں نے اس کو منقطع ثابت کرنے کی کوشش کی لہذا اگر انہیں سے پوچھا جائے کہ مرسل اور منقطع میں کتنا فرق ہے تو آپ فرماتے ہیں،

فائدہ

اگرچہ بعض محدثین نے مرسل اور منقطع میں اصطلاحی طور پر کچھ فرق کیا ہے لیکن علامہ جزائری لکھتے ہیں :

وقد اطلق المرسل على المنقطع  
من ائمة الحديث ابو زرعة  
ابو حاتم والدارقطني -  
حدیث منقطع پر مرسل کا اطلاق ان ائمہ  
حدیث نے کیا ہے امام ابو زرعة، امام  
ابو حاتم اور امام دارقطنی ۔

(توجیہ ۲۲۲)

مؤلف خیر الکلام نے حضرت مجاہد کے اثر کے بارے میں امام بیہقی کی کتاب القراءات ص ۲۷ کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ یہ منقطع ہے اور منقطع ضعیف کی قسم ہوتی ہے (محصلاً ۲۵۲) محض طفلی تسلی ہے کیونکہ مرسل فی نفسہ صحیح قول کی بنا پر حجت ہے اور حکم منقطع و مرسل ایک ہی ہے۔  
(احسن الکلام ۱: ۱۵۰-۱۵۱)

حضرت امام سخادی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :  
ورجالہم ثقات لکنہ منقطع کہ اس کے راوی ثقہ ہیں مگر سند  
(القول البدیع ص ۱۱) منقطع ہے ۔

اس کے جواب میں جناب گلکھڑوی صاحب تحریر کرتے ہیں :  
اگرچہ روایت مرسل بھی (بعض محدث کرام نے مرسل اور منقطع میں فرق کیا ہے لیکن امام سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح بات جس کی طرف فقہاء کرام علامہ خطیب بغدادی

امام ابن عبدالبر اور دیگر محدثین کرام گئے ہیں۔ یہ ہے کہ مرسل اور منقطع ایک ہی ہے محصلہ  
(تدریب الراوی، ۱۲۶-۱۲۷)

(تسکین الصدور، ۳۲۰-۳۲۱)

جناب گلکھڑوی صاحب ہی لکھتے ہیں :  
..... تو یہ روایت منقطع ہوگی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک  
حجت ہے۔" (مناہج ترجمہ رسالہ تراویح ص ۲۸۳ دوم)

"جو کچھ مؤطا میں ہے وہ حضرت امام مالک اور جو حضرات ان سے اتفاق کرتے  
ہیں ان کی رائے کے موافق صحیح ہے (کیونکہ وہ منقطع اور مرسل کو بھی حجت  
اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ صفر) (مناہج ترجمہ رسالہ تراویح ص ۲۸۳)  
جناب گلکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی۔

جب مرسل اور منقطع میں فرق نہیں بلکہ ایک ہی ہے اور اگر فرق بھی ہو تو وہ حجت ہے  
تو پھر اس حدیث کہ جس میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات حقیقی اور سماعت درود  
جیسی فضیلت کا ذکر ہے۔ کو منقطع اور بے سرو پا کہہ کر کیوں رد کر رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے  
کہ دل میں جو بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ قلم و زبان پر آ ہی گیا ہے۔  
اگر یہ روایت منقطع اور مرسل بھی ہو تو بھی احناف اور مالکیہ کے نزدیک بالاتفاق  
حجت ہے۔

ویسے تو اس کے متعارض کوئی صحیح متصل روایت نہیں ہے۔ اور اگر ضعیف ہو بھی  
تو پھر بھی اس حدیث کو ترجیح ہوگی۔

منقطع و مرسل متصل سے قوی بھی ہو سکتی ہے :

جیسا کہ حضرت علامہ خطیب بغدادی امام میمون سے نقل فرماتے ہیں :  
قرأت علی ابواہیم بن عمر امام میمون نے فرمایا کہ مجھے امام احمد بن

البرصی عن عبد العزیز بن  
جعفر الحنبلی قال نا ابوبکر  
المخلال قال ، اخبرنی المیسونی  
قال : تعجب الی ابو عبد اللہ یعنی  
احمد بن حنبل - ممن یکتب  
الاسناد و یدع المنقطع ثم قال  
و ربما کان المنقطع اقوی  
اسناد و اکیر ، قلت بیئنه  
لی کیف ؟ قال تکتب الاسناد  
متصلا و هو ضعیف و یكون  
المنقطع اقوی اسنادا منه .

حنبل پر تعجب ہے کہ وہ اسناد تو لکھتے  
ہیں لیکن منقطع چھوڑ دیتے ہیں۔ فرمایا :  
بعض اوقات منقطع متصل سے زیادہ قوی  
اور سزا بڑی ہوتی ہے۔ میں نے عرض  
کی مجھے بیان کیجئے کہ کیسے فرمایا تو اسناد متصل  
لکھتا ہے لیکن وہ ضعیف ہوتی ہیں اور منقطع  
اس سے زیادہ سند کے لحاظ سے قوی ہوتی  
ہے۔

الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع ۲۱ : ۱۹۱ )  
اور منقطع اور مرسل چونکہ ایک ہی ہے اور مرسل کو رد کرنا تو دوسری صدی کے بعد  
کی بدعت ہے۔

امام ابو داؤد صاحب سنن فرماتے ہیں :  
واما المراسیل فقد کان  
یحتمر بہا العلماء فیما  
معنی مثل سفیان الثوری  
و مالک بن انس و الاوزاعی  
حتی جاء الشافعی فتکلم  
فیما و تابعه علی ذلك

مراہیل تو ان کے ساتھ احتجاج کرتے  
تھے علماء کرام تمام پچھلے بزرگ جیسے امام  
سفیان الثوری امام مالک بن انس امام  
اوزاعی حتی کہ امام شافعی آئے تو انہوں  
نے مراہیل میں کلام کیا اور امام احمد بن  
حنبل نے ان کی اتباع کی۔

احمد بن حنبل -

رسالة ابي داود الى اهل مكة في وصف سنته (۲۴۰)  
امام طبرمی فرماتے ہیں :

ان التابعين باسره اجمعوا  
على قبول المرسل ولم يأت  
عنهم النكاره ولا عن احد  
الائمة بعدهم الى رأس -  
المأتين كانه يعنى ان  
الشافعي اول من ابي من  
قبول المرسل -  
تالعين سب کے سب اس بات پر متفق  
تھے کہ مرسل قابلِ محبت ہے تابعین سے  
لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ  
میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں  
کیا گویا امام شافعی ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں  
نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے سے  
انکار کیا -

ر مقدمة التمهيد لابن عبد البر مالکی ، ۱ : ۴

لہذا آپ اس حدیث صحیحہ کو منقطع کہیں یا مرسل یہ ہر حالت میں صحیح اور قابلِ احتجاج  
ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا اظہار کر رہی ہے -

### اعتراض

جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے تحریر کیا :

”یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن سواداً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ  
کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے -  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ملائكة سياحين  
في الارض يبلغوني من امتي اسلام - اور یہی حدیث حصین بن جوالہ مستدرک  
و ابن حبان بھی مذکور ہے اور نیز مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابوہریرۃ حدیث ہے :

قال رسول الله عليه وسلم من صلى عند قبوري سمعته و من صلى علي نائياً  
ابلغته اور نسائی کی کتاب الجمعة میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مروی ہے۔ فان  
صلا تكم معروضه علی۔ یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں  
اور ظاہر کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوت میں نہیں ہو سکتی۔ لہذا اقویٰ کو ترجیح ہوگی۔

(لبوادرنوادری ۱ : ۲۰۵)

جہاں تک حدیث نسائی و دارمی، ان اللہ ملتکة سیاحین کا تعلق  
ہے تو وہ ہرگز برگزہ ہماری مؤید حدیث کے معارض نہیں ہے اور اسی طرح حدیث اوس بن  
اوس فان صلا تكم معروضه علی بھی ہماری مؤید حدیث کیساتھ متعارض  
نہیں ہے۔

ان میں تو صرف اتنا مذکور ہے کہ سیر کرنے والے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
اقدم میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود و سلام بارگاہ اقدس میں پیش ہوتا  
ہے۔ ملائکہ کے اس عرض و تسلیخ کو عدم سماع میں صریح کہنا ظلم صریح ہے۔

تھانوی صاحب کے اسی اشکال کا رد انہی کے ایک ہم مسلک عالم نے کیا ہے۔  
جناب النور شاہ صاحب کشمیری۔ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :

واعلم ان حدیث عرض	جاننا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر
الصلاة على النبي صلى الله	درود و تہنیت پیش کرنے کی حدیث آپ کے
عليه وسلم لا يقوم دليل على	علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی اگرچہ علم
نفى علم الغيب وان كانت	غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
المسألة فيه ان نسبة علمه	کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کیساتھ متناہی
صلى الله عليه وسلم وعلمه	کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے، کیونکہ قرشتوں
تعالى كنسبة متناهي بخير	کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ



المتناهی لان المقصود ليعرض  
 المتشككة هو عرض تلك الكلمات  
 بعينها في حضرة العالیة  
 علمها من قبل اذ لم يعلم كعرفها  
 عند رب العزت ورفع الاعمال  
 اليه فان تلك الكلمات مما  
 يحتاجه وجه الرحمن فلا  
 ينفي العرض العلم فالعرض قد  
 يكون للعلم واخرى لمعان  
 آخر فاعرف الفرق -  
 رفيع الباری علی صحیح البخاری  
 ۲: ۲۰۲ باب کتاب الصلاة )

درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ  
 عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور صلی اللہ  
 نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا  
 ہو۔ بارگاہ رسالت میں کلمات درود  
 کی پیش کش بالکل ایسی ہی ہے جیسے  
 رب العزت کی بارگاہ میں جو کلمات  
 طبیات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی  
 بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے  
 ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے  
 ہیں جن کے ساتھ ذات حق تعالیٰ اجل مجد  
 کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے یہ پیش کش  
 علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا  
 علم کے لیے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات  
 دوسرے معانی کے لیے بھی اس فرقے کو  
 خوب پہچان لیا جائے۔ انتہی۔

توثیبت ہوا کہ مذکورہ بالا احادیث کو حدیث طبرانی کے متعارض بتانا علوم اسد میں  
 عظمت رسول سے نادانیت کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ احادیث تو اس حدیث کی مؤید ہیں۔  
 الحمد لله علی ذلك۔

اور جہاں تک حدیث بیہقی کا تعلق ہے کہ میں قبر کے قریب سے سنتا ہوں اور دور سے  
 مجھے درود شریف پہنچایا جاتا ہے تو سند کے لحاظ سے یہ حدیث ہرگز ہرگز ہماری مؤید حدیث  
 کے برابر نہیں۔ اس لیے اس کے ساتھ معارضہ کرنا صرف مقالوی صاحب جیسے بی آدمی

کا کام ہو سکتا ہے۔ کسی عالم حقانی کا تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔  
اور پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ

جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوت نہیں رکھتی لہذا اقویٰ کو ترجیح ہوگی۔  
یہ بات بھی صحیح نہیں کیونکہ یہاں معارضہ جلاء الافہام اور دیگر کتب حدیث کا نہیں  
بلکہ المعجم الکبیر و داری وغیرہ کا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بات کتب کی نہیں بلکہ سند  
حدیث کی ہے۔ ترجیح سند کو ہوگی نہ کہ کتاب کو۔

ہمارے علماء احناف تو صحیحین کی احادیث کو غیر صحیحین کی احادیث پر ترجیح کے قابل  
نہیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن الہمام نے التخریر فی الاصول میں واضح کیا ہے۔  
(اس سلسلہ میں فقیر کا پرمغز مقالہ "تعارض بین الاحادیث" مطالعہ کے قابل  
ہے)

اب اس صحیح حدیث شریف پر صرف ایک ہی اعتراض باقی رہ گیا ہے جو کہ تھانوی  
صاحب نے وارد کیا ہے!

جناب تھانوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

بعد تحریر جواب ہذا بلا توسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں  
صلواتہ ہے۔ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ اگر نسخ متعدد دیکھے  
جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ میں ضرور اسی طرح نکل آئے گا۔ (بوادر النواہر)  
سبحان اللہ! یہ ہے تحقیق کا نرالا انداز کہ اب تو الفاظ حدیث کے بارے میں  
بھی الہام ہونے لگے ہیں۔ دراصل جناب تھانوی صاحب نے جو اعتراضات اس حدیث  
شریف پر کئے تھے وہ ایسے بودے اور نکمے تھے کہ جناب تھانوی صاحب کو خود بھی علم  
تھا کہ ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے آخر میں اپنے الہام پر بنیاد رکھی کیونکہ  
الہام کا جواب الہام ہی ہو سکتا ہے اور دوسروں کا الہام ان کے نزدیک ویسے ہی قابل

قبول نہیں ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ علمائے دیوبند صاف لکھ دیتے کہ جناب تھانوی صاحب کے یہ بات قرین قیاس نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بیان نہ ہو اور تھانوی صاحب کی عزت رہ جائے۔ اس بے تکلی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جناب سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت تھانوی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔

(اخفاء الذکر، ۲۶)

فی اللجب! جناب گکھڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ کسی صحیح نسخہ پر دلالت کرتے کہ اس میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ موجود ہیں لیکن ایسا تو نہ کیا بلکہ ایک اور کتاب "القول البدیع" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام سخاوی حضرت ابوالدرداء کی یہ روایت معجم کبیر للطبرانی کے حوالہ سے نقل کرتے

ہیں اور اس میں بعینہا یہی الفاظ نقل کرتے ہیں۔

إلا بلغتنی صلوتہ الحدیث اور آخر میں لکھتے ہیں قال العراقی ان اسنادہ

لا یصح۔ (القول البدیع ص ۱۱۹) (اخفاء الذکر ص ۴۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سرفراز صاحب نے خود جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بعینہا

نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا کیونکہ جلاء الافہام کی حدیث میں لفظ "بلغتنی" ہے۔

جبکہ "القول البدیع" میں "بلغتنی" ہے لہذا یہ بعینہا نہ ہوئے۔ اسی

یے عین ممکن ہے کہ یہ روایت ہی اور ہو۔

اور پھر جناب گکھڑوی صاحب کا حدیث طبرانی کے بارے کہنا کہ اور آخر میں

لکھتے ہیں..... قال العراقی ان اسنادہ لا یصح تو یہ بھی بہت بڑا جھوٹ

ہے۔

کیونکہ علامہ سخادمی نے یہ الفاظ حدیث طبرانی کے بارے میں نقل نہیں فرمائے۔  
امام سخادمی کی اصل عبارت پڑھیں اور اس شیخ الحدیث صاحب کی دیانت کی داد  
دیں۔

و کذا رواه النخعي بلفظ  
قلنا يا رسول الله كيف  
تبلغنا صلاتنا اذا اضمنا  
الارض قال ان الله حرم على  
الارض ان تاكل اجساد الانبياء  
وقال العراقي ان اسناده لا يصح  
(القول البديع، ۱۵۹)

اور جیسا کہ نیری نے ان الفاظ کے ساتھ  
روایت کی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارا درود آپ  
تک کیسے پہنچے گا؟ جبکہ آپ زمین میں  
مل چکے ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا  
کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے  
کہ وہ انبیاء کے اجسام کھائے۔ عراقی

نے کہا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

امام حافظ عراقی کے الفاظ ہیں نیری کی روایت کے بارے میں لیکن جناب گلکھڑوی  
صاحب نے فرمایا کہ یہ طبرانی کی روایت کے بارے میں ہیں۔ سچ ہے کہ ایک  
جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا  
دادی عشق میں گم راہ کو رہبر سمجھا!

**کیا صوتہ کتابت کی غلطی ہے؟**

جہاں تک جلاء الافہام کا تعلق ہے تو اس میں "صوتہ" ہی ہے "صلوتہ"  
ہرگز ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اگر ہوتے تو اپنے حکیم الامت  
کی بات درست ثابت کرنے کے لیے اب تک دیوبندی حضرات وہ نسخہ ضرور

پیش کر دیتے۔

ہم نے جلاء الافہام کے متعدد نسخے دیکھے ہیں تمام میں صوتہ ہی ہے کسی ایک میں بھی صلوتہ کا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی نے اختلاف نسخ کا اشارہ کیا ہے۔

۱۔ مصری نسخہ کہ جس کی تصحیح فضیلۃ الشیخ طہ یوسف شاہین نے فرمائی ہے جو کہ علمائے ازہر شریف میں سے ہیں اور یہ صفر ۱۳۸۸ھ میں طبع ہوا ہے۔

۲۔ ہندوستانی مطبوعہ نسخہ۔ یہ نسخہ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے :

بسم اللہ تبارک و تعالیٰ اس ترجمے کی تسوید و تحریر سے جو پانچ شعبان روز پانچ شنبہ کو شروع کی تھی تیرہ ذیقعدہ روز چہار شنبہ ۱۳۴۷ھ کو فراغ حاصل ہوا۔

(شاگرد حسین غفرلہ، سہوان قاضی محلہ)

۳۔ ہندوستانی نسخہ مطبوعہ یہ نسخہ مشہور غیر مقلد و ہالی نجدی عالم مولوی سلیمان منصور پوری کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اگر کسی نسخہ میں صلوتہ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور صوتہ کی بجائے صلوتہ نقل کرتا (کیونکہ یہ نجدی و ہالی تھا)

۴۔ مصری نسخہ جس کی تصحیح و تحقیق مشہور نجدی عالم محمد حامد الفقی نے کی ہے اور یہ نسخہ۔ ادارۃ الطباعة المنيرية لصاحبها د. مدیرها محمد منیر الدمشقی سے شائع ہوا ہے۔

(صححت و علق علیہ سنہ ۱۳۵۷ھ)

یہ یاد رہے کہ اس نسخہ کا محقق اور مصحح نامور نجدی عالم ہے اور جبکہ اس کا ناشر محمد منیر دمشقی کفر نجدی ذہنیت کا حامل ہے لہذا اگر کسی بھی قلمی یا مطبوعہ نسخہ میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور نقل کرتے۔ اصل کتاب میں یہ الفاظ تو کجا ان میں سے کسی محقق و ناشر نے حاشیہ میں اختلاف نسخہ جات کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب تھانوی صاحب کے تلب

یہ حوالہ تھا، ہوا وہ شیطانی دوسوہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔  
 اور اگر بالفرض مجال جلاء الافہام کے لہجہ نسخہ میں صلوات کا لفظ مل بھی جائے  
 تو وہ کتابت کی غلطی تصور ہوگا کیونکہ المعجم الکبیر للطبرانی سے لفظ صوتہ نقل کرنے میں  
 علامہ ابن قیم اکیلے نہیں بلکہ دیگر محدثین نے یہ لفظ ایسے ہی المعجم الکبیر سے نقل فرمایا ہے۔  
 ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام الحافظ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن عبد اللہ المعروف —  
 ابن ناصر الدین دمشقی ۸۴۲ھ اپنی کتاب "صلوات کئیب بوفاتہ الحبيب  
 میں فرماتے ہیں:

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ	در وی الطبرانی عن ابی الدرداء
عنه سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول	قال قال رسول الله صلى الله عليه
الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا مجھ پر ہر روز	وسلم أكثر الصلوة على يوم
جمعہ زیادہ سے زیادہ درود شریف	الجمعة فانه يوم مشهود
پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضر کا دن ہے۔	تشهد الملائكة ليس من
اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص	عبد ليصلي على الا يبلغني صوته
بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی	حيث كان -
آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں	رحمة الله على العالمين ۱۳۷
بھی ہو۔	للعلامه نبهاني

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی ۹۲۲ھ فرماتے ہیں:

اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت	ورواه الطبرانی بلفظ ليس
کی ہے کوئی بندہ بھی مجھ پر درود نہیں	من عبد ليصلي على الا بلغني
پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی	صوته حيث كان ورجالها

ثقات ۔ ہے ۔ ان دونوں کے روایات ثقہ ہیں ۔

رسبل المہدی والرشاد ۱۲: ۳۵۸ باب حیاتیۃ فی قبرہ )

اور اسی طرح حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی الملکی م ۹۸۲ھ تحریر فرماتے ہیں :

وفی اخری للطبرانی لیس من اور دوسری روایت جو کہ طبرانی کی ہے  
عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ (ہیں الفاظ اس طرح ہیں) کوئی شخص  
الجہرا المنظم ، طبع مصر ۱۹۸۲  
بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس  
طبع جدید ) کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے ۔

جناب علامہ موسیٰ محمد علی صاحب فرماتے ہیں :

وعن خالد بن زید عن سعید  
بن ابی ہلال عن ابی الدرداء  
قال : قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اکثروا الصلوات  
علی یوم الجمعة ... لیس من  
عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ  
حیث کان ۔  
خالد بن زید سے روایت ہے وہ سعید  
بن ابی ہلال سے وہ حضرت ابوالدرداء  
سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھا  
کر دو .... کوئی شخص بھی درود نہیں  
پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی  
ہے وہ کہیں بھی ہو ۔

رہقیۃ التوسل دوسیلہ علی ضوء الکتاب والسنتہ طبع عالم الکتب بیروت

طبع درم . ۱۹۸۵

حضرت مولانا محمد الوار اللہ قادری ہشتی حیدرآبادی فرماتے ہیں :

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی ہے ۔ کہانی الطبرانی  
لیس من عبد یصلی علی الا  
جیسا کہ طبرانی میں ہے کہ اس کی آواز مجھے

بلغنی صوتہ .....  
 ذکرہ ابن حجر المکی فی الجوهر المنظم  
 (الوار احمدی صلاہ و صدقہ جناباً  
 حضرت امداد اللہ مہاجر مکی)

پہنچ جاتی ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور ابن حجر مکی نے الجوهر المنظم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی

توثیبات ہوا کہ یہ الفاظ صحیح اور ثابت ہیں اور محدثین نے ان کا انکار نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کی تائید میں دیگر احادیث روایت فرمائی ہیں۔

حدیث طبرانی کے شواہد

حدیث نمبر ۲

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ وعدنی اذا مت ان یسمعنی صلاۃ من صلی وانا فی المدینۃ و امتی فی مشارق الارض و مغاربہا و قال یا ابا امامۃ ان اللہ تعالیٰ یجعل الدنیا کلہا فی قبری و جمیع ما خلق اللہ اسمعہ و النظر الیہ۔  
 (ردۃ الناصحین، ۲۲۵)

حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جب میرا وصال ہوگا تو مجھ پر درود پڑھنے والے کا درود وہ مجھے سناٹے گا۔ حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری امت زمین کے مشرق و مغرب میں ہوگی اور فرمایا: اے ابو امامہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو میرے روضہ شریف میں کر دے گا اور میں تمام مخلوق خداوندی کی آواز سنوں گا۔ اور اسے ملاحظہ فرمائیں گا۔



تو اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کا درود و سلام سماعت فرماتے ہیں چاہے وہ شخص زمین کے مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی ہو۔ اگر ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آواز سن سکتا ہے تو پھر پیارے آقا و مولا کی سماعت کا کیا حال ہوگا؟

### حدیث نمبر ۴

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اصحابی واخوانی صلوا علی فی  
میرے اصحاب اور لو اسعافرمایا) میرے  
کل یوم اثنین والجمعة بعد  
بجای یوم جمعہ پر ہر پیر اور جمعہ کے درود  
وفاتی اسمع منکم بلا واسطہ  
پڑھا کرو۔ میری وفات کے بعد میں  
بلا واسطہ تمہارا درود سنتا ہوں۔

رائیس الجلیس ص ۲۲۲ بحوالہ مقام رسول للشیخ الحدیث محمد منظور احمد فیضی داتا برکاتہم للعلما

### حدیث نمبر ۵

قال النبی صلی اللہ علیہ  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
وسلم اکثر ما من الصلاة علی  
مجھ پر یوم جمعہ اور جمعرات کو زیادہ درود  
یوم الجمعة و ليلة الجمعة  
شریف پڑھا کرو کیونکہ دیگر تمام دنوں  
فان فی سائر الايام تبلفنی  
میں تمہارا درود مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں  
المدنیکہ صلاتکم الالیلة  
مگر جمعہ کی رات اور دن کو میں تمہارا  
الجمعة و یوم الجمعة فانی  
درود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔  
اسمع صلاتی ممن یصلی

علی باذنی۔

ریزہ المجلد للعلامة عبدالرحمن الصفوری ۱۱۶۱۲ طبع قدیم مصدر

## حدیث نمبر ۵

قلبِ وقتِ ولی کامل عاشقِ رسول حضرت علامہ محمد بن سلیمان الجزولی سید حسنی  
شاذلی نقل فرماتے ہیں :

وقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم ارأیت صلوة المصلین  
علیک ممن غاب عنک ومن  
یأتی بعدک ما حالما عنک  
فقال اسمع صلاة اهل  
محبتی و اعرفهم و تعرض  
على صلاة غیرهم عرضا۔  
(دلائل الخیرات شریفہ ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا  
گیا کہ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے  
جو کہ آپ کے دور میں اور آپ پر درود شریف  
پڑھتے ہیں اور وہ لوگ جو آپ کی نظر سے  
زندگی کے بعد آئیں گے ان لوگوں کا آپ  
کے نزدیک کیا حال ہے پس آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل محبت (عشاق)  
کا درود تو میں خود سنتا ہوں اور ان کو  
پہچانتا ہوں اور غیر محبت والوں کا درود  
مجھے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

الحمد لله على ذلك۔ اس حدیث شریف سے خود سننے اور فرشتوں کے پہنچانے  
والی احادیث میں تطبیق بھی ہو گئی یعنی کچھ لوگوں کا درود شریف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ  
میں فرشتے پیش کرتے ہیں لیکن عشاق لوگوں کا درود شریف آپ نفسِ نفسِ عمت  
فرماتے ہیں وہ لوگ چاہے دنیا کے کسی خطے میں بھی ہوں۔

اس حدیث شریف کی شرح میں

حضرت علامہ محمد المہدی بن احمد فاسی م ۱۹۳۳ھ فرماتے ہیں :  
(فقال اسمع) یعنی بلا واسطہ (میں سنتا ہوں) یعنی بلا واسطہ اہل

(صلوٰۃ اہل محبتی) الذی  
 یصلون علی حجۃ لی و شوقاً  
 و تعظیماً و ظاہر سواصلی  
 علیہ المحب لہ عند قبر او  
 ناسیاً عنہ -  
 (مطالع المسرات بجلادلائل الخیرات  
 ص ۸۱ فیصل آباد - نوریہ رضویہ)

محبت کا درود شریف، یعنی جو مجھ پر محبت  
 اور ذوق و شوق کے ساتھ میری تعظیم و  
 عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پڑھتے  
 ہیں چاہے وہ عاشق قبر کے قریب پڑھے  
 یا آپ کی قبر منورہ سے دور دراز کے  
 علاقے میں -

الحمد للہ یہ چار احادیث حدیث طبرانی کی شواہد ہیں اور اس کی تائید کرتے ہوئے ثابت  
 کر رہی ہیں کہ حدیث طبرانی بالکل صحیح ہے۔ اور ان احادیث پر کسی بھی مستند عالم دین نے  
 اعتراض نہیں کیا بالخصوص دلائل الخیرات شریف تو صدیوں سے علماء اولیاء کی حرز جان  
 ہے۔ کسی ایک نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں یہ حدیث من گھڑت ہے اور علمائے دیوبند  
 بھی اس کی اجازت دیتے اور لیتے رہے ہیں تو انہوں نے بھی اس اجازت میں کوئی شرط  
 نہیں رکھی اور پھر یہ کتاب تو بالاتفاق بارگاہ نبوت کی مقبول کتاب ہے۔ جیسا کہ کتب میں  
 موجود ہے۔

اور مشہور دیوبندی شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب، علمائے سجدہ کا رد کرتے ہوئے  
 دلائل الخیرات شریف کی تعریف کی ہے! ملاحظہ فرمائیں (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۳۹)  
 (ص ۲۳)

اعتراض

یہ احادیث بلا اسناد ہیں لہذا قابل حجت نہیں ہیں۔

جواب

یہ احادیث چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر کر رہی ہیں اور بطور تائید

پیش کی گئی ہیں۔ اور موضوع بھی نہیں جبکہ منکرین شان نبوت کے امام نے تو لکھا ہے کہ فضائل میں تائیداً موضوع حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

جناب مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے لکھا ہے۔

والموضوع لا یثبت شیئاً من  
الاحکام نعم لو خذ فی الفضائل  
ما ثبت فضله بغیرہ تائیداً  
اد تفصیلاً۔

اور موضوع حدیث سے احکام میں سے  
کچھ بھی ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں فضائل  
میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا جو  
فضیلت کہ اس کے غیر کسی اور دلیل

(اصول فقہ ۱۸، طبع الصدق پبشر کراچی)  
سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائیداً یا  
تفصیلاً کے طور پر حجت پکڑی جائیگی۔

ان احادیث کو چونکہ تعلقاً بالقبول حاصل ہے اس لیے اگر ان کی کوئی سند معتبرہ بھی ہمارے علم میں ہو تب بھی یہ اصولاً قابل قبول ہوں گی۔ کیونکہ کسی حدیث کو تعلقاً بالقبول کا درجہ اگر حاصل ہو جائے تو وہ مقبول ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی مل سکے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :

وقد صرح غیر واحد بان  
من دلیل صحۃ الحدیث قول  
اہل العلم بہ وان لم یکن لہ  
اسناد یعتمد علی مثله۔

بہت سارے علماء نے بیان فرمایا ہے  
کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا  
قول ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی کوئی سند  
نہ ہو کہ جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

(التعقیبات علی الموضوعات ۱۲)

جناب مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

قال السیوطی فی شرح "نظم الدرر"  
المسمی "البحر الذی زخر" المقبول

امام جلال الدین سیوطی نے شرح "نظم الدرر"  
المسمی "البحر الذی زخر" میں بیان فرمایا کہ

ما تلقاء العلماء بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح فيما ذكره طائفة من العلماء منهم ابن عبد البر -

مقبول حدیث وہ ہے کہ جس کو علماء نے قبول کیا ہو اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔ یہ علماء کی ایک جماعت نے بیان فرمایا جن میں سے امام ابن عبد البر وغیرہ ہیں

او اشهر عند ائمة الحديث بغیر کسی در فیما ذکره الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائنی وابن فورک

یا وہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک بغیر کسی کے مشہور ہو اس کو اسناد ابو اسحاق الاسفرائنی اور ابن ابوبکر بن فورک نے ذکر کیا ہے۔

او وافق آية من القرآن او بعض اصل الشريعة -

یا وہ حدیث قرآن کی کسی آیت کے یا مہل شریعت میں کسی کے موافق ہو۔

( الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة ۲۲۹ طبع تہ

مصدر )

حضرت امام سیوطی مزید فرماتے ہیں :

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح -

بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائیگا جب کہ لوگوں نے اس کو قبول کر لیا ہے اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔

(تدریب الراوی ۱: ۶۷ للسیوطی ۲)

حضرت امام عبد البر فرماتے ہیں :

وفي قول جماعة العلماء و اجباء الناس على معناه غنى

اس حدیث میں علماء کی جماعت کے قبول کا قول ہے اور اس کے معنی پر لوگوں

عن الاسناد فيه - کا اجماع ہے جو کہ اس میں سند سے بے پروا

کر دیتا ہے -

وقد ريب الراوى ۱: ۱۷۷

حضرت امام احمد فرماتے ہیں:

امام ابو بکر المرزى نے فرمایا کہ میں نے حضرت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث

کے بارے میں پوچھا کہ جن کو حبیہ نہیں

مانتے یعنی احادیث صفات بارى تعالیٰ

اس کا دیدار معراج اور عرش معلیٰ کے بارے

میں تو آپ رحمۃ اللہ نے ان احادیث کی

تصحیح کی اور فرمایا کہ ان احادیث کو علماء کا

تعلق بالقبول حاصل ہے لہذا بہان کو

مانتے ہیں - جیسی کہ یہ وارد ہوئی ہیں -

وقد حدثنا ابو بکر المرزى رحمه

الله قال سألت ابا عبد الله عن

الاحاديث التي تردھا العھمیة

فی الصفات والرؤية والاسماء

وقصة العرش؛ فصحتها

ابو عبد الله وقال اقد تلقتها

العلماء بالقبول نسلم الاخبار

كما جاءت -

كتاب السنة لابن خلّول

۱: ۲۴۶-۲۴۷ وطبقات المناہلۃ ۱: ۳۲-۳۳ لابن ابی یعلیٰ حنبلی

حضرت امام سیوطی و علامہ عبد الحئی لکھنوی اور علامہ ابن عبد البر وغیر ہم نے جو حدیث

کی صحت کے اصول بتلائے ہیں وہ تمام ان احادیث میں پائے جاتے ہیں - یعنی علماء نے ان

احادیث کو بغیر نکر کے نقل فرمایا:

اور پھر یہ قرآن کی آیت کے بھی موافق ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے -

جب ان احادیث میں قبول کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو پھر ان کو قبول کرنا چاہیے جبکہ یہ

احادیث ہیں بھی باب فضائل میں اور فضائل میں تو ضعیف حدیث بھی بالاجماع مقبول ہے

جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے -

اس کے باوجود جو شخص ان احادیث کو من گھڑت اور ناقابل قبول کہہ کر ٹھکراتا ہے

تو وہ حقیقت میں پیارے آقا سید انس و جن کی فضیلت کا منکر ہے اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں ثابت ہو اس کا انکار نہ کرے گا مگر گستاخ اور بد بخت۔

حضرت امام ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلیل م ۳۱۱ھ فرماتے

ہیں۔

قال ابو العباس ہارون بن العباس المہاشمی.....

ومن رد فضل النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فهو زندیق لا یتأب

ویقتل لان اللہ تعالیٰ عزو

جل قد فضله صلی اللہ علیہ

وسلم علی الانبیاء علیہم السلام

السنة للابن خلیل ۲۳۷: ۱ طبع

دارالریایہ الرياض،

حضرت امام ابو العباس ہارون بن عباس ہاشمی م ۳۱۱ھ وکان ثقة تاریخ بغداد ۱۳: ۲۷۷ نے فرمایا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فضیلت کا انکار کرے وہ میرے نزدیک ایسا زندیق ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت عطا فرمائی۔

اور آپ مزید فرماتے ہیں :

اور تعجب و تعجب ہے کہ گستاخان

رسول کی وجہ سے، عیسائی ہم پرہنتے ہیں

کہ ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تمام

ایسے فضائل تسلیم کرتے ہیں جو بظاہر

اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ساتھ مشابہت

رکھتے ہیں۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے

فالعجب العجب ان النصارى

تضحک بنا اناسم الفضائل

کلھا نعسی علیہ السلام تشبه

الربوبیۃ۔ انه کان یحیی الموتی

ویبرئ الأکمة والابصر

فیہ وحده فسلمنا ذلک

کوڑھی اور برص والے کو تندرست  
 کرتے تھے۔ یہ اوصاف تو صرف اللہ  
 تعالیٰ کے ہیں۔ ہم نے یہ اوصاف اللہ  
 تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق اور رضا کی  
 بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے تسلیم  
 کئے ہیں۔ یہ محروم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ  
 ہمیں تمام امتوں پر فخر ہے کہ ہمارے نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

لعیسی بالرضا و التصديق  
 بكتاب الله عزوجل و انكر  
 هذا المسلوب فضيلة لرسول الله  
 صلى الله عليه وسلم و فخر على  
 الاسم كما ان نبينا افضل  
 الانبياء -

(السنة ۱۱ : ۲۴۰)



## حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ رزق روح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سماعت خارق عادت کو لوٹا دیتا ہے اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کا (درود) سلام سنتے ہیں خواہ وہ کتنی دور ہی کیوں نہ ہو۔

وینتولد من هذا الجواب جواب  
آخر وهو ان تكون الروح  
كناية عن السمع ويكون  
المراد ان الله تعالى يرو عليه  
سمعة الخارق للعادة  
بعجبت لسمع سلام المسلم  
وان بعد قطرة  
المحاوي للفقاهي لسيوطي ۱۵۳  
انبياء الاذكياء حياة الانبياء  
دار الحديث قاہرہ

## حضرت امام محمد بن عثمان میر غنی صاحب فرماتے ہیں

یعنی درود و سلام پڑھنے والے توجان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرے درود پڑھنے کو سنتے اور تجھے دیکھتے ہیں تو اگر چہ (مدینہ منورہ) سے دور ہی کیوں نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طاقت سے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب کی چیز پوشیدہ ہے اور نہ ہی دور کی

انہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یسمعک ویراک ولو کنت  
بعید فانه یسمع با اللہ  
ویرى به فلا یخفی علیہ  
قریب ولا بعید  
سعادة الدارين للامام نعمانی  
۵۸

## حضرت علامہ امام علی نور الدین صلی اپنے رسالہ

(تعریف اہل الاسلام والایمان) میں فرماتے ہیں  
 ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ  
 تبارک و تعالیٰ وکل ملک القدر  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 يبلغه الصلاة والسلام من  
 المصلی والمسلم علیہ وانه  
 لیلة الجمعة ویومها یسمع  
 ذلك بنفسه ویرد بكل حال  
 خواہر البخاری ۲/۱۲۱ للامام نجفانی

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ نے ایک فرشتہ نبی کریم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مقرر  
 فرما رکھا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو سلاۃ و سلام پہنچاتا ہے  
 اور جمعہ کے دن اور رات کو حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود  
 نفس نفیس سنتے ہیں اور بہر حال  
 جواب دیتے ہیں۔

## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

بدانکہ دے صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 بیند وے شتور کلام تراذیرا کہ  
 وے متنت است بصفات  
 اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الہی  
 آل است کہ انا جلیس من  
 ذکر فی پیغمبر اصلی اللہ علیہ  
 وسلم نصیب وافر است ازین  
 صفت:

جاننا چلیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم تجھے دیکھتے اور تیرا کلام سنتے  
 ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ  
 تعالیٰ کی صفات سے متنت ہیں  
 اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے  
 ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو  
 میرا ذکر کرے اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو اس صفت سے وافر  
حصہ ملا ہے !

تکملہ مدارج النبوت جلد دوم

عاشق صادق ولی کامل حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل بہمانی فرماتے ہیں

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر  
اس شخص کے سلام جو آپ پر ڈورو  
قریب سے سنتے پرتائید کرتا، وہ نماز کے تشہد  
میں سلام کا جواز ہے کہ وہ صیغہ خطاب  
ہے جبکہ نمازی کہتا ہے السلام  
علیک ایھا النبی ورحمة اللہ  
وبرکاتہ۔ پس اگر آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم زندہ نہیں اور اللہ تعالیٰ  
کی دی ہوئی طاقت سے تمام نمازیوں  
سے چلے وہ کہیں بھی ہوں درود  
سلام نہیں سنتے تو اس خطاب کرتے  
کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

و یؤد سماع النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم سلام من یسلم  
علیہ من بعید وقریب وجمیعة  
السلام علیہ صلی اللہ علیہ  
وسلم فی التشہد فی الصلاة  
بصیغۃ الخطاب اذ یقول  
المصلی السلام علیک ایھا  
النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ  
فلولم یکن صلی اللہ علیہ  
وسلم حیاً لیسع جمیع  
المصلین ایماکانوا یا سماع  
اللہ لہ ذلک لساکات  
لھذا الخطاب معنی

شواہد الحق فی الاستغاثۃ

بسیار الخلق ص ۲۸۳

حضرت امام علامہ زین الدین ابو بکر بن الحسین بن عمر المرغنی فرماتے ہیں

جاننا چاہیے کہ کتب حدیث میں  
روایات سے بھری پٹری ہیں جو اس

اعلم ان کتب الحدیث متضمنة  
لأحادیث دالّة علی ان روح

النبي صلى الله عليه وسلم  
 نَزَّادُ عَلَيْهِ، وَأُتْدُ يَسْمَعُ وَ  
 يَرُدُّ عَلَيْهِمَا السَّلَامَ  
 تحقيق التمرة بتلخيص معالم  
 دار البصرة ص ۱۱۶ طبع مدينة المنورة ۱۹۸۱ء

اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی روح  
 لوٹادی گئی ہے اور آپ  
 درود و سلام خود سنتے اور اس کا  
 جواب دیتے ہیں۔

## حضرت امام الحرمین فرماتے ہیں!

شہرستانی درغایتہ المرام از امام الحرمین  
 نقل میکند کہ گفت پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است  
 صلاۃ و سلامیکے برے پھر سنتے  
 استماع میکند

امام شہرستانی نے اپنی کتاب غایت  
 المرام میں امام الحرمین سے نقل کیا ہے  
 کہ انہوں نے فرمایا اللہ کے رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جو  
 لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و  
 سلام پڑھتے ہیں، آپ اسے سنتے ہیں

جذب القلوب منا



ان روایات سے یہ بات ثابت کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا  
 ہے اور خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی  
 سماعت دی گئی ہے جیسے ان فرشتوں کو دی گئی ہے جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود  
 پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جتنکا حال ابھی معلوم ہوا۔ جب اتنی  
 حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس تہرب و بعدیکساں ہے  
 اور ان واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں۔

تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علی میں شک کا کیا  
 موقع ہوگا۔ اس لیے جتنی شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی السنن

لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہیے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولیٰ اور بوجہ اتم ہو ! چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی۔  
الواراحہ ص ۵، طبع فیصل آباد

امام العارفین حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی فرماتے ہیں

درود پاک کے آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں۔  
مقاصد السائکین ص ۵۶

قطب وقت حضرت پیرجماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں.....  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسی و زندہ ہونا قبر شریف اور استماع حالت حیات و ممات میں اور واقف ہونا احوال زائرین سے بلکہ تمام امت کے احوال خیر و شر کا پیش ہونا حضور میں خصوصاً جمعہ کے دن درود شریف اہل محبت کا، کو سمع شریف سے سنا اور جو روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اس کا جواب دینا ثابت ہے !  
ملفوظات امیر ملت ص ۵۷

ولی کامل حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں

موڑ دیوے رب روح اس انوں کہیا شاہ عالی  
روح مراد ایٹھے شنوائی خرق عادت دے والی  
جو شنوائی دنیا اُننے خرق عادت دی ہے سی  
دور نزدیکوں سُنن گل کرے کوئی کیسی

کر انصاف تو نہیں اے منکر اندر سنن نبی سے  
۶ شوں تخت تڑیٰ تک شدے اندر بندہ بعید سے

پہلی حالت نالوں اوسری ہے من بچھلی بہتر

قبر اندر کیوں سدا نائیں سب نبیاں دا ہنتر

ہدایت المسالین میاں محمد بخش ص ۶۲

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسی  
قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنے امتیوں کا درود و سلام بلا واسطہ اور  
بلا واسطہ ہر طریقے سے سماعت فرماتے ہیں اور اس میں استحالہ بھی کوئی نہیں یہ طاقت  
تو آپ کے وسیلہ و صدقہ سے آپ کے کئی غلاموں کو عطا فرمائی گئی ہے۔

جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی  
آوازیں سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے۔ اس حدیث کی تحقیق و تخریج پہلے  
صفحات میں گذر چکی ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

جس نے میری رولی کی دشمنی کی میں

نے اس سے اعلان جنگ کر دیا اور

جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے

نزدیک ہوتا ہے ان میں سے

سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک

والض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے

ذریعے میری ہمیشہ نزدیکی حاصل

کرتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے

اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں

ان اللہ تعالیٰ قال من عادی

لی و لیاقترا اذنت رب الحرب

وما تقرب الی عبدی بشئ

احب الی مما افترضت علیہ

ولا یزال عبدی ینتقرب

الی بالذرا فل حتی احببتہ

فاذا احببتہ فکننت سمعہ

الذی یسمع بہ ویبصرک

الذی یبصر بہ ویدی التی

یبیطش بہا ورجلہ الستی

یمنشی بھاوان سائلی لا عظیمہ

صحیح بخاری ۲/۹۶۳ نوادہ الاصول ۱۱۵

اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں  
اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے  
وہ سنتا ہے اور میں اسکی آنکھیں  
بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا  
ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا  
ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور  
میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں  
جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر  
وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں  
اسے ضرور دیتا ہوں.....

اسی حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

جب بندہ نیکیوں پر مواظبت کرتا  
ہے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا  
ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے  
کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا ہے  
جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس  
کے کان بن جاتا ہے تو وہ شخص  
دور و نزدیک سے سنتا ہے اور  
جب یہی نور اس کی آنکھیں ہو گیا  
تو وہ دور و نزدیک سے دیکھتا ہے  
اور جب یہی نور جلال اس کے  
ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ ولی مشکور اور

و کت ال العید اذا و اظب علی  
الطاعات یبلغ الی المقام الذی  
یتزل اندہ کنت لہ سمعا و  
بصرا فاذا صار نور جلال  
اللہ سمع اللہ سمع القریب  
و البعید و اذا صار ذلک النور  
بصر اللہ رای القریب و  
البعید و اذا صار ذلک النور  
ید اللہ قدر علی التضر فی  
الصعب و السهل و البعید  
و القریب

آسان دور و نزدیک میں تصرف  
کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

تفسیر کبیر۔ زیبائت  
ام حسب ان اصحاب الکلم والرقیم

## حضرت امام شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں

عارفین (اولیاء) نے ذکر کیا کہ قوم  
میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں  
اللہ کے لئے اللہ کے ساتھ اللہ  
سے سنتے ہیں وہ انسانی سماعت سے  
نہیں سنتے بلکہ ربانی سماعت سے  
سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں  
وارد ہے کہ میں اس کے کان بن  
جاتا ہوں وہ جس سے سنتا ہے۔

و ذکر و ان من القوم من یسمع  
فی اللہ و یلذذہ و یبالی اللہ و من  
اللہ جل و علی و لا یسمع با  
لسمع الانسانی بل یسمع بالسمع  
الربانی کما فی الحدیث القدسی  
کنت سمعہ الذی یسمع بہ  
..... انتہی

تفسیر روح المعانی پ ۲۵/۱۰۲

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اولیاء کرام و امتیوں کی نشان دہی تو آقا  
دو جہان امام الانبیاء و المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سماعت  
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بصارت کی کیا نشان اقدس ہوگی۔

## حضرت فاروق اعظم کا دور سے دیکھ کر آواز پہنچانا اور حضرت ساریہ کا دور سے آواز سننا

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت  
ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ  
نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر امیر  
ساریہ نامی آدمی کو بنایا ایک مرتبہ  
حضرت عمر خطر دہتے ہوئے نکلا۔

عن ابن عمر ان عمر بعث  
جیشاً و امر علیہم رجلاً  
یذی ساریة فیینما عمر رضی  
اللہ عنہ یخطب ف جعل یبغ  
یا ساری الجبل۔ فقدم



اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جا رہے تھے  
 مرتبہ فرمایا لشکر سے ایک بیغام  
 لانے والا آیا اور کہا اے امیر المؤمنین  
 ہم دشمن سے ملے پس ہم شکست  
 کے قریب تھے کہ ایک پکارنے والے  
 نے پکارا اے ساریہ پہاڑ کی طرف  
 ہو جا۔ پس ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ  
 کی طرف کر لی پس دشمن کو شکست  
 ہو گئی۔ ہم نے حضرت عمر سے عرض  
 کی کہ آپ نے یہ آواز دی تھی۔

رسول من الجیش فقال یا  
 امیر المؤمنین لقینا عدونا  
 فہزمونا فاذا صالح یصبح  
 یا ساریة الجبل فأسندنا  
 ظہورنا الی الجبل فہزمہم  
 اللہ فقلنا لعمركنت  
 تصیح بذاذی

### تخریج حدیث:

- |                         |                                |                                       |
|-------------------------|--------------------------------|---------------------------------------|
| ۳۷۰/۶                   | الامام بیہقی                   | ۱- دلائل النبوة ولفظہ                 |
| ۵۸۶/۳ - ۵۷۹/۳           | الامام ابی نعیم                | ۲- دلائل النبوة                       |
| ۱۳۳۱ - ۱۳۳۰/۷           | الامام لاکانی                  | ۳- شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ |
| ۱۲۸ برقم ۲۶             | "                              | ۴- کرامات اولیاء اللہ                 |
| ابن الاعرابی            | بحوالہ تخریج الاربعین السلیمتی | ۵- کرامات اولیاء                      |
| الدیر عاقول             | التصوف۔ للسناوی ۲۴             | ۶- فوائد                              |
| ابو عبد الرحمن العسلی   | مع تخریج للسناوی ۲۴            | ۷- الاربعین                           |
| ابن سعد                 |                                | ۸- الطبقات البکری                     |
| لام طبری                |                                | ۹- تاریخ الاحم والملوک                |
| شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ۱۶۶/۲                          | ۱۰- ازالۃ الخفا عن خلافتہ الخلفاء     |
| تاج الدین السبکی        | ۳۲۴/۲ طبع جدید                 | ۱۱- طبقات الشافیہ البکری              |
| امام بیہقی              | ۲۰۳                            | ۱۲- کتاب الاعتقاد                     |

امام زکشی فرماتے ہیں :

وقد افرد المحافظ قطب الدين عبد الكريم الحلبي لهذا الحديث جزءاً  
ووثق رجال هذه الطريق ر الآلى المنشورة في الأحاديث المشهورة ص ۱۴۴  
عائذ قطب الدين عبد الكريم الحلبي نے اس حدیث کے طرق پر ایک مستقل کتاب  
تصنیف کی ہے اور اس سند کے تمام راویوں کی توثیق کی ہے ۔

امام حافظ سخاوی فرماتے ہیں

وهو اسناد حسن اور وہ سند حسن ہے

تخریج احادیث اسلامیة فی التصوف للسخاوی ص ۶۵ والمقاصد الحسنة ص ۳۴

آپ مزید فرماتے ہیں :

قلت و للقصّة طرق متها  
ماروی ابن مروویة من  
طریق میمون بن مهران  
عن ابن عمر عن ابیه ....  
ومنها ما اخرج الواقدی  
عن اسامة بن زید بن اسلم  
عن ابیه ..... ومنها ماروی  
سیف عن ابی عثمان و ابی عمرو  
بن العلاء  
تخریج احادیث اسلامیة فی التصوف ص ۶۴

میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کے کئی  
طرق ہیں ۔ ان میں سے ایک طریق  
وہ جس کو ابن مردویہ نے میمون  
بن مهران عن ابی عمر کی سند سے  
روایت کیا ہے اور ایک وہ جس  
کو واقدی نے اسامہ بن زید بن  
اسلم عن ابیہ کی سند سے بیان  
فرمایا اور وہ جس کو سیف نے  
عثمان اور ابو عمرو بن العلاء کی  
سند سے روایت کیا ہے ۔

حضرت امام شامی فرماتے ہیں

والاثر عن امیر المؤمنین  
اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی

سے یہ اثر صحیح سند سے ثابت کہ  
آپ نے فرمایا۔ یا ساریہ الجبل

عمر رذی اللہ تعالیٰ عنہ  
صحیح اندقال یا ساریہ  
اجابۃ الفوت فی رسائل ابن

عابدین ۲/۲۹

## صدیق الحسن بھوپالوی غیر مقلد نے تحریر کیا ہے

چنانچہ لوگ اب تک اس غار کو معظم جان کر تبرک حاصل کرتے ہیں۔ میں  
کہتا ہوں قصہ ساریہ کو میقتی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اور لاکائی نے  
تشریح السنۃ میں اور دیر عاقولی نے نوادر میں اور ابن الاعرابی نے کرامات  
اولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک عن نافع عن ابن عمر سے روایت کیا ہے۔  
الفاظ کا کچھ فرق ہے۔

حافظ ابن حجر نے اسبابہ میں کہا ہے کہ اسنادہ حسن  
رتکریم المؤمنین بتقویم مناقب خلفاء راشدین وراۃ

## مولوی احمد حسن دہلوی غیر مقلد نے لکھا ہے

اخرجه ایضاً ابو عبد الرحمن  
السلمی فی الاربعین وابت  
الاعرابی فی کرامات اولیاء و  
ابو نعیم فی الدلائل واللائکائی  
فی السنۃ وابت؛ عساکر فی سندہ  
رو حسن الالبانی اسنادہ، و  
قال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ  
(۳/۲) اسنادہ حسن ورو قال

اس نو ابو عبد الرحمن سلمی نے اربعین  
اور ابن اعرابی نے کرامات اولیاء و  
ابو نعیم نے دلائل واللائکائی نے  
سنہ اور ابن عساکر نے مستدری  
روایت کیا (البانی نے اس کی سند کو  
حسن کہا ہے) اور حافظ ابن حجر نے  
اسبابہ (۳/۲) میں اس کی سند کو  
حسن کیا اور حافظ ابن کثیر نے

المحافظ ابن كثير هذا استاد جيد  
 حسن: البداية ۱/۱۳۱ وخرجه  
 ايضا الخطيب في رواة مالك و  
 ابن عساکر في مسنده و ابن  
 مردويه بنحوه .....  
 تنقيح الرواة في تخريج  
 احاديث المشكوكه  
 (البداية والنهاية ۱/۱۳۱) میں کہا  
 کہ اس کی سند پختہ اور حسن ہے اور  
 اس کو خطیب نے روات مالک  
 اور ابن عساکر نے بھی اپنی مستدرک  
 اور ابن مردویہ اسی طرح روایت  
 کیا ہے۔

للأحمد حسن دہلوی والی سعید محمد شرف الدین دہلوی مع  
 الاستدراکات حافظ صلاح الدین یوسف حافظ نعیم الحق نعیم  
 کلہم من غیر مقلدین

جس پیائے آقا کے غلاموں کی یہ نشان ہے تو اس کی اپنی کیا نشان مبارک  
 ہوگی۔ لیکن نہ جانے منکرین نشان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بیماری  
 ہے کہ ہر عظمت و نشان والی چیز میں ان کو کچھ نہ کچھ عیب کیوں نظر آتے ہیں  
 اے تجھ کو کھائے تپ سقر  
 تیرے دل میں کس سے بخار ہے

حدیث نمبر ۲

واخبرنا ابو عبد الله المحافظ انبأ ابو عبد الله الصغار  
 ثنا ابو بكر بن ابي الدنيا حدثني سويد بن سعيد حدثني  
 ابن ابي الرجال عن سليمان بن سحيم قال:  
 رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقلت: يا  
 رسول الله، هؤلاء الذين يأتونك فيستسئون عليك

أَنْفَقَهُ سَلَامَهُمْ قَالَ: لَعَنَهُ وَأُرِدُّ عَلَيْهِمْ -

ترجمہ: حضرت سلیمان بن سعیم (تابعی) - تقی نے فرمایا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، میں نے عرض کیا - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کا سلام سنتے اور سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا - ہاں، ہم ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

تخریج حدیث:

۴۹۱/۳

امام بیہقی

شعب الایمان

۳۶۵/۳

زیوان / ابن عساکر

تہذیب تاریخ دمشق

۵۲۲/۴

امام غزالی

احیاء العلوم

۱۱۹

عبدالحق اشبیلی

کتاب العاقبہ

۶۴/۲

قاضی عیاض

الشفاء

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر متورہ میں زندہ ہیں اور صلاۃ و سلام سنتے اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اور کئی خوش نخت حضرات آپ کے جواب کو سماعت بھی فرماتے ہیں! اس کی تائید کئی احادیث ہیں جن میں سے کچھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر:

بند مذکور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

حدثنا احمد بن عیسیٰ حدثنا

عنه روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ

ابن وهب عن ابی صخران سعیداً

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المقبیری اخبرہ أنه سمع ابا

سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ اس

هريرة يقول سمعت رسول الله

ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت

صلى الله عليه وسلم يقول:

میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی جان ہے۔ البتہ ضرور حضرت  
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام امام  
منصف اور حاکم عادل بن کر  
نازل ہوں گے۔ یقیناً صلیب  
توڑیں گے اور خنزیر کو قتل  
کرینگے۔ لوگوں کے آپس میں  
معاملات درست فرمائیں گے اور  
لوگوں کی ایک دوسرے سے  
دشمنیاں ختم کر دیں گے اور مال  
پیش کریں گے تو کوئی اس کو  
نہ لے گا۔ پھر اگر وہ میری قبر پر  
کھڑے ہو کر کہیں گے۔ یا محمد  
تو میں ضرور بر ضرور ان کو جواب  
دوں گا۔

الذی نفس ابی القاسم بیہ  
لینزلن عیسیٰ بن مریم اماما  
مقسطا وحکماً عادلاً فلیکثر  
الصلیب ولیقطن الخنزیر  
ولیصلحن ذات البین  
ولیدھبن الشحناہ ولیعر  
فن علیہ المال فلا یقیبہ  
احد۔ ثولین قام علی قبری  
فقال یا محمد لا جبتہ  
مسدا بی بعلی تحقیق الاثری  
۱۰۸۶ موسسة علوم القرآن بیروت  
وتحقیق دکتور سلیم اسد ۱۱/۲۶۲  
دار المامون مون للترات بیروت

اور مستدرک حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں۔

وہ میری قبر پر حاضر ہو کر مجھے  
سلام عرض کریں گے تو میں یقیناً  
ان کو جواب دوں گا۔

ولیا تین فبری حتی یسلم علی  
ولاردن علیہ

مستدرک ۵۹۵/۲

امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے فرمایا صحیح ہے

امام ابوبکر الہیثمی فرماتے ہیں:

اس کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا  
اور اس کے راوی صحیح بخاری

رواہ ابویعلیٰ ورجالہ رجال  
الصیح

(مجمع الزوائد) باب ذکر الانبیاء ۲۱۱/۸ کے راوی ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: هونی الصحيح یخیر  
هذا السياق  
میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح  
بخاری (۱/۲۹۰) میں ان الفاظ  
کے علاوہ دوسرے الفاظ کے ساتھ

المقصد العلی فی زواجر ابی یحییٰ ۱۳۲/۳ موجود ہے۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف پر یہ بابت لکھا  
حیاتیہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میں حیات  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف

المطالب العالیۃ بزواجر ابی یحییٰ

الثمائیہ ۲۳/۴ ، ۳۲۹/۲

جہاں اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر ثابت  
ہو رہی وہیں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے، حج یا عمرہ کرنے والے شخص کو روضہ  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغے سے صلاۃ و سلام پیش  
کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے اور حج و عمرہ  
کے بعد مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور پر نیت کر کے جانا جائز  
نہیں بلکہ انبیاء کرام کا مبارک طریقہ ہے۔

اعتراض

اس حدیث شریف پر منکرین شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض

کرتے ہوئے کہا:

مسند احمد میں لیا تین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیہ... کے الفاظ ہی نہیں

اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ ہیں۔ مگر حاکم کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔

(محمد بن اسحاق پر مؤلف نے طویل جرح کی ہے)..... اور باقی حدیث کی کتب میں یہ الفاظ صحیح سند کے ساتھ کہیں نہیں ملتے۔ اور کیا عجیب ہے کہ یہ محمد بن اسحاق کے دلیل اور کذب کا ہی کرشمہ ہو۔ آئینہ تسکین الصدور۔ ۱۳۴ از شیر محمد جواب:

قارئین محترم یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور دیانت۔ اصل میں جو شخص انبیاء کرام کا گستاخ ہوتا ہے اچھی و بُری، پاک و ناپاک اور نیک و بد کی تمیز ہی نہیں رہتی۔ جہاں فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی روایت دیکھی، فوراً اس کو رد کرنے پر جہل گئے اور اپنی قسمت و قدر کی طرح صفحات سیاہ کرنے شروع کر بیٹے۔ مولوی مذکور نے اس روایت کے صرف ایک راوی محمد بن اسحاق پر جرح چار صفحات میں نقل کی ہے۔ حالانکہ اس میں محمد بن اسحاق مفرد نہیں ہے۔

ہم نے مانا کہ محمد بن اسحاق، ضعیف بلکہ زبردست ضعیف ہے لیکن کہاں؟ احکام میں حلال و حرام میں، فضائل اور تاریخ میں یہ راوی امام اور امتنا ہی ثقہ ہے جتنا کہ احکام میں کمزور ہے اور یہ حدیث شریف تو باب فضائل میں سے ہے۔ لہذا یہاں اگر یہ مفرد بھی ہوتا تو قابل قبول تھا جبکہ ہماری پیش کردہ روایت مستدابی یعلیٰ کی سند میں تو یہ راوی سر سے ہے ہی نہیں۔

اور مستدابی یعلیٰ کی سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں جیسا کہ امام ہنشی کے حوالہ سے گذرا۔ اس سند کا پہلا راوی احمد بن عیسیٰ ہے۔ اس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

دوسرا راوی ابن وہب یعنی عبداللہ بن وہب بن مسلم ہے۔ جو کہ زبردست ثقہ راوی ہے۔ اس سے بھی حضرات شیخین نے صحیحین میں روایت لی ہے۔

تیسرا راوی ابو صخر یعنی حمید بن زیاد

اس سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے جبکہ امام احمد، یحییٰ بن معین، ابن عدی وغیرہ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔

تہذیب الکمال ۵/۳۴۳، ۳۴۴



چوتھا راوی - سعید بن ابی سعید المقبری - یہ صحیحین کا کم کثری راوی ہے - اور  
زبردست ثقہ ہے - لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے اور حیات النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم فی القبر کی زبردست دلیل ہے -

## حدیث ۲ روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز آنا

عن سعید بن المسیب قال :  
لما نزل اسمع الاذان والاقامة  
فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ایاها الحرة تحتی علا الناس  
حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ  
ترقہ کے دلوں میں لوگوں کے واپس  
آنے تک میں ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آذان و  
اقامت کی آواز سنتا تھا

دلائل النيرة لابن تعيم ۲/۵۶۷

الفصل الثامن والعشرون: زبیر بن بکارتی اخبار المدینة بحوالہ اسئل الہدی والرشاد للشامی ۱۲/۳۵۷  
کرامات اولیاء اللہ - امام لاکھانی ۱۸۳/۹، سنن الدارمی - امام دارمی ۱۳۱/۴، طبقات ابی بکر لابن  
سعد ۵/۱۳۲، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبيہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یہ صحیح اثر بتا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں - اور  
پانچوں وقت آذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرماتے ہیں - جیسا کہ حضرات فقہا  
و محدثین نے فرمایا ہے -

## امام زرقانی فرماتے ہیں

لحياته في قبره يصلي فيه باذان  
واقامة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں  
حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور

آذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا

فرماتے ہیں -

زرقانی شرح المواہب

۱۰۹/۶

## امام عبدالوہاب الشحرانی فرماتے ہیں

وہجی فی قبرہ یصلی فیہ  
بأذان واقامة وکذا لک  
الانبياء۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت  
کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ایسے

کشف الغم عن جمیع الامتہ ۱/ ۶۷ کتاب النکاح  
ہی دیگر انبیاء کرام بھی ادا فرماتے ہیں

اس اثر پر بھی منکرین و معاندین نے چند اعتراضات کئے ہیں۔ جو کہ

مندرجہ ذیل ہیں :

مسعود الدین عثمانی نے کہا :

ایک ناقابل اعتبار روایت بیان کی جاتی ہے کہ واقعہ الحرة کے زمانہ جو ذوالحجہ  
۶۳ھ میں پیش آیا۔ تین رات دن مسجد نبوی میں نہ تو آذان دی جاسکی نہ اقامت  
ہوئی۔ لیکن سعید بن مسیب نے مسجد نہیں چھوڑی۔ وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے  
آنے والی ایک دبی دبائی آواز سے معلوم کر لیتے (رواہ الدراری مشکوٰۃ ۵/ ۵۱) سند  
یوں ہے :

اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزيز (عن سعید  
بن المسیب) اور یہ دونوں ناقابل اعتبار ہیں۔

سعید بن عبد العزيز کا سعید بن مسیب سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے  
یہ روایت منقطع ہے اور مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا اور عقیل کہتے  
ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۱۶) دیکھیں یہ آسانے (ک)  
معترض مذکور نے اس صحیح روایت کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کے لئے دو  
اعتراض کئے ہیں جو کہ بالکل غلط اور معترض مذکور کی جہالت اور علم حدیث سے  
ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۔ مروان بن محمد اور سعید بن عبد العزيز دونوں ناقابل اعتبار ہیں۔ کیوں؟

سعید بن عبد العزیز کا سعید بن مسیب سے سماع ثابت نہیں۔  
 اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے راوی ناقابل اعتبار کیسے ہوا؟ یہ قانون کس  
 نے کہاں تحریر فرمایا ہے؟ عثمانی کا کوئی گمراہ مرید اس کا جواب دے گا.....؟  
 ہمیں انتظار رہے گا۔

حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔ جناب سعید بن عبد العزیز جو کہ زبردست ثقہ  
 امام ہے اس کی حضرت سعید بن مسیب سے ملاقات کا قوی امکان موجود ہے لہذا  
 یہ روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ کیونکہ حضرت سعید بن مسیب کی وفات  
 بقول واقدی ۹۴ھ اور بقول ابو نعیم ۹۳ھ ہے (تہذیب الکمال ۴/۳۰۳)  
 اور امام یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کی وفات ۹۴ھ ہے (تہذیب التہذیب ۲/۸۶)  
 جبکہ سعید بن عبد العزیز کی ولادت حسن بن بشیر بن بلال کے قول کے مطابق  
 ۸۳ھ ہے۔ لہذا کم از کم دس سال اور زیادہ سے زیادہ سترہ سال کا عرصہ ہے کیا  
 اتنے سالوں میں آدمی دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتا؟

اور سندر کے اتصال کے لیے امکان لقا ہی کافی ہے جیسا کہ اصول کی کتب میں  
 تفصیل موجود ہے اور یہاں امکان لقا کا قوی ترین موجود ہے۔ لہذا یہ روایت  
 منقطع و مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

دوسرا اعتراض کہ مروان بن محمد کو ابن ترمذ نے ضعیف کہا ہے اور عقبلی کہتے  
 ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا!  
 ہم کہتے ہیں کہ مروان بن محمد زبردست ثقہ اور ثبت ہے۔ اور جہاں تک اس کا  
 مرجی ہونا ہے تو جب تک اپنے عقیدہ کے بارے میں روایت نہ کرے اس وقت تک  
 یہ جرح ہی تصور نہیں ہوگی۔ امام ابو حاتم اور صاحب بن محمد الحافظ نے فرمایا ثقہ ہے۔  
 امام عبد اللہ بن یحییٰ بن معاویہ الحاشمی نے فرمایا میں نے تین طبقات پائے  
 ان میں سے ایک سعید بن عبد العزیز کا اور اس طبقہ میں میں نے مروان بن محمد  
 سے زیادہ خاشع شخص نہیں دیکھا۔

امام سلیمان الدارانی نے کہا کہ میں نے کوئی شامی مروان بن محمد سے افضل نہیں دیکھا۔  
ان سے کہا گیا کہ اس کا شیخ سعید بن عبدالعزیز اور یحییٰ بن حمزہ بھی نہیں تو  
انہوں نے فرمایا وہ بھی نہیں۔

امام ابن حبان نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا۔

امام ابوزید فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد نے فرمایا تمہارے پاس تین محدث ہیں۔  
مروان بن محمد ولید بن مسلم اور ابومسہر۔

ابن معین نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ واقطنی نے کہا ثقہ ہے۔

(تہذیب الکمال ۱۸/۲۰-۱۹)

جب محدثین کے اتنی کثیر تعداد بالاتفاق اسی کی توثیق فرما رہی ہے تو پھر  
ابن حزم کا اس کو ضعیف کہنا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا ویسے بھی ابن حزم کا  
رد کیا گیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

اس کو ضعیف کہنا ابن حزم کی غلطی  
ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ابن  
حزم سے پہلے بھی کسی نے اس کو  
ضعیف کہا ہو۔

ضعفه ابن حزم خطأ لانا  
لانعلم له سلفا في تضعيفه  
(تہذیب التہذیب ۱/۹۶)

لذا عثمانی کا اس کو ضعیف قرار دے کر ناقابل اعتبار کہنا اپنے ایمان کو ہی ناقابل  
اعتبار کرنے کے مترادف ہے۔

## محمد حسین نیلوی مہاتی نے اعتراض کیا ہے

اس میں ایک راوی سعید بن عبدالعزیز جو ثقہ امام ہے۔ لکن اختلط  
فی آخر عمرہ (تقریب) لیکن اس کی اخیر عمر میں حافظہ خلط ملط ہو گیا تھا

نوائے حق ۱/۲۷۳

معلوم ہوتا ہے کہ جناب نیوی صاحب کو مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے اصول کا ہی علم نہیں ہے ورنہ ایسی ادھوری اور بے تکی بات ہرگز نہ تحریر کرتے۔

## مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول

### امام ابن الصلاح فرماتے ہیں :

والحکم فیہم اذہ یقبل  
حدیث من اخذ عنہم قبل  
الاختلاط ولا یقبل حدیث  
من اخذ عنہم بعد الاختلاط  
أو أشجل امره فلم یدر عنہ  
قبل الاختلاط أو بعدہ  
امقدمہ ابن الصلاح مع شرح  
التقیید والایضاح ۱۴۲۲

ان (مختلطین) میں حکم یہ ہے کہ  
ان کی حدیث اختلاط سے پہلے  
روایت لینے والوں سے قبول کی  
جائے گی اور جن راویوں نے ان سے  
اختلاط کے بعد روایت لی یا ایسے  
راوی کہ جن کے بارے میں یہ امر مشکل  
ہو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے  
روایت لی یا بعد میں تو ایسے  
راویوں سے روایت قبول نہیں  
کی جائے گی۔

تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ یہ اصول امام ابن حبان نے بھی بیان فرمایا ہے۔  
ملاحظہ فرمائیں :

کتاب المجرورین من المحدثین والغفاء والمتروکین ۲/۲۹۵ (ترجمہ محمد بن فضل)

نو ثابت ہوا کہ ہر مختلط کی روایت ہر حالت میں مردود نہیں ہوگی بلکہ جب ان سے  
روایت کرنے والا راوی اگر اختلاط سے پہلے روایت کرنے والا ہے تو روایت  
مقبول اور صحیح ہوگی۔

اور یہاں اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز سے راوی مروان بن محمد سے

جو کہ اس سے قبل الاختلاط روایت کرتا ہے۔

## امام ابن الصلاح فرماتے ہیں

واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجاً بروايته في الصحيحين أو أحدهما فإنه نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز وكان ما خرداعه قبل الاختلاط

اور اس قبیل کے راوی جن سے صحیحین یا ان میں کسی ایک میں روایت لی گئی ہے تو ہم پہچانیں گے کہ اس سے روایت کرنے والے نے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح ۴۶)

اور مروان بن محمد کی روایت سعید بن عبدالعزیز سے۔ صحیح مسلم میں موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے ان کے مختلط ہونے سے پہلے روایت لی ہے۔

## سعید بن عبدالعزیز کے متابع

اور پھر جناب نیلوی و عثمانی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز مفرد بھی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ مفرد ہونے کے باوجود بھی اتنا ثقہ ہے کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ یہاں تو اس کے ثقہ متابع موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

اخیرنا الوليد بن عطاء بن الأغر المكي قال: اخبرنا عبد الحميد بن سليمان عن أبي حازم قال: سمعت سعيد بن المسيب يقول

طبقات البكري لابن سعد ۱۳۲/۵

كرامات اولى الله للامام لا كافي ۱۸۳/۹

انہرنا محمد بن عمر قال: حدثني طلحة بن محمد بن سعيد  
عن ابيه قال: كان سعيد بن المسيب ايام الحجرة في المسجد

طبقات الكبرى لابن سعد ۵/۱۳۲

پہلی سند میں سعید بن عبد العزیز کا مطابِع ابو ہازم سلمہ بن دینار سے جو کہ  
صحیحین کا زبردست ثقہ راوی ہے۔ نہ تو اس کے ہاں سے یہ جرح ہے کہ یہ مختلط  
ہو گئے تھے اور نہ ہی ان کی سعید بن مسیب سے ملاقات پر اعتراض ہے۔  
جبکہ دوسری سند میں سعید بن عبد العزیز کا مطابِع محمد بن سعید ہے جو کہ حضرت سعید  
بن المسيب کا بیٹا ہے اور یہ بھی ثقہ ہے۔

جب یہ روایت سند و متن کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے تو اس کو ماننا ہی  
مسلمانی ہے۔ لیکن ایک نام نہاد (غیر مقلد) الحدیث کی بھی سُننے کہ وہ صاحب  
کیا کہہ رہے ہیں۔

واقعہ حرہ میں سعید بن المسيب کا مسجد نبوی میں اذان سننا مدعا کے لحاظ  
سے بالکل بے معنی ہے۔ سعید بن المسيب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں  
پہچانتے تھے ممکن ہے یہ آواز کسی پاکباز جن یا فرشتہ کی ہو۔ اس سے آنحضرت کی  
ذبیوی زندگی کیسے ثابت ہوئی۔

تخریک آزادی نگر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۶ از مولوی اسمعیل سلفی

استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے ان بوٹوں کا گندہ عقیدہ  
قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پاکباز جن یا فرشتہ تو نہیں بولا البتہ اس  
مولوی مذکور کی زبان و قلم پر ضرور کسی نصیحت جن یا ابلیس کا قبضہ ہے۔  
آج تک کسی راسخ العقیدہ مسلمان نے یہ قول نہیں کیا سوائے ابن تیمیہ یا  
اس کی درتیت کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو ارشاد فرمایا کہ میری قبر پر فرشتہ ہے جو  
مجھے تمہارا (امت کا) درود و سلام پہنچاتا۔ یہ کسی حدیث شریف میں نہیں کہ جن

یا فرشتہ میری قبر میں اذان دیا کرے گا۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے تو اس کا حوالہ  
سلفی صاحب کے حواریوں کی طرف سے آنا چاہیے۔

اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ اپنی دیگر گستاخیوں کے ساتھ ساتھ اس  
گستاخی کی سزا بھی بھگت رہا ہوگا۔ اب اس کے حواریوں کو ہی اپنی گستاخانہ ذہنیت  
سے توبہ کرینی چاہیے۔ یہ تو وہ بارگاہ ہے کہ جس کے بارے کسی نے کہا:

لے سانس بھی آہستہ کہ دریا رہی ہے

ادب گاہیت زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید بنید و یازید اینجا

نشا بدیمیر

حضرت امام ابراہیم بن بشار فرماتے  
ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا  
تو مدینہ شریف حاضر ہوا اور آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف  
گیا اور سلام عرض کی تو میں نے  
حجرہ سے رعلیک السلام کی آواز  
سنی:

عن ابن بشار قال حججت فی  
بعض السنین فحجت المدینة  
فتقدمت الی قبر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت  
علیہ فسمعت من داخل الحجر  
رعلیک السلام

ابن النجار بحوالہ سبل الہدی  
والارشاد شفا السقام ج ۱ ص ۱۹۹

نمیکر

بسنہ مذکور حضرت امام عبید اللہ  
بن عبد الملک بن محمد بن نفوذ  
انکرجی قطب وقت فرماتے ہیں کہ  
میں نے اکیلے حج کیا اور حج سے

ابن نجار ہی روایت کرتے ہیں  
اخیرنی ابو محمد مدد دین  
علی بن محمد بن عبد اللہ  
بن المسلمة قال: انبأ ابو الفرج  
المبارک بن عبد اللہ بن محمد



سے پہلے مدینہ طیبہ نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری  
 دی۔ پس میں مدینہ میں داخل ہوا  
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبر  
 منورہ) کی زیارت کی اور حجرہ پاک کے  
 قریب بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے  
 دوران ہی شیخ ابوبکر دیار بکری  
 حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے مواجہ شریف کے سامنے  
 کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام علیک  
 یا رسول اللہ تو میں نے حجرہ شریف  
 سے آواز سنی وعلیک السلام  
 اے ابوبکر۔ راوی کہتا ہے میں نے  
 شیخ ابونصر الکرجی سے پوچھا  
 اے میرے آقا آپ اس بات کی  
 تصدیق کرتے ہیں کیا آپ نے  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 سلام کا جواب سنا تو انہوں نے  
 فرمایا میں نے اور اس وقت جتنے  
 لوگ حاضر تھے۔ سب نے حجرہ  
 سے سنا۔ السلام علیک یا ابابکر۔

بن النضر و قال حکى لى شيخنا  
 ابونصر عبد الواحد بن  
 محمد بن ابى سعد الصوفى  
 الكرجى قال: حججت على  
 الانفراد وقصدت المدينة  
 صلوات الله على ساكنها قبل  
 الحج لزيارة النبي صلى الله  
 عليه وسلم والحج بعد ذلك  
 لاحظى بزيارة النبي صلى الله  
 عليه وسلم، فدخلت و  
 زرت النبي صلى الله عليه  
 وسلم وجلست عند الحجر  
 فبينما أنا بالساذ دخل الشيخ  
 ابوبكر الديار بكري ووقف،  
 يا زاء وجه النبي صلى الله عليه  
 وسلم وقال: السلام عليك  
 يا رسول الله فسمعت  
 صوتاً من الحجر وعباد السلام  
 يا ابابكر فقلت لشيخ ابى نصر  
 الكرجى مستبشراً: يا سيدى:  
 سمعت النبي صلى الله عليه وسلم  
 رد عليك: فقال سمعت من

داخل الحجر: وعليك السلام يا ابابكر وسمعت من حاضر

ذيل تاريخ بغداد ابن سنجار ۱/ ۲۵۴، ۲۵۵

ایسے بیتیہار واقعات ہیں کہ بعض اولیاء کرام علیہم رحمہ نے جواب سنا، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء کرام کی قبور پر جا کر ان سے سوال کرنا یہ سنت انبیاء اور ان حضرات کا قبور سے جواب دینا یہ بھی حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔

## حیاء اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ

حضرتنا ابن فضیل عن سلیمان  
الشیخی من سفیان عن ابی  
اسحاق عن عمارة بن عبد  
عن علی قال: انطلق موسیٰ  
وبارون وانطلق شبر و  
شبر فانتھروا الی  
جبل قیہ سوریر فنام  
علیہ ہرمان قبض روحہ  
فرجع موسیٰ الی قومہ فقالوا  
انت قتلته حسدنا علی  
خلقه قال: کیف اقلناه  
معی ابناؤہ قال فاختار  
واسبعین رجلاً قال  
فانختاروا من کل سبط  
عشرة قال وذلک و  
قولہ واختار موسیٰ قومہ

بسنہ مذکورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے کہ حضرت موسیٰ و  
ہارون اور شبر و شبر تشریف  
لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ  
پر پہنچے۔ وہاں ایک تخت تھا  
تو حضرت ہارون علیہ السلام  
اس پر آرام فرمانے کے لئے  
بیٹ گئے اور ان کی روح قبض  
ہو گئی تو حضرت موسیٰ اپنی قوم  
کے پاس واپس آئے تو انہوں  
نے کہا کہ اے موسیٰ تو نے حضرت  
ہارون پر حسد کیسے ہوئے ان کو  
قتل کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام  
نے فرمایا میں اس کو کیسے قتل  
کر سکتا ہوں جبکہ اس کے دلوں  
بیٹے میرے ساتھ تھے تو آپ

سبعین رجلاً فانتھروا۔ الیہ  
فقاتلوا من قتلک یا ہارون؟  
قال: ما قتلنی احد، ولكن  
توفانی اللہ۔  
مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۵۲۹، ۵۳۰  
کتاب الفضائل  
تاریخ طبری ۱/۲۲۴، ۲۲۵  
تفسیر ابن جریر ۹/۵۱

نے فرمایا کہ ستر آدمی منتخب کر دے  
فرمایا ہر گروہ سے دس آدمی لو  
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول  
(واختار موسیٰ قومه سبعین رجلاً)  
کا اسی طرف اشارہ ہے حتیٰ کہ  
وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے  
حضرت ہارون کو (قبر سے) آواز  
دیتے ہوئے کہا اے ہارون تجھ  
کو کس نے قتل کیا ہے تو حضرت  
ہارون نے (قبر سے) آواز دی اور  
فرمایا مجھے کسی نے بھی قتل نہیں  
کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وراثت  
دی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع  
ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

### تفسیر صحابی رضی اللہ عنہ

امام حاکم فرماتے ہیں

و تفسیر الصحابی عنہما  
مسند

اور صحابی کی تفسیر امام بخاری اور مسلم  
کے نزدیک مسند مرفوع ہوتی ہے

مسند حاکم ۱/۲۲۳، ۲۸۵/۲

معرفة علوم الحديث للامام حاکم - ۲۰

الاحادیث المختارة: فیما ۱۰۰۰ الحدیث القدسی ۱۶۳/۲

توجیہ النظر الی اصول الاثر - طاہر بن صالح بن احمد بحر اثری - ۱۶۵

ارشاد طلاب الحقائق الی معرفتہ سنن خیر الخلائق - امام نووی ۱۶۴

اس حدیث تشریف سے کئی مسائل حل ہوئے -

یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور پر حاضر ہو کر حاضر کے سینہ سے پکارنا -

ان کو زندہ تصور کرتے ہوئے خطاب کرنا

انبیاء کا قبور مقدسہ میں آواز سننا

سوالوں کا جواب دینا کہ تمام حاضرین ان جوابات کو سن سکیں -

نیت کر کے گھر سے قبر نبی کی طرف جانا

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرات انبیاء کرام سنتے، جانتے اور جواب دیتے ہیں - یہ

شُرک نہیں بلکہ نبیوں کا پاک عقیدہ ہے

اس حدیث تشریف سے معلوم ہوا کہ منکرین حیات انبیاء و سماع فی القبور

کے عقائد بالکل غلط اور عقائد انبیاء و صحابہ سے بالکل متضاد و متضادم ہیں -

## حدیث نمبر ۲۱

وما یدل علی جیاتهم ما اخیرنا ابو عبد اللہ محمد عبد اللہ  
الحافظ اخیرنی ابو محمد المزنی ثنا علی بن محمد بن  
عیسیٰ ثنا ابوالیمان انبیا شعیب عن المذہری قال اخیرنی  
ابو سلمة بن عبد الرحمن وسعید بن المسیب ان ابا  
هريرة قال :

استب رجل من المسلمین ورجل من الیهود فقال المسلم:  
والذی اصطفی محمد علی العالمین فاقسم بقسم  
فقال الیهودی: والذی اصطفی موسیٰ علی العالمین  
ترفع المسلم عند ذلک یدہ فنظم الیهودی  
فذهب الیهودی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبره  
بالذی کان من امریه و امر المسلم فقال النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم :-

لا تُخیرونی علی موسیٰ فان الناس یعتقدون فاکون  
اولاً من یفیبق فاذا موسیٰ باطشاً بحاتب العرش فلا  
ادری اکان فیمن صعت فافاتی قبلی اوکان میکن استثنی  
اللہ عزوجل :-

رواه البخاری فی الصحیح عن ابی الیمان و رواه المسلم عن عبد اللہ  
بن عبد الرحمن وغیره عن ابی الیمان

میں مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے  
فرمایا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کی آپس میں تالیح کلامی ہو گئی۔ مسلمان

نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور یہودی بولا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اس پر مسلمان نے یہود کو زور دار طمانچہ مار دیا۔ یہودی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان کا باہم ماجرہ سنایا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :  
 مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو کیونکہ لوگ (صو را مرفیل کی) کرٹک سے بیہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایا پکڑے ہوں گے۔ میں از خود نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور تجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا۔ یا پھر ان میں سے ہوں گے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

تخریج حدیث :

۴۱۱/۲	۳۲۵/۱	بخاری شریف
۲۶۷/۳		مسلم شریف
۲۸۶/۲		ابوداؤد شریف
۳۳/۳	۲۶۴/۲	مسند امام احمد
۵۱۱/۱۱		مصنف ابن ابی شیبہ
۵۲۰/۱۱		مسند ابی یعلیٰ عن ابی سعید (طرف الآخر منہ)
۴۱۸/۲		السنن الکبریٰ للنسائی
۱۰۵/۱۵	تا ۱-۴/۱۵	شرح السنۃ للإمام یعقوب
۱۹۰/۱		المعجم الارسط امام طبرانی عن ابی سعید طرف منہ

یہ حدیث تشریف بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات

تشریف پر واضح دلیل ہے۔

تفاریح حیات الانبیاء

## حضرت علامہ محمد بن محمد النجاشی البوسنی فرماتے ہیں

وجز احتجاج البیهقی بہذین  
الحدیثین علی حیاة الانبیاء  
یعدون فاتهم ان الصعق هو  
الغشی او الموت وهذا  
لا یقبلہ الا من کان فی ذلك  
الوقت حیا حتی لا یكون  
تحصیل حاصل فموسیٰ علیہ  
السلام لا یخلوه الحال اما  
ان ینکون صعق اولم یقعن  
یل حوسب لصعقه یوم  
الطور فعلی کلا العالین  
فیہ دلالة علی حیاة و  
سائر الانبیاء مثله فی ذلك  
شرح حیاة الانبیاء للبوسنی<sup>۲</sup>

حضرت امام بیہقی کے ان دونوں  
حدیثوں سے حیات الانبیاء پر  
استدلال کی وجہ یہ ہے کہ صعق  
غشی کو کہتے ہیں یا موت کو، اور  
یہ اس پر آسکتی ہے جو کہ اس  
وقت زندہ ہو تاکہ تحصیل حاصل  
لازم نہ آئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ  
علیہ السلام پر غشی آئے گی باپھر  
غشی بھی طاری نہ ہوگی بلکہ  
کوہ طور کی غشی سے ہی ان کا  
محاسبہ ہو چکا ہے پس ان دونوں  
حالاتوں میں آپ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء  
کرام علیہم السلام کے زندہ  
ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

## حضرت امام علی بن برہان الدین حلی شافعی فرماتے ہیں

وفیہ ان هذا یقتضی ان  
الانبیاء علیہم الصلوٰۃ  
اس حدیث شریف میں یہ  
(فرع) اس بات کا مقتضی

والسلام یفزعون لانهم  
احیاء ر انسان العیون ۳/۲۷  
باب نذہ من حصائل صلی اللہ علیہ وسلم  
ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم  
السلام پر فزع طاری ہو گا  
کیونکہ وہ زندہ ہیں۔

علامہ ابن قیم نے تحریر کیا

فاما صعق غیر الانبیاء  
فموت، اما صعق الانبیاء  
فلاظہرانہ غشیة  
صعقہ غیر انبیاء کے لیے تو  
موت ہے لیکن انبیاء کے لئے  
صعقہ کا معنی غشی ہے۔

کتاب الروح - ۵۸ المسألة الرابعة

حضرت امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں !

الموت لیس بعدم اسماء  
انتقال من دار الی دار فاذا  
كان هذا المشهور وكان الانبياء  
بذاتك احق واولی مع انہ  
صح صلی اللہ علیہ وسلم ان  
الارض لا تأکل اجساد  
الانبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
موت عدم محض کا نام نہیں ہے  
بلکہ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر  
کی طرف منتقل ہونا ہے۔ جب  
یہ شہداء کے لئے ثابت ہے تو  
انبیاء کرام تو اس کے زیادہ  
حق دار اور اولی ہیں۔

عمدة القاری ۲/۲۵

حضرت امام شمس الدین ابو بکر القرطبی فرماتے ہیں

فاما صعق غیر الانبیاء فموت  
واما صعق الانبیاء فالاظہر  
غیر انبیاء کے لیے تو صحقہ  
موت ہو گی لیکن حضرات انبیاء



کرام کے لئے غشی ہوگی پس جب  
صور میں پھونکا جائے گا تو مردے  
زندہ ہو جائیں گے اور سب یہوش  
ہوش میں آجائیں گے۔

انه غشية فاذا نفع في الصور  
نفخة المبعث فمن مات  
حيي ومن غشى عليه افاق  
التذكرة في احوال الموتى وامور الآخرة<sup>۶۸</sup>

## حضرت امام حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں

اور علماء کی ایک جماعت کہ جن میں  
سے امام بیہقی اور امام قرطبی ہیں  
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اللہ تعالیٰ کے فرمان  
رو نفع في الصور... کے  
زمان کو حیاۃ الانبیاء پر محمول  
فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا، میں  
سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور  
اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام  
عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے  
کیونکہ انبیاء کرام کی حیات  
شہداء کی حیات سے بلاشک و  
شبه اکمل ہے لہذا وہ بھی زندوں  
کے حکم میں شامل ہیں اور زندوں  
کے ساتھ ان پر صعقہ ہوگا۔  
لیکن وہ غشی کی حالت یہ ہوگی نہ  
کہ موت کی۔

وعلى هذا حمل طائفة من  
العلماء منهم البيهقي و  
ابوالعباس القرطبي : قول  
النبي صلي الله عليه وسلم  
في قوله تعالى : ونفخ في  
الصور فصعق من في السموات  
ومن في الارض الا من  
شاد الله ثم نفخ فيه  
اخري (الزمر ۶۷ پارہ ۲۷)  
فاكون انا اول من يبعث  
فاذا موسى آخذ بالعرش  
(المحريت)..... ولان حياة  
الانبياء اكمل من حياة  
الشهداء بل اربب فتشملهم  
حكم الاحياء ايضا ويصعقون  
مع الاحياء حنيذ لكن  
صعقة غشية لا صعقة موت

احوال القبور و احوال اهلها الى الثنور ۱۲۵ حدیث ۲۲۸

جہاں ان دونوں احادیث (۲۲، ۲۱) سے حیاۃ الانبیاء فی قیورہم ثابت ہوتی ہے وہاں ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاشق رسول اپنے پیارے آقا کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک یہودی صرف اتنا کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہاں پر فضیلت دی تو مسلمان عاشق صادق صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ قائل یہودی ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کی شان بیان کرے۔ لیکن صحابی رسول رضی اللہ عنہ اتنا بھی سنا گوارا نہیں کرتے۔ یہی عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ محب کو محبوب کے بارے میں غیرت مند ہونا چاہیے

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ غیرت دینی و عشق رسول ہے کہ یہودی کے منہ سے صرف اتنی سی بات سن کر طیش میں آجاتے ہیں اور ادھر آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ شیطان و ملک الموت کی طاقت و علم نہیں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد بتا رہے ہیں اور اس پر مناظرے کرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں اور اس کے سامنے ساختہ محبت و دناغ صحابہ کا نعرہ بھی لگا رہے ہیں۔ (رفیاء للعجب)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو یا حضرات انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو تو یہ آپ کا فرمانا تو واضح کے طور پر ہے۔

**حضرت امام ابن الخلال امام احمد سے روایت کرتے ہیں**

وذهب فیہ الی ان التبی صلی اس میں وہ امام احمد وغیرہ اور

طرف گئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے توافحاً فرمایا ہے۔

اللہ علیہ وسلم انما اراد  
التوافح بہ

رسنۃ لابن الخلال ۱۹۲۱  
باب الفضائل نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

## قاضی عیاض فرماتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور  
توافح اور تکبر و غرور کی نفی کے  
طور پر فرمایا۔

انہ قالہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علی طریق التوافح ونفی  
الکبر والجب

شفاء شریف ۱۲۲/۱۲۳

## حدیث نمبر ۲۲

وفي الحديث الثابت عن الاعرج عن ابى هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال:

لا تفضوا بين انبياء الله تعالى، فانه ينفخ في الصور ليصعق من في السموات ومن في الارض الا من يشاء، الله ثم ينفخ فيه اخرى فاكون اول من بعث، فاذا موسى اخذ بالعرش، فلا ادري، احوسب بصعقة يوم الطور ام بعث قبله

اور صحیح و ثابت حدیث میں ہے جو کہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ہر جان پر غشی طاری ہو جائے گی۔ سوائے اس کے جیسے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اچانک میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں کہتا کہ کب یا طور کی بے ہوشی ہی ان کی کفایت کرے گی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔

امام بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں

انه قاله تواضعا ونفيا للكبر  
 العجب  
 عمدة القاری ۲/۲۵۱ کتاب الخصویات

آپ نے یہ تواضعا اور تکبر اور غرور کی  
 نفی کے طور پر فرمایا۔

حضرات محدثین کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ  
تواضعاً فرمایا تھا۔ یا پھر اس تفضیل سے مراد وہ تفضیل ہے کہ جس سے کسی دوسرے  
نبی علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

### قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

ألا يَفْضِلُ بَيْنَهُمُ يُوْرِي خیر دار انبیاء کرام کے درمیان ایک  
الی تنقِصٍ بَعْضِهِمُ دوسرے پر ایسی فضیلت نہ دو کہ ان  
اشفاء ۱۴۲/۱ میں سے بعض کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

اس سلسلہ میں حضرات علمائے کرام نے مزید بھی کئی اقوال درج فرمائے ہیں  
ملاحظہ فرمائیں الشفاء للقاتی ۱۴۲، اعمدة القاری شرح صحیح بخاری ۲/۱۵۱ وغیرہما

سب سے اعلیٰ و ادلی ہمارا نبی

سب سے بالا و والا ہمارا نبی

ہم لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں اور ایسی تفضیل

منع نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت قاضی عیاض ہی فرماتے ہیں

منع التفضیل فی حد النبوة جس تفضیل سے منع کیا گیا ہے

والرسالة فان الانبياء ربيها على وہ نفس نبوت و رسالت میں

حد واحد ذی شئی واحد تفضیل ہے کیونکہ حضرات انبیاء

لا يتفاضل وانما التفاؤل کرام اس وصف میں ایک جیسے

فی زیادة الاحوال والخصوص ہیں اور ان میں باہم تفاضل نہیں

والكرامات والرتب وامر ہے نہ بیشک تفاضل احوال و

واللطف واما النبوة فی فضائل و کرامات مراتب و

الطاف وغیرہ میں ہوتا ہے اور نفس

وانما التفاؤل بامور اخر نبوت میں کوئی تفاضل نہیں بلکہ

زَامِدَةً عَلَيْهِمْ وَلِذَلِكَ مِنْهُمْ  
رُسُلٌ وَمِنْهُمْ أُولُو عِزٍّ مِنْ  
الرُّسُلِ وَمِنْهُمْ مَنْ رُفِعَ مَكَانَهُ  
عَلِيًّا وَمِنْهُمْ مَنْ أَوْتِيَ  
الْحِكْمَ صَبِيحًا وَأَوْتِيَ لِبَعْضِهِمُ  
الزُّبُرَ - وَلِبَعْضِهِمُ الْبَيِّنَاتِ  
وَمِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ مَرَّةً  
بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ - قَالَ اللَّهُ  
تَعَالَى وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ  
النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ الْآيَةَ  
وَقَالَ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا  
بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ الْآيَةَ  
الشفاء بتعريف حقوق المصطفى  
۱/۲۳ (فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم)

تفاضل دیکر اسور کی رہبر سے ہے  
جو کہ اس پر زائد ہے۔ لہذا  
اسی لئے ان میں سے کوئی رسول  
ہے اور کوئی رسولوں میں سے  
ار لو المزم اور کوئی وہ کہ جسکو  
بلند مقام پر اٹھایا گیا اور  
کسی کو پچھنے میں نبوت دی گئی  
اور کسی کو زیور دی گئی اور بعض  
کو درشن معجزات دیئے اور کسی کے  
ساتھ کلام فرمایا اور کسی کو  
سب پر درجوں میں بلندی عطا  
فرمائی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
فرمایا تحقیق ہم نے بعض انبیاء کو  
بعض پر فضیلت دی اور فرمایا  
یہ رسول ہیں کہ ان میں سے بعض

کو ہم نے بعض پر فضیلت دی (الآیۃ)

تو اس سے معلوم ہوا کہ درجات و معجزات کے لحاظ سے حضرات انبیاء کرام  
مختلف مراتب رکھتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور فرشتوں  
بکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ پر حضرت امام اہلسنت  
مجددین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی نے مستقل تصنیف تحریر  
فرمائی ہے جس کا مبارک نام "تجلی الیقین بات نبینا سید المرسلین" ہے  
یہاں موقع کی مناسبت سے مختصراً اس مسئلہ پر عرض کیا جاتا ہے



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔  
 حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ مقام محمود کیا ہے۔  
 آپ نے ارشاد فرمایا شفاعت

حتى تنتهي الشفاعة الى  
 النبي صلى الله عليه وسلم فذلك  
 يبعثه الله المقام المحمود  
 بخاری ۶۸۶/۳ کتاب التفسیر  
 ترمذی

حتیٰ کہ لوگ مقام شفاعت پر  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 پاس پہنچے گا۔ پس اللہ تعالیٰ  
 ان کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سئل عنها قال هي شفاعة  
 تفسیر ابن جریر ۹۸/۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا  
 گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

اور یہی قول حضرت سلمان ناسی حضرت قتادہ حضرت عبداللہ بن عباس  
 امام حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے؛ ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن جریر ۹۸/۵

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت عرش الہی پر جلوہ فرما ہونگے**

زبے عزت و اعتلائے محمد کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

مقام محمود کی تفسیر میں دو نراقوں یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم  
 یوم القيامة بین یدئ العرب  
 عز وجل علی کرسی الرب تبارک  
 وتعلک

بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ  
 کے سامنے اللہ کی کرسی پر جلوہ افروز  
 ہوں گے۔

السنة: لابی بکر الخلال، ۲۱۱/۲۶ تفسیر ابن جریر ۱۰۰/۱۵



حضرت امام مجاہد شاگردِ رشید حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں :  
 یجلسہ علی العرش آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر رونق  
 لالسنة لابن الخلال ۲۱۳ تا ۲۱۹ افروز ہوں گے ۔

باسانید شتی تفسیر ابن جریر (۹۸/۱۵)

حضرت امام محمد بن احمد بن واسل فرماتے ہیں ۔

من رد حدیث مجاہد قہر جس نے حضرت مجاہد کی مذکورہ  
 جہمی السنۃ: ۲۱۲/۱ حدیث کو رد کیا وہ جہمی بدعتی ہے

حضرت امام ابو داؤد فرماتے ہیں ۔

من انکر هذا قہر عندنا متہم جو اس سے انکار کرے وہ ہمارے  
 السنۃ: ۲۱۲/۱ نزدیک متہم ہے ۔

امام احمد بن احمد المزنی فرماتے ہیں ۔

من رد هذا قہر متہم علی اللہ ورسولہ وشرعنا  
 جو اس قول کو رد کرے وہ اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھنا  
 کافر و زعمان من قال هذا فہو ثنوی، فقد زعم ان  
 ہے اور وہ ہماری نزدیک کافر ہے ۔ اس کا گمان ہے کہ جو یہ  
 العباد والتابعین من ثنویہ قول کرتا ہے وہ ثنوی (گمراہ فرقہ)  
 ومن قال بهذا فہو زندق ومن قال بھذا فہو زندق  
 ہے اور اس کا گمان ہے کہ علما اور تابعین ثنوی تھے ۔ اور جو ان  
 یقتل السنۃ: ۲۱۵/۱ بزرگوں کو یوں کہتے وہ زندق  
 ہے لہذا اس کو قتل کیا جائے گا

محدثین کرام اور حدیث حضرت مجاہد

قال ابو بکر بن حماد المقری حضرت امام ابو بکر بن حماد المقری

نے فرمایا کہ جس کے پاس یہ احادیث  
بیان کی جائیں تو وہ خاموش رہے  
تو اس کے اسلام میں شک ہے  
تو جو ان احادیث پر طعن کرے  
اس کا کیا حال ہوگا۔ امام ابو  
جعفر دقیقی فرماتے ہیں جس نے  
یہ احادیث رد کیں وہ ہمارے  
نزدیک گمراہ جھمی ہے اور ان  
کے د کرنے والے کو کہا جائے گا  
کہ ڈر، امام عباس الدورنی فرماتے  
ہیں اس کو سوائے متہم شخص کے  
کوئی رد نہیں کرے گا۔ امام سخا  
بن راہویہ (امام بخاری کے  
استاد) فرماتے ہیں۔ اس حدیث پر  
ایمان لاتا اور اس کو تسلیم کرنا  
چاہیے اور امام ابوعلی قزوستانی  
نے فرمایا جس نے اس حدیث کو  
رد کیا وہ جھمی ہے امام عبد الوہاب  
اوراق نے اس شخص کے لیے کہ  
جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے عرش پر جلوہ فرما ہونے کی  
نفیلت کو رد کیا فرمایا وہ متہم  
علی الاسلام ہے یعنی اس کے

من ذكرت عنده هذه الأحاديث  
فسكتوا صرمتهم هي  
الاسلام فكيف من طعن  
فيها۔ وقال ابو جعفر الدقيق  
من ردها فهو عندنا جهمي  
وحكم من رد هذا ان يتقا  
وقال عباس الدوري لا يرد  
هذا الا متهم، وقال اسحاق  
بن راهوية: الايمان بهذا  
الحديث والتسليم له: و  
قال اسحاق لابي علي القوهستاني  
من رد هذا الحديث فهو  
جهمي وقال حماد الوهاب  
اوراق: للذي رد فضيلة  
النبي صلي الله عليه وسلم  
يقعده على العرش، فهو  
متهد على الاسلام وقال  
ابراهيم الاصبهاني: هذا  
الحديث حدث به العلماء  
منستين ومائة سنة و  
لا يرد الا اصل البدع۔ قال  
وسألت حماد بن علي  
عن هذا الحديث؟ فقال:

اسلام میں شک ہے۔ امام ابراہیم  
اصبہانی نے فرمایا اس حدیث کو  
علماء ایک سو ساٹھ سال سے  
بیان فرما رہے ہیں اور اس کو  
سوائے بدعتیوں کے کسی نے رد  
نہیں کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے  
حمدان بن علی سے اس حدیث کے  
متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا  
میں نے اس کو پچاس سال سے  
ککھا ہے اور میں نے کسی کو نہیں  
دیکھا کہ اس کو رد کرے سو آئے  
اہل بدعت کے۔ امام ہارون بن  
مہروف نے فرمایا اس کا سوائے  
اہل بدعت کے کون انکار نہیں  
کرے گا۔ انہوں نے ہی فرمایا  
اللہ تعالیٰ اس حدیث سے  
زنادتہ کی آنکھوں کو جلائے محمد  
بن اسمعیل اسبی نے فرمایا  
جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ  
کی بارگاہ میں جو مجاہد نے کہا وہ

کتبتہ من خمین سنة و  
ما رایت لحداً ایرون الا اہل  
البدع وقال ہارون بن  
مہروف: وما ینکر هذا  
الا اهل البدع قال ہارون  
بن معروف هذا حدیث  
یسخرن اللہ بہ اعین الزنا  
رقہ: قال: وسمعت محمد  
بن اسمعیل السلی یقول:  
من توہم ان محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم لم یتوجب  
من اللہ عزوجل ما قال  
مجاہد: فهو کافر باللہ  
العظیم قال: وسمعت ابا  
عبد اللہ الخفاف یقول  
سمعت محمد بن مصعب  
یعنی العابد یقول، ثم  
یقعد علی العرش لیری  
الخلایق منزلة

السنة: لابن الخلال: ۲۱۶/۲۱۷  
بسنہ صحیح

اس کے حقدار نہیں، میں تو وہ اللہ  
عظیم کے ساتھ کفر کرتا ہے امام  
ابوعبداللہ الخفاف نے فرمایا،  
میں نے امام محمد بن مصعب العابد  
سے سنا انہوں نے فرمایا یاں آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم عرض پر تشریف  
فرما ہوں گے تاکہ مخلوق آپ کی  
قدر و منزلت کا نظارہ کرے۔

## حضرت امام ابوالعباس ہارون بن عیساٰ لہا شمی ۲۷۰ فرماتے ہیں!

من رد حدیث مجاہد فہو  
عندی جہمی ومن رد فضل  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو  
عندی زندق لا یتتاب  
ویقتل لان اللہ عز وجل  
قد فضلہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علی الانبیاء علیہم السلام و  
قد روی عن اللہ عز و  
جل قال: لا اذکر الا ذکرت  
معنی و بیروی فی قولہ  
زَعَمْتُ لَیَّ قَالَ: بِحَبِیَاتِکُمْ  
و بیروی انہ قال: (یا حمد  
لوالدی ما خلقت آدم):

جس نے حضرت مجاہد کی حدیث  
رد کی وہ میرے نزدیک جہمی  
(مگراہ فرقہ) ہے اور (چونکہ یہ نبی  
اکرم کی فضیلت ہے) جو آپ کی  
فضیلت کو رد کرے یعنی انکار  
کرے وہ میرے نزدیک زندق  
ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے  
گی اور اس کو قتل کیا جائے گا  
کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام  
انبیاء سے افضل بنایا ہے اور  
اللہ نے ارشاد فرمایا جہاں میرا  
ذکر ہوگا وہاں اے پیلے تیرا

ذکر میکر ساتھ ہوگا (حدیث قدسی)  
 اور اللہ کے فرمان (العنک: سورۃ  
 حشر آیتہ ۲۴) کے تحت روایت  
 ہے کہ یہاں سے مراد آپ کی حیات  
 ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ  
 ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ فرماتا  
 پس حضرت مجاہد کی حدیث کو رد  
 کرنے سے ڈرو اور زچو اور جس  
 نے حضرت مجاہد کی حدیث کو رد  
 کیا اس سے کلام نہیں کیا جائے گا  
 اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی  
 جائے گی۔

فاحذروا

..... ومن رد  
 حدیث مجاہد فلا یحکم  
 ولا یصلی علیہ  
 السنۃ لدین الخلال ۲۳۷

تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں سے متکرار گستاخوں  
 کے ساتھ سلام و کلام اور ان کی دعائے بخشش اور نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔  
 جیسا کہ حضرت امام ہارون بن عباس نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مجاہد کے اثر سے بہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام  
 مخلوق خداوندی سے افضل ہیں۔ یہ بلند رتبہ کسی اور کو ہرگز میسر نہیں ہوگا  
 اور پھر کہاں عرش کے پائے کہ جنکو حضرت موسیٰ پکڑے ہوئے ہوں گے  
 اور کہاں عرش پر جلوس فرمانا کہ ہمارے آقا و مولا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق ہونا اور حدیث مبارکہ

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موضوع پر درجی البیقین میں

میں تقریباً ایک سو احادیث مبارکہ پیش فرمائی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 أناس يدانسان يوم القيامة  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا  
 سردار ہوں گا۔

- |                                  |                               |
|----------------------------------|-------------------------------|
| ۱- بخاری                         | ۴۷/۱ کتاب الانبياء            |
| ۲- مسلم                          | ۲۴۵/۲ کتاب الفضائل            |
| ۳- مسند امام احمد                | ۱۴۴/۳ ، ۲۸۱/۱ ، ۵۴۰/۲ ، ۴۳۵/۲ |
| ۴- ترمذی                         | ۳۰۲/۲ کتاب المناقب            |
| ۵- مسند الامام عید اللہ بن مبارک | ۶۲/۱                          |
| ۶- معجم الاوسط للطبرانی          | ۲۷۹/۲ عن انس بن مالک          |
| ۷- مسند ابی یعلیٰ                | ۲۸۱/۷                         |
| ۸- السنن                         | ۲۸۶/۲ کتاب السنن              |
| ۹- السنن                         | ۳۱۹/ کتاب الزهد               |
| ۱۰- شرح السنن                    | ۲۰۴/۱۳                        |
| ۱۱- دلائل النبوۃ                 | ۶۶/۱ امام ابو نعیم            |

- ۱۲۔ المنصف ابن ابی شیبہ ۱۱/۲۷۷، ۱۲/۹۶
- ۱۳۔ صحیح ابن حبان ۸/۱۳۰، ۸/۱۳۷، تحقیق کمال یوسف
- ۱۴۔ المسند الصحیح ابو عوانہ ۱/۱۷۱، ۱۷۲
- ۱۵۔ نوادر الاصول الحکیم ترمذی ۲۸۴
- ۱۶۔ شرح اصول اعتقاد و اہل السنۃ و الجماعت امام لاکھانی ۴/۷۸۸ عن ابی سعید الخدری و عبداللہ بن سلام و ابی ہریرہ
- ۱۷۔ کتاب الایمان امام ابن مندہ ۲/۸۲۷، ۲/۸۵۰
- ۱۸۔ السنن ابی بکر امام بیہقی ۶/۲۱
- ۱۹۔ مکالم الاطلاق امام خراطمی ۱/۵۵۹

اس صحیح حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تمام انسالوں کے آقا و سردار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح کی بیشمار روایات ہیں جنکا یہاں بیان کرنا سوائے طوالت کے اور کچھ بھی نہیں ہو گا۔ لہذا جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ تجلی الیقین کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ ایماندار کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام - أرواحهم فصر أحياء عند ربهم كالشهداء ،  
 فإذا نفخ في الصور الأولى صعقوا - ثم لا يكون ذلك  
 موتاً في جميع معابده التي ذهاب الاستشعار فان كان موسى  
 عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله : الا من شاء  
 فانه عز وجل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه  
 بصمته يوم القيوم .

اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ اللہ جل ثناؤہ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام  
 پر ان کی ارواح لوٹادی ، میں اور اب وہ اپنے پروردگار کے ہاں شہداء کی  
 طرح زندہ ہیں ۔ چنانچہ پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب پر صعقہ (غشی)  
 طاری ہوگا اور یہ کسی اعتبار سے موت نہ ہوگی بلکہ محض شعور کھو جانے کا  
 نام ہوگا ۔ اب اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان ، الا

من شاء الله : سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے  
 اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور طور کی غشی میں ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے تو  
 اللہ تعالیٰ اب اس حالت میں ان کا شعور بھی نہ کھو جانے دے گا ۔



مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام  
صفتہ کے وقت بھی باہوش و حواس ہوں گے۔

حضرت امام بیہقی ہی تحریر فرماتے ہیں۔

والانبياء عليهم الصلوة  
والسلام، بعد ما قبضوا ردت  
اليهم ارواحهم فهدم  
احياء عند ربهم كالشهداء  
وقد رأى نبينا صلى الله عليه  
وسلم جماعة منهم ليلة  
المحراج وأمر بالصلاة  
عليه السلام عليه وأخبرنا  
وخبره صدق أن صلاتنا  
معروضة عليه وإن سلمنا  
يبلغه وإن الله حرم على  
الأرض أن تأكل أجساد  
الانبياء وقد أوردنا لاثبات  
حياتهم كتاباً فنبينا صلى  
الله عليه وسلم كان مكتوباً  
عند الله عز وجل قبل أن

اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ  
والسلام کی ارواح قبض کرنے کے  
بعد ان کے اجساد میں لوٹا دی گئی ہیں  
پس وہ اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح  
زندہ ہیں اور ہمارے نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات  
انبیاء کرام کو ملاحظہ فرمایا اور آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام  
پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ہمیں  
خبر دی اور آپ کی خبر بالکل سچی ہے  
کہ ہمارا درود آپ پر پیش ہوتا ہے  
اور ہمارا سلام آپ کو پہنچتا ہے  
اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین  
پر کھانے حرام کر دیئے ہیں اور  
ہم نے حیات الانبیاء پر علیحدہ  
مستقل کتاب لکھی ہے پس ہمارے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس صفت نبوت و رسالت سے پہلے بھی مکتوب تھے اور وہ قبض ہونے کے بعد بھی اللہ کے نبی اور رسول اور اس کے صفی اور اس کی ساری مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔

يخلق نبيا ورسولا  
وهو بعد ما قبضه  
نبي الله ورسوله و  
صفيه وخيرته  
من خلقه

الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد  
ص ۱۹۸ بلیہقی

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”فهم احياء عند ربهم كما لشهداء“ کہ وہ اپنے رب کے ہاں شہدائی طرح زندہ ہیں یہ نشانیہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برکات سے شہداء کی حیات کی طرح ہے کیونکہ حیات انبیاء کرام تو حیات شہداء سے کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔

## حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

ان اکابر علماء کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے (دنیاوی حقیقی زندگی ثابت کی جائے) لہذا حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اخص اور اکمل و اتم ہے

کلام میں ائمہ اعلام اقتضائے اثبات در احکام دنیا نیز میکنند پس حیات ایشان علیہم السلام اخص اکمل و اتم از حیات شہداء باشد چنانچہ مذہب مختار و متصور است نہ چنانچہ ظاہر کلام بیہقی در بعضی مواضع در انست کہ آن حیات مثل

بہی مذہب مختار و متصور ہے  
 نہ کہ جیسا امام بیہقی کے کلام  
 سے بعض مقامات پر ظاہری طور پر  
 معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی  
 حیات مثل حیات شہدا کے ہے  
 بلکہ امام بیہقی کی مراد افضل حیات  
 کی تشبیہ دینا ہے اور رفیع استبعاد  
 کرنا ہے نہ کہ جمیع خصوصیات  
 میں ان کے برابر قرار دینا ہے۔

شہدا است بلکہ مراد  
 دے تشبیہ است در اصل  
 حیات و رفیع استبعاد نہ  
 در جمیع خصوصیات۔

جذب القلوب الی دیار المحبوب

حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ شہدا کی حیات اور  
 انبیاء کی حیات میں اتنا فرق ہے جتنا کہ انبیاء اور شہدا کے درجات میں  
 فرق ہے اور جیسا فرق انبیاء اور غیر انبیاء کا ہے۔ ایسا ہی فرق ان کی حیاتوں  
 میں ہے۔

## حضرت امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں

اور صدیق نبی سے کم درجہ  
 میں ہوتا ہے اور شہید ان  
 دونوں درجوں سے کم درجہ ہی  
 ہے لہذا صدیق سے اس کی  
 حیات بھی کم درجہ کی ہے اور  
 صدیق کی حیات نبی کی حیات  
 سے کم درجہ کی ہے اور ولی کی  
 حیات شہید کی حیات سے کم درجہ  
 کی ہے۔

والصدیق ہودون النبی  
 والشہید دونہما و هو  
 اقل حیوة من الصدیق و  
 الصدیق اقل حیوة من  
 النبی والصلاح اقل حیوة  
 من الشہید

نوادرا اصول للامام ترمذی ص ۲۹

جب شہید کی حیات صدیق سے کم درجہ کی ہے تو نبی کی حیات سے تو  
بدرجہ اولیٰ کم درجہ کی ہوگی اور شہید کی زندگی کا ثبوت تو قرآن مجید  
میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرُؤُوا لِمَنْ يُقْتَلُ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ  
أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ  
اور جو اللہ کی راہ میں قتل  
کئے گئے ان کو مردہ مت کہو  
بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نشعور  
نہیں رکھتے۔

البقرہ آیت ۱۵۴

یعنی شہید کو مردہ کہنا منع ہے کیونکہ اس نے جان اللہ اور اس کے  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں قربان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے  
انعام کے طور پر ان کو زندگی عطا فرمادی اور مردہ کہنے سے منع فرما دیا گیا  
اگر مردہ کہنا بڑی عزت و کرامت کی بات ہوتی تو اس سے منع نہ فرمایا جاتا۔  
اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ شہدا کو مردہ کہنے سے  
منع فرمایا گیا ہے لیکن حقیقت میں ہیں تو وہ مردہ کیونکہ ان کے جسموں کے  
ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کو دفن کیا گیا، قبریں  
بنائی گئیں تو کیا یہ زندوں کے ساتھ اعمال کیے جاتے ہیں؟ چلیں ہم ان کو  
مردہ نہیں کہتے لیکن ہیں تو مردہ ناں؟

تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا۔ فرمایا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَمُوتُونَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ  
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ  
اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ  
میں قتل کئے گئے ہیں مردہ گمان  
بھی نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے  
حضور زندہ ہیں اور رزق دیتے  
جاتے ہیں۔

آل عمران آیت ۱۶۹

شہید تو ہوتا ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ کتنے کلمہ گو منافق

سچے جنگوں میں مقتول ہوئے کتنے یہودی اور عیسائی ہیں مسلمانوں کے مقابلے میں بلکہ بعض اوقات مشرکین کے مقابلے میں قتل ہوئے کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ نہیں ہرگز کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں فرمائی تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آدمی شہید کہلاتا ہے اس کا مرتبہ یہ ہے تو اس پیارے محبوب کی حیاة فی القبر کا کیا کہنا جس کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ ان کو مردہ کہنا حرام ہے۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شہادت کا بھی رتبہ عطا فرمایا گیا ہے۔

## نبی اکرمؐ اور رتبہ شہادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کسی بھی نبی یا ولی کو عطا فرمائی گئی ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آپچہ خوباں ہمہ دارندہ تو تنہا داری

اور چونکہ بہت سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہادت کا عظیم مرتبہ بھی دیا گیا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

## امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

شہداء کے سردار کی حیثیت سے

وصال فرمایا۔

فما ت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم وهو رأس الشهداء

نوار الاصول ص ۴۳

الاصل المتفق والماتان فی ان مراتب

الشہداء سبع اوثمان

## حضرت امام سبکی فرماتے ہیں

قال العلماء فبمع الله له  
بذلك بين النية و  
الشهادة وتكون الحياة  
الثابتة للشهداء  
نقاء السقام في زيارة  
قبر الامام سبکی ۱۹۰

علمائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت  
کے ساتھ ساتھ شہادت کا مرتبہ  
بھی عنایت فرمایا ہے اور بیشک  
شہداء کے لئے حیاتِ ربالاتفاقاً  
ثابت ہے۔

## امام محدث عظیم حکیم ترمذی فرماتے ہیں

در روى فى الخبر ان الشهداء  
لا تاكلهن الارض و روى  
ان من ان سيع سنين  
لم يد ودمن فى قبره فاذا  
كان الشهيد والمرز  
قد امتنع من الارض بما يتبعها  
فحالة الانبياء والصديقين  
داوليا عليهم السلام ارفع  
من هذا و اجل فاتهم الشهداء  
ايام الحيوۃ

ایک روایت میں ہے کہ شہداء کے  
اجسام کو نہ زمین نہیں کھاتی اور روایت  
ہے کہ جس نے سال تک اذان دی  
اس کی قبر میں کپڑے نہیں ہوں گے  
پس جب شہید اور مؤذن کی یہ  
شان ہے کہ زمین ان کی حالت کو  
تبدیل نہیں کر سکتی تو حضرات انبیاء  
کرام اور صدیقین اور اولیاء علیہم  
السلام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت  
ہوگی جو کہ ہر حال میں ان سے ارفع و  
اعلیٰ اور زیادہ جلالت شان والے  
ہیں کیونکہ وہ تو ایام حیات میں ہی  
شہید ہیں۔

(تو اور الاصول: ۱۰۰)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔

آپ فرماتی ہیں :

كان النبي صلى الله عليه وسلم  
يقول في مرضه الذي توفي  
فيه ما زال اجثا لئلا يطعم  
الذي اجثت بخيبر هذا  
اوان وجد القطاع البصري  
من داء السد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
آخری مرض میں فرماتے تھے میں  
اس لقمہ کی تکلیف سمیٹنے محسوس  
کرتا رہا ہوں جسے میں نے خیبر  
میں کھایا تھا۔ اب اس زہر سے  
میری ابھری رگ کٹ رہی ہے۔

الصحيح الجامع / بخاری ۶۳۷/۲ کتاب المغازی فتح الباری ۱۰۷/۸

دلائل النبوة / بیہقی ۱۷۲/۷

المسند امام احمد ۶۸/۶ (عن ام ابیہر مختلفاً) مستدرک امام حاکم ۵۶/۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں  
توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وسلم شهيداً  
نے شہادت کی وفات پائی

الطبقات الکبریٰ لابن سعد

(۲۰۳/۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا  
مرتبہ مرحمت فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے

آپ فرماتے ہیں :

لات اٰحلَفَ تَسْعَانِ رَسُوْلًا  
 اَللّٰهُ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ  
 قَتْلًا اَحِبَّ اِلَى مِنْ اَنْ اَحْلَفَ  
 وَحَنَّةً اِنَّهُ لَسَمَّ يَقْتُلُ ذٰلِكَ  
 اِنَّ اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا  
 وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا

اگر میں نومرتبہ قسم کھاؤں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی وفات شہادت کی ہے تو یہ میرے  
 نزدیک زیادہ عزیز کہیں ایک  
 مرتبہ قسم کھاؤں کہ آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم شہید نہیں ہیں اور  
 حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے آپ کو نبوت پر سرفراز فرمایا  
 اور شہادت بھی عطا فرمائی۔

- ۱- مسند امام احمد امام احمد بن حنبل ۲۰۸/۱
  - ۲- دلائل النبوت امام بیہقی ۱۷۲/۷
  - ۳- المعجم الکبیر امام طبرانی ۱۳۲/۱۰
  - ۴- المستدرک علی الصحیحین امام حاکم ۵۸/۳
  - ۵- الطبقات البکریٰ ابن سعد ۲۰۱/۱
  - ۶- مسند ابن یعلیٰ امام ابو یعلیٰ الموصل ۱۳۲/۹
- تحقیق حسین سلیم مد
- توثیقت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شہید اعظم بھی ہیں اس لیے قرآن کے  
 مطابق آپ کو اب مردہ کہنا حرام اور فحش ہے اور جو لوگ منہ بھاڑ کر کہتے  
 ہیں وہ قرآن کے منکر اور گستاخ رسول ہیں

حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات پر دیگر آیات قرآنیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً  
 لِلْعٰلَمِيْنَ

اور اے پیارے محبوب ہم نے آپ کو  
 تمام جہانوں پر رحم کرنے والا بنا کر



بھیجا ہے :

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علامہ غزالی زماں رازی دوران احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموجب آیہ کریمہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الہی ہیں اور اول مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں تفسیر روح المعانی میں اس آیہ کریمہ کے تحت مرقوم ہے :

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم  
رحمة للجميع باعتبار انه  
عليه الصلوة والسلام واسطة  
الفيض الالهي على الممكنات  
على حسب القوابل ولذا  
كان نوره صلی اللہ علیہ وسلم  
اول المخلوقات ففي الخبر  
اول ما خلق الله تعالى نور  
نبیہ یا جابر وجاء الله  
تعالى المعطى وانا انقاسم  
روح المعانی ۱۷ ص ۹۶

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا  
اس اعتبار سے ہے کہ حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر  
ان کی قابلیتوں کے موافق فیض  
الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لیے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات  
ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا  
ہے اول ما خلق الله نور  
نبیہ یا جابر اور دوسری  
حدیث میں وارد ہے اللہ  
تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم  
کرنے والا ۔

آگے حضرت غزالی زماں فرماتے ہیں ۔  
ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ وما اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا  
رحمة للعالمین کا مفاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عام  
کے ہر فرد کو فیض پہنچاتے رہے ہیں جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات

بخشتی ہے۔ اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجودات عالم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نسرع اور شافع کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتاقی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صوت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسانی فرماتے ہیں۔

## حضرت امام نجم الدین کیری فرماتے ہیں

برمثال شجرہ ایست تخم آن شجرہ روح  
پاک محمدی کہ (اول ما خلق اللہ  
نوری)

اس دنیا کی مثال درخت کی ہے  
اور اس درخت کا تخم و اصل  
روح پاک محمدی ہے کہ آپ نے  
فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
میرا نور پیدا فرمایا۔

مرصاد العباد / ۲۲۹ از

شیخ المشائخ نجم الدین کیری

## آیت نمبر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ  
فَوْقَ هَبْطِ السَّبِيءِ وَ  
لَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ  
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی  
نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی  
کی آواز سے اور ان کے حضور  
بات چلا کر نہ کرو جسے آپس میں  
ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو

کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ  
ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ  
وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ -  
المحجوات آیت نمبر ۱

امام اسمعیل حقی فرماتے ہیں

بعض علماء نے آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم کی قبر متورد کے پاس آواز بلند  
کرنے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر  
متورد میں زندہ ہیں۔

وقد کره بعض العلماء رفع  
الصوت عند قبره عليه السلام  
لانه حي في قبره  
تفسیر روح البیان ۶۶/۹

امام بیہقی نقل فرماتے ہیں

امام ابو الولید نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے آداب میں سے ہے کہ  
آپ کی قبر شریف کے پاس آوازیں  
بلت نہ کی جائیں اور نہ ہی آپ  
کے سامنے ہولعب اور لغو میں  
مشغول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی  
دنیاوی چیز میں مبتلا ہو جو کہ  
آپ کی جلالت شان اور عظمت  
جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو  
عطا ہے کے شایان شان نہ ہو۔

قال: ومنه ألترفع الأصوات  
عند قبره ولا يحافس عنده  
في لهو ولا لغو ولا باطل  
ولا شئ من امر الدنيا مما  
لا يلبق بجلال قدره و  
مكانته من الله عز وجل  
شعب الایمان ۲/۲۰۶ باب فی  
تعظیم النبی واجلاله وتوقیره

امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں

امام سلیمان بن حرب فرماتے ہیں

سلیمان بن حرب قال سمعت

حماد بن زید یقول فی قوله  
تعالیٰ ربایہا الذین آمنوا لا ترفع  
اصواتکم فوق صوت النبی  
قال اری رفع الصوت علیہ  
بعد موته کرفع الصوت علیہ  
فی حیاته -

الجامع لاخلاق الراوی واداب  
السامع ۱۹۶/۱ باب ادب السامع -

کہ میں نے امام حماد بن زید سے اللہ  
تعالیٰ کے اس قول کہ اے ایمان  
واہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی آواز سے آواز بلند نہ کرو وگے  
بلے سنا آپ نے فرمایا کہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے  
بعد بھی اسی طرح آواز بلند کرنا  
منع ہے جیسا کہ آپ کی حیات  
ظاہرہ میں منع تھی -

### امام شمرانی فرماتے ہیں

ولا ترفع عنده الاصوات کما  
هو فی حیاته صلی اللہ علیہ وسلم  
کشف الغم عن جمیع الامم ۶۶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
آواز بلند نہ کی جائے جیسا کہ آپ کی  
حیات ظاہرہ میں بلند کرنی منع تھی

### امام ابن کثیر فرماتے ہیں

وقال العسار یکره رفع الصوة  
عند قبره (صلی اللہ علیہ وسلم)  
کان یکره فی حیاته علیہ السلام  
لانہ محترم حیاً و فی قبره  
صلی اللہ علیہ وسلم و اسماً  
تفسیر ابن کثیر ۲/۲۰۷

علمائے نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس  
آواز بلند کرنا ایسے ہی ناجائز ہے  
جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں  
ناجائز تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم محترم ہیں اور قبر میں ہمیشہ  
زندہ ہیں -

## آیت نمبر ۵

اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کی بارگاہ قدس میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی طلب کریں اور رسول اللہ بھی ان کے لئے استغفار فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم فرمائے والا پائیں گے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدَ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا  
سورة النور - آیت ۶۴

## حضرت امام محمد بن یوسف الصاحبی الشافعی فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال دو چیزوں پر مبنی ہے

۱۔ کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت شدہ ہے اور

۲۔ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں یہ بھی اپنے مقام پر ثابت ہے۔

وجہ الدلالة من هذه الآية  
مبنی علی شیین احدهما  
ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم  
حتیٰ كما ینبئ ذلک  
فی بابہ

الثانی: ان اعمال امتہ  
معروضہ علیہ كما ینبئ  
ذلک فی بابہ

آپ آگے فرماتے ہیں

وبعد تقریر میرا ان نبینا  
صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ

اس تقریر کے بعد ثابت ہوا کہ  
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات

کے بعد بھی ہر حاضر ہونے والے کو  
جانتے اور پہچانتے ہیں درود  
پڑھنے والے کا درود اور سلام  
پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں اور  
اس کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ پس  
یہ زندہ ہونے کی نشانی و حالت ہے

عارف بن یحییٰ الیہ  
سامع الصلوٰۃ من یصلی  
علیہ و سلام من یسلم  
علیہ ویرو علیہ السلام  
فہذہ حالة الحیاة ،  
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۳۸۶/۲

## بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا ہے

یہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت دوانہما اذ ظلموا ....  
کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کی امت اور تخصیص  
ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ  
پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرنا جب ہی متصور  
ہوگا کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔

آب حیات : ۴۰

## آیت نمبر ۶

اور جو ہم رسول نے آپ سے پہلے  
بھیجے ان سے پوچھیے کیا ہم نے  
رمضان کے سوا اور معبود بنائے ہیں  
جنکی عبادت کی جائے۔

وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ  
قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا  
مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ الْيَمَّةَ  
يُعْبَدُونَ

سورة الزخرف ۲۵۱

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطاب اور سوال کرنے کا حکم  
کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں صحیح

تو آپ سوال فرمائیں گے۔ اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام حضرات سے ملاقات اور گفتگو کا ثبوت صحیح احادیث میں ہے

علمائے دیوبند کے ابن حجر ثانی اور شاہ صاحب کشمیری نے تحریر کیا ہے :

يستدل به على حياة الانبياء  
عليهم السلام  
مشكلات القرآن: ۲۳۴  
اس آیت کریمہ سے حضرات انبیاء  
کرام علیہم السلام کی حیات پر استدلال  
کیا جا سکتا ہے۔

ان آیات کے علاوہ یہی بیشمار آیات ہیں جو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہوتے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن عقلمندرا اشارہ کافی است کے مصداق ہم انہی پر اختصار کرتے ہیں۔ اور کسی دوسری فرصت میں ان تمام آیات پر کلام کریں گے۔

ويقال ان الشهداء من جملة ما استثنى الله عز وجل  
بقوله الا من شاء الله - وروينا فيه خيراً مرفوعاً  
وهو مذکور مع سائر ما قيل في كتاب البعث والنشور  
و بالله التوفيق

اور علماء فرماتے ہیں کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جنکو اللہ تعالیٰ نے الا من شاء الله کے قول کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا ہے۔ شہداء کے بارے میں ہم نے ایک مرفوع حدیث بعد دیگر مسائل کے کتاب البعث والنشور میں ذکر کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق کی درخواست ہے۔

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان الا من شاء الله سے مراد ایک قول کے

مطابق فرشتے اور ایک قول کے مطابق شہداء بھی ہیں

حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد ابو بکر القرظی فرماتے ہیں

اختلف العباد فی المستثنی  
من هو فقيل المدكحة وقيل  
الانبیاء وقيل الشهداء و  
اختاره الحلبي وقال و  
هو مروی عن ابن عباس  
ان الاستثناء لاجل الشهداء  
فان الله تعالى يقول  
احياء عند ربهم يرزقون  
التذكرة فی احوال الموتی وامور  
الآخرة ۱۶۷

آپ مزید فرماتے ہیں

قد ورد حدیث ابی ہریرة  
بانهم الشهداء وهو  
الصحيح على ما يأتى... راسند  
النحاس فی کتاب معانی القرآن  
له - حدثنا الحسين بن عمر  
الكوفي قال حدثنا هناد بن  
الاه - قال حدثنا وكيع عن

اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
عمنہ کی حدیث مروی ہے کہ یہاں  
مستثنیٰ شہداء ہیں اور یہ حدیث  
صحیح ہے جیسا کہ ابھی آئے گا  
اور امام نحاس نے اپنی کتاب  
معانی القرآن میں اس کی ایک سند  
بیان کی ہے اس سند مذکورہ حضرت



سعید بن جبیر نے اس آیت کی  
تفسیر میں فرمایا کہ وہ شہدا ہیں کہ  
جن کی شان اللہ نے بیان فرمائی  
ہے وہ تو ابیں لٹکائے ہوئے  
عرش کے ارد گرد رہیں گے۔  
حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے  
عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم فرزاع کے وقت کس کو  
اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں  
مستثنیٰ قرار دیا ہے تو آپ

عن شعبۃ عن عمارة ابن ابي  
حفصة عن حجر هو الهجرى عن  
سعید بن جبیر فی قول اللہ عز و  
جل ا لامن شاء اللہ قال ہم الشهداء  
هم تنية اللہ عز و جل متقلد و السیوف  
حول العرش - التذکرہ ص ۱۶۴ -  
قال ابو ہریرہ یا رسول اللہ  
صلى اللہ علیہ وسلم فمن استثنى  
حين يقول ففرع من فی  
السموات ومن فی الارض  
الامن شاء اللہ قال اولئک

الشہداء۔ تفسیر ابن جریر ص ۲۶۲  
نے فرمایا وہ شہدا ہیں۔  
تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اللہ اس  
نفع صبور کے موقع پر زندہ رہیں گے ہی ان کے ہدفہ میں حضرات شہداء کرام  
اور ملائکہ عظام بھی نفع صبور کے وقت زندہ رہیں گے۔ صرف ان میں سے بعض  
حضرات پر بہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔

الحمد للرب العالمین اس مختصر سالہ کی شرح اختتام کو پہنچی لیکن جب  
یہاں پہنچا تو بعض اجاب نے مشورہ دیا کہ اب منکرین شان و حیات انبیاء  
کے دلائل کار دہی ہونا چاہیے چونکہ کتاب پہلے ہی ضخیم ہو چکی ہے اس لیے  
یہ طے پایا کہ منکرین حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل اور  
ان کے جویات کیلئے اس کتاب کا دوسرا حصہ مختص کیا جائے لہذا انشاء اللہ المولیٰ  
بوسید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اس کتاب کا دوسرا حصہ عنقریب تحریر  
کیا جائے گا۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۶ بعد نماز ظہر

۱۴ مئی ۱۹۹۶ بروز منگل وار



# حَقَائِدُ الْأَنْبِيَاءِ

## فِي بُرُوحِهِمْ

للإمام الحافظ الكبير أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي  
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

خَرَجَ أَحَادِيثَهُ وَعَلَّقَ عَلَيْهِ  
أَبُو سَهْلٍ  
نَجَاحَ عَوْضِ صِيَامٍ

مكتبة الأديبان  
المنصورة - أمام جامعة الأزهر

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- أخبرنا الشيخ الإمام زين الإسلام أبو نصر عبد الرحيم بن عبد الكريم ابن هوازن القشيري - رضى الله عنه - في كتابه إلينا من نيسابور .
- قال أخبرنا الشيخ الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي - رحمه الله - أنه سمع عليه وأنا أسمع في ربيع الآخر من سنة خمس وأربعين وأربعمائة .
- وأخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبو بكر محمد بن عبد الله بن حبيب العمري - أيداه الله - قال أنبأ شيخ القضاة أبو علي إسماعيل بن أحمد بن الحسين البيهقي فيما قرأت عليه ، أنبأ الإمام والدي شيخ السنة - رحمه الله - قال :
- الحمد لله رب العالمين • والعاقبة للمتقين • وصلاته على سيدنا محمد وآله أجمعين •

## ذکر ما روى فى حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم

- أخبرنا أبو سعيد أحمد بن محمد بن الخليل الصوفى رحمه الله قال أنبأ أبو أحمد عبد الله بن عدى الحافظ قال ثنا قسطنطين بن عبد الله الرومى قال ثنا الحسن بن عرفة قال حدثنى الحسن بن قتيبة المدائنى ثنا المستلم بن سعيد الثقفى عن الحجاج بن الأسود عن ثابت البنانى عن أنس - رضى الله عنه - قال :

قال رسول الله - ﷺ - : « الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون »<sup>(۱)</sup>.

هذا حديث يُعد فى أفراد الحسن بن قتيبة المدائنى .

- وقد روى عن يحيى بن أبى بكير عن المستلم بن سعيد ، وهو فيما أخبرنا الثقة من أهل العلم قال أنبأ أبو عمرو بن حمدان قال أنبأ أبو يعلى الموصلى ثنا أبو الجهم الأزرق بن على ثنا يحيى بن أبى بكير ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله - ﷺ - : « الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون » .

- وقد روى من وجه آخر عن أنس بن مالك موقوفاً .

(۱) بهذا الطريق أخرجه ابن عدى فى الكامل (۳۲۷/۲) ، وقال وللحسن بن قتيبة هذا أحاديث غرائب حسان فأرجو أنه لا بأس به ، والبخارى (۲۳۳۹ ، ۲۳۴۰) كشف الأستار ، وأخرجه أبو نعيم فى تاريخ أصفهان (۸۳/۲) ، وابن عساكر فى تاريخ دمشق (۲۳۶/۴) التهذيب لابن بدران . وأبو يعلى فى مسنده (۳۴۲۵) كما سأتى . وصححه المناوى فى فيض القدير (۱۸۴/۳) وقال الهيثمى فى مجمع الزوائد (۲۱۱/۸) رواه أبو يعلى والبخارى ورجال أبو يعلى ثقات . وقال الكنائى متواتر راجع مقدمة التحقيق .

قلت : فى الحجاج الأسود اشبه فيه الحال على الذهبى فقال فى الميزان (۴۶۰/۱) نكرة ؟ وتعقبه الحافظ فى اللسان (۱۷۵/۲) فقال إنما هو حجاج بن أبى زياد الأسود يعرف ، بزق العسل ، وهو بصرى كان ينزل القسامل ، روى عن ثابت وجابر وروح بن عبادة وآخرين ، قال أحمد ثقفى ورجل صالح ، وقال ابن معين ثقة ، وذكره ابن حبان فى الثقات [۲۰۲/۶] وقد ترجم له الذهبى فى سير أعلام النبلاء (۷۶/۷) فقال بصرى صدوق روى عنه جعفر بن سليمان وعيسى بن روح ، وكان من الصلحاء وثقه ابن معين مات سنة بضع وأربعين ومائة .

أخبرنا أبو عثمان الإمام رحمه الله أنبأ زاهر بن أحمد أنبأ أبو جعفر محمد ابن معاذ الماليني ثنا الحسين بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبيد الله بن أبي حميد الهذلي عن أبي المليح عن أنس بن مالك « الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون » .  
- وروى كما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو حامد أحمد بن علي الحسني إملأه ثنا أبو عبد الله محمد بن العباس الحمصي ثنا أبو الربيع الزهراني ثنا إسماعيل ابن طلحة بن يزيد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن ثابت عن أنس عن النبي - ﷺ - قال : « إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ، ولكنهم يصلون بين يدي الله عز وجل حتى ينفخ في الصور » (١) .  
- وهذا إن صح بهذا اللفظ فالمراد به والله أعلم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار ، ثم يكونون مصليين فيما بين يدي الله عز وجل ، كما روينا في الحديث الأول .

وقد يحتمل أن يكون المراد به رفع أجسادهم مع أرواحهم .

- فقد روى سفيان الثوري في الجامع قال : قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال : « ما مكث نبي في قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يُرفع » (٢) .

(١) أخرجه الديلمي في الفردوس (٨٥٢) وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وذكره السيوطي في اللآلئ المصنوعة (٢٨٥/١) شاهداً لحديث أنس مرفوعاً ، ما من نبي يموت في قبره إلا أربعين يوماً ، وسيأتي ذكره في الحديث الثالث وقال الحافظ في الفتح (٤٨٧/٦) أخرجه البيهقي من رواية محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليل أحد فقهاء الكوفة عن ثابت ، إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى ينفخ في الصور ، ومحمد سمي الحفظ ، وذكر الغزالي ثم الرافعي حديثاً مرفوعاً ، أنا أكرم على ربي أن يتركني في قبري بعد ثلاث ولا أصلي له ، إلا أن أخذ من رواية ابن أبي ليل هذه وليس الأخذ بجيد لأن رواية ابن أبي ليل قابلة للتأويل .

قلت : وأحمد بن علي الحسني شيخ الحاكم ويقال له أحمد بن علي بن حسوبه ، ذكره الذهبي في الميزان (١٢١/١) وقال : قال الخطيب لم يكن بثقة حدث عن لم يدركهم كمسلم والقدماء وقال الحافظ في اللسان (٢٢٣/١) قال الحاكم وهو في الجملة غير محتج به ، ولم ينكر جماعه من مسلم فيمن سمي أنه لم يدركهم ، وقال حمزة السهمي قال محمد بن يوسف الجرجاني الكشي هو كذاب .

قال الذهبي في سير أعلام النبلاء (٥٤٨/١٥) نقلاً عن الحاكم ، ولو اقتصر على جماعه الصحيح لكان أولى به ، لكنه حدث عن جماعة أشهد بالله أنه لم يسمع منهم ... إلى أن قال ولا أعلمه وضع حديثاً ولا ركب إسناداً ، وإنما المنكر من حاله روايته عن تقدم موتهم .  
(٢) أخرجه عبد الرازق في المصنف (٥٧٦/٣) عن الثوري عن أبي المقدم عن سعيد بن المسيب ، هكذا مرسل .

وسنده جيد فأبو المقدم هو ثابت بن هرمز الكوفي ، روى عن عدى بن دينار ، وسعيد بن المسيب -

- فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء ، يكونون حيث ينزهم الله عز وجل ، كما روينا في حديث المعراج وغيره أن النبي - ﷺ - رأى موسى عليه السلام قائماً يصلى في قبره<sup>(۱)</sup> ، ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام في بيت المقدس ثم رآهم في السموات ، والله تبارك وتعالى فعال لما يريد .  
- ولحياة الأنبياء بعد موتهم - صلوات الله عليهم - شواهد من الأحاديث الصحيحة : منها .

- ما أخبرنا أبو الحسين على بن محمد بن عبد الله بن بشران ببغداد أنبأ إسماعيل بن محمد الصفار ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقى ثنا يزيد بن هارون ثنا سليمان التيمي عن أنس بن مالك أن بعض أصحاب النبي - ﷺ - أخبره " أن النبي - ﷺ - ليلة أسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلى في قبره<sup>(۲)</sup> ."

- وأخبرنا أبو الحسين بن بشران أنبأ إسماعيل أنبأ أحمد بن منصور بن سيار الرمادى ثنا يزيد بن أبي حكيم ثنا سفيان - يعنى الثورى - ثنا سليمان التيمي

= وأبى وائل وسعيد بن جبير ، وغيرهم ، وعنه روى الثورى ، وشعبة ، وابنه عمرو بن أبى المقدام ، وثقه أحمد وابن معين وأبو داود ، وقال أبو حاتم صالح وقال ابن القطان ثقة ولا أعلم أحداً ضعفه غير الدارقطنى .

وذكره ابن حبان في الثقات (۱۲۴/۶) راجع التهذيب لابن حجر (۱۶/۲) وأخرجه أبو نعيم في الحلية (۳۳۳/۸) مرفوعاً عن أنس بلفظ " ما من نبي يموت في قبره إلا أربعين صباحاً حتى ترد إليه روحه .... الحديث " وقال أبو نعيم حديث غريب لم نكتبه إلا من حديث الحشنى . قال السيوطى في الجامع الكبير (۷۳۱/۱) أورده ابن الجوزى في الموضوعات ورده عليه الحافظ ابن حجر وقال السيوطى أيضاً في اللآلئ المصنوعة (۲۸۵/۱) متعباً ابن الجوزى في محكمه عليه بالوضع :

" وله شواهد يرتقى بها إلى درجة الحسن ، والحشنى من رجال ابن ماجه ضعفه الأكثر ، ولم ينسب إلى وضع ولا كذب ، وقال دحيم لا بأس به ، وقال أبو حاتم صدوق سيء الحفظ ، وقال ابن عدى تحتمل رواياته ومن هذه حاله لا يحكم على حديثه بالوضع ."

قال الحافظ ابن حجر في تلخيص الحبير (۱۲۶/۲) متعباً على ابن حبان وابن الجوزى في حكمهما على حديث أنس بالبطلان : وقد أفرد البيهقى جزءاً في حياة الأنبياء وأورد فيه عدة أحاديث تؤيد هذا فليراجع منه ، اهـ .

(۱) سأتى في الحديث رقم ( ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٧ ) رؤيته - ﷺ - للأنبياء في ليلة الإسراء .  
(٢) أخرجه النسائى (٢١٦/٣) وأحمد (٥٩/٥) وأبو يعلى (١١٧/٧) من حديث أنس عن بعض أصحاب النبي - ﷺ - كما ساقه المصنف .

عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله - ﷺ - « مررت على موسى وهو قائم يصلي في قبره »<sup>(۱)</sup>.

، - أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن المنادي ثنا يونس بن محمد المؤدب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمي وثابت البناني عن أنس بن مالك أن رسول الله - ﷺ - قال : « أتيت موسى ليلة أسرى بي عند الكئيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره »<sup>(۲)</sup>.

أخرجه أبو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري - رحمه الله - من حديث حماد بن سلمة عنهما ، وأخرجه من حديث الثوري وعيسى بن يونس وجريير بن عبد الحميد عن التيمي .

- أخبرنا أحمد بن علي الحرثي ثنا حاجب بن أحمد ثنا محمد بن يحيى ثنا أحمد بن خالد الوهبي ثنا عبد العزيز بن أبي سلمة عن عبد الله بن الفضل الهاشمي عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « لقد رأيتني في الحجر وأنا أخبر قريشاً عن مسراي ، فسألوني

(۱) أخرجه مسلم (۲۳۷۵) خاص (۱۶۵) . والنسائي (۲۱۶/۳) وأحمد (۱۲۰ ۳) وعبد الرزاق في المصنف (۵۷۷/۳).

قال السيوطي في شرح سنن النسائي : قال الشيخ بدر الدين بن الصاحب في مؤلف له في حياة الأنبياء ، هذا صريح في إثبات الحياة لموسى في قبره . فإنه وصفه بالصلاة وأنه قائم ومثل ذلك لا يوصف به الروح وإنما يوصف به الجسد . وفي تخصيصه بالقبر دليل على هذا ، فإنه لو كان من أوصاف الروح لم يحتاج لتخصيصه بالقبر .

وقال تقي الدين السبكي في شفاء السقام ص ۲۰۶ : إن الصلاة تستدعي جسداً حياً ، وكذلك الصفات المذكورة في الأنبياء ليلة الإسراء كلها صفات الأجسام . ولا يلزم من كونها حياة حقيقة أن تكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب والامتاع عن النفوذ في الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الأجسام التي نشاهدها . بل قد يكون لها حكم آخر . فليس في العقل ما يمنع من إثبات الحياة الحقيقية لهم . اهـ

وقال السيوطي في إنباء الأذكىاء ( ۱۵۰ ۲ ) نقلاً عن العفيف الياقني ، أن الأولياء ترد عليهم أحوال يشاهدون فيها ملكوت السموات والأرض وينظرون الأنبياء أحياء غير أموات كما نظر النبي ﷺ إلى موسى عليه السلام في قبره . وقد تقرر أن ماجاز للأنبياء معجزة جاز للأولياء كرامة . بشرط عدم التحدي ولا ينكر ذلك إلا جاهل .

(۲) أخرجه مسلم (۲۳۷۵) . والنسائي (۲۱۵/۳) ، وأحمد (۱۴۸ ۳) وأبو يعلى ( ۷۱ ۶ ) . وابن حبان ( ۱۳۱/۱ ) الإحسان .



عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها فكربت كربا ما كربت مثله قط فرفعه الله لي أنظر إليه ، ما يسألوني عن شيء إلا أنبأتهم به ، وقد رأيتني في جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلي فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة ، وإذا عيسى بن مريم قائم يصلي ، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلي أشبه الناس به صاحبكم - يعني نفسه - فحانت الصلاة فأمتهم ، فلما فرغت من الصلاة ، قال لي قائل : يا محمد هذا مالك صاحب النار فلم عليه فالتفت إليه فبدأني بالسلام<sup>(۱)</sup> . أخرجه مسلم في الصحيح من حديث عبد العزير .

- وفي حديث سعيد بن المسيب<sup>(۲)</sup> وغيره أنه لقيهم في مسجد بيت المقدس .

- وفي حديث أبي ذر<sup>(۳)</sup> ومالك بن صعصعة<sup>(۴)</sup> في قصة المعراج أنه لقيهم في جماعة الأنبياء في السموات وكلمهم وكلموه ، وذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضاً .

- فقد يرى موسى عليه السلام قائماً يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره

(۱) أخرجه مسلم (۱۷۲) ، والنسائي في الكبرى (۱۱۲۸۵) .

(۲) حديث سعيد بن المسيب أخرجه البيهقي مرسلًا في دلائل النبوة (۲/ ۳۶۰) وابن جرير الطبري في التفسير (۵/ ۱۵) عن ابن شهاب قال سمعت سعيد بن المسيب يقول : إن رسول الله ﷺ حين انتهى إلى بيت المقدس لقي فيه إبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام ، وأنه أتى بقدرين : فذح لبن وقدح خمر فنظر إليهما ثم أخذ قدح اللبن ، فقال له جبريل هديت للفقرة ... الحديث . وأصله متفق عليه مرفوعاً عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : ليلة أسرى بي لقيت موسى فنته فإذا هو رجل حبه مضطرب رجل الرأس كأنه من رجال شنوءة ... الحديث ، انظر البخاري (۳۴۳۷) ، ومسلم (۱۶۸) .

(۳) حديث أبي ذر أخرجه البخاري (۳۴۹) ، ومسلم (۱۶۳) مطولاً أن رسول الله ﷺ قال : فرج عن سقف بيتي وأنا بمكة ، فنزل جبريل فخرج صدري ثم غسله بماء زمزم ، ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة وإيماناً فأفرغه في صدري ثم أطبقه ، ثم أخذ بيدي فخرجني إلى السماء الدنيا ... الحديث ، وفيه أنه وجد في السموات آدم وإدريس وموسى وعيسى وإبراهيم صلوات الله عليهم .

(۴) حديث مالك بن صعصعة أخرجه البخاري (۳۲۰۷) ، ومسلم (۱۶۴) قال النبي ﷺ : بينا أنا عند البيت بين النوم واليقظان - وذكر يعني رجلاً بين الرجلين - فأتيت بطست من ذهب مملآن حكمة وإيماناً ، فشق من النحر إلى مرق البطن ، ثم غسل البطن بماء زمزم ... الحديث ، وفيه أنه وجد في السموات الأنبياء وكلمهم وكلموه .

إلى بيت المقدس كما أسرى نبينا - ﷺ - فإراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج نبينا - ﷺ - فإراهم فيها كما أخبره .

- وصلاتهم بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق - ﷺ - وفي كل ذلك دلالة على حياتهم .

□ ولما يدل على ذلك :

- ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا أبو جعفر أحمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الأشعث الصنعاني عن أوس بن أوس قال : قال النبي - ﷺ - : « أفضل أيامكم الجمعة ، فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة ، فأكثروا علي من الصلاة فيه ، فإن صلاتكم معروضة علي » ؛ قالوا : وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ - يقولون بليت - فقال : « إن الله قد حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم السلام » . أخرجه أبو داود في كتاب السنن<sup>(١)</sup> .

□ وله شواهد منها :

- ما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو بكر ابن إسحاق الفقيه ثنا أحمد ابن علي الأبار<sup>(٢)</sup> . ثنا أحمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني أبو رافع عن سعيد المقبري عن أبي مسعود الأنصاري عن النبي - ﷺ - أنه قال : « أكثروا الصلاة علي في يوم الجمعة ، فإنه ليس أحد يصل علي يوم الجمعة إلا عرضت علي صلته »<sup>(٣)</sup> .

(١) أخرجه أبو داود (١٥٣١) ، والنسائي (٩٢/٣) ، وابن ماجه (١٦٣٦) ، وأحمد (٨/٤) والطبراني في الكبير (١٨٦/١) ، وصححه ابن حبان (١٣٢/٢) الإحسان والحاكم في المستدرک (٥٦٠/٤) وأقره الذهبي ، والنور في رياض الصالحين ص (٤٣٤) .  
(٢) في المطبوعة (الدينار) والصواب ما أثبتته كما في المستدرک للحاكم .  
(٣) أخرجه الحاكم في المستدرک (٤٢١/٢) وقال صحيح الإسناد فإن أبا رافع هو إسماعيل بن رافع ، وتعقبه الذهبي فقال : ضعفه .

قال الحافظ في التهذيب (٢٩٥/١) قال أحمد ضعيف وقال في رواية منكر الحديث ، وقال ابن معين ضعيف وفي رواية ليس بشيء ، وقال الترمذي ضعفه بعض أهل العلم وسمعت محمداً - يعني البخاري - يقول هو ثقة مقرب الحديث ، وقال في التقريب (٦٩/١) ضعف الحفظ . قلت : وله شواهد ، منها حديث أوس السابق رقم (١٠) وهو حديث صحيح ، وحديث -

قال أبو عبد الله رحمه الله : أبو رافع هذا هو إسماعيل بن رافع .  
- وأخبرنا علي بن أحمد عبدان الكاتب ثنا أحمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن  
ابن سعيد ثنا إبراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمة عن يزيد بن سنان عن  
مكحول الشامي عن أبي أمامة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « أكثروا  
علي من الصلاة في كل يوم جمعة ، فإن صلاة أمتي تعرض علي في كل يوم  
جمعة ، فمن كان أكثرهم علي صلاة كان أقربهم مني منزلة » (۱) .

- وأخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن علي السقاء الإسفرائيني قال حدثني  
والدي أبو علي ثنا أبو رافع أسامة بن علي بن سعيد الرازي بمصر ثنا محمد  
ابن إسماعيل بن سالم الصائغ حدثنا حكامة بنت عثمان بن دينار أخى مالك  
ابن دينار قالت حدثني أبي عثمان بن دينار عن أخيه مالك بن دينار عن أنس  
ابن مالك خادم النبي - ﷺ - قال :

قال رسول الله - ﷺ - : « إن أقربكم مني يوم القيامة في كل موطن  
أكثركم علي صلاة في الدنيا ، من صلى علي في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى  
الله له مائة حاجة ، سبعين منها من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ،  
يوكل الله بذلك ملكا يدخله في قبري ، كما يدخل عليكم الهدايا ، يخبرني  
من صلى علي باسمه ونسبه إلى عشيرته ، فأثبته عندي في صحيفة  
بيضاء » (۲) .

- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو علي الحسين بن محمد

= أبي الدرداء عند ابن ماجه (۱۶۳۷) نحوه وفيه : « إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء  
فبني الله حى في قبره ، قال البوصيرى في زوائد ابن ماجه (۵۴۵/۱) إسناده رجاله ثقات إلا أنه  
منقطع في موضعين : عبادة بن نسي روايته عن أبي الدرداء مرسله قاله العلاني ، وزيد بن أيمن عن  
عبادة مرسله ، قاله البخارى . ويشهد له أيضاً حديث أبي أمامة سيأتى برقم (۱۲) وحديث أنس  
رقم (۱۳) .

(۱) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى (۲۴۹/۳) .

وقال المنذرى في الترغيب (۲۸۱/۲) إسناده حسن إلا أن مكحولاً قيل لم يسمع من أبي أمامة .  
وقال السخاوى في القول البديع ص (۱۱۹) سنده حسن لا بأس به إلا أن مكحولاً لم يسمع  
من أبي أمامة في قول الجمهور ، ونعم في مسند الشاميين للطبراني التصريح بسماعه .

قلت : وللحديث شواهد سبق ذكرها ، انظر الحديث رقم (۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲) .

(۲) أخرجه الأصفهاني في الترغيب مرفقاً في موضعين (۲۸۲/۲ ، ۲۸۴/۲) .

وعزاه شيخنا الخالط عبد الله بن الصديق في النعمة الإلهية ص (۱۳۱) إلى ابن مندة في فوائده  
وضعه السخاوى في القول البديع ص (۱۱۸) .

الروزباری أنبأ أبو بكر بن داسة ثنا أبو داود ثنا أحمد بن صالح قال قرأت على عبد الله بن نافع قال أخبرني ابن أبي ذئب عن سعيد المقبري عن أبي هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - « لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبرى عيداً وصلوا عليّ فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم » (۱).

- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكري ببغداد ثنا إسماعيل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبد الله الترقفي ثنا أبو عبد الرحمن المقرئ ثنا حيوة بن شريح عن أبي صخر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن أبي هريرة أن رسول الله - ﷺ - قال : « ما من أحد يسلم عليّ إلا رد الله إلىّ روحي حتى أرد عليه » (۲).  
- وإنما أراد والله أعلم : إلا وقد رد الله إلىّ روحي حتى أرد عليه السلام .

وأشار شيخنا إلى شاهد له عند ابن مندة أيضاً عن جابر ونقل عن الحافظ أبو موسى المدني قوله غريب حسن .

قلت : ولطرفة الأول شاهد من حديث ابن مسعود مرفوعاً وإن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ صلاة، أخرجه الترمذي (۴۸۴) وابن حبان (۱۳۳/۲) الإحسان .  
(۱) أخرجه أبو داود (۲۰۴۲) ، وأحمد (۳۶۷/۲) وصححه النووي في رياض الصالحين ص (۴۳۵) والحافظ في الفتح (۴۸۸/۶) ، وله شاهد من حديث علي - عليه السلام - أخرجه أبو يعلى (۴۶۹) وابن أبي شيبة (۳۷۵/۲) من حديث علي بن الحسين عن أبيه عن جده مرفوعاً بنحوه وحسنه السخاوي في القول البديع ص (۱۱۷) ، وأخرجه الطبراني في الكبير (۸۴/۳) عن الحسن بن الحسن عن أبيه مرفوعاً حيثما كنتم فصلوا عليّ فإن صلاتكم تبلغني، وحسنه المنذرى في الترغيب (۲۷۹/۲) .

(۲) أخرجه أبو داود (۲۰۴۱) ، وأحمد (۵۲۷/۲) ، والبيهقي في السنن الكبرى (۲۴۵/۵) ، وأبو نعيم في تاريخ أصفهان (۳۵۳/۲) وصححه النووي في رياض الصالحين ص (۴۳۵) ، والسخاوي في المقاصد الحسنة ص (۳۷۲) .

- قال الحافظ في الفتح (۴۸۸/۶) رجاله ثقات ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح للجسد يقتضى انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة :  
أحدها : أن المراد بقوله رد الله عليّ روحي، أن رد روحه كانت سابقة عقب دفعه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد .

الثاني : سلمنا لكن ليس هو نزع موت ، بل لا مشقة فيه .

الثالث : أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك .

الرابع : أن المراد بالروح النطق فجزوز فيه من جهة خطابنا ما نفهمه .

الخامس : أن يستغرق في أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم -

- وفي هذا المعنى الحديث الذي أخبرنا أبو القاسم علي بن الحسين بن علي الطهماني ثنا أبو الحسن محمد بن محمد الكارزي ثنا علي بن عبد العزيز ثنا أبو نعم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله بن

- عليه ، وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك ممن لا يحصى كثرة ، وأجيب بأن : أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم . اهـ .

قلت : وقد أجاب السيوطي عنه أيضاً في إنباء الأذكياء (١٥٢/٢ - ١٥٤) بخمسة عشر جواباً منها :

- أن قوله «رد الله» جملة حالية ، وقاعدة العربية أن جملة الحال إذا وقعت فعلاً ماضياً قدرت فيها «قد» كقوله تعالى : ﴿أَوْجَاؤُكُمْ حَصُرَتْ صُدُورُهُمْ﴾ أي قد حصرت وكذا تقدر هنا والجملة ماضية سابقة على السلام الواقع من كل أحد .

و «حتى» ليست للتعليل ، بل مجرد حرف عطف بمعنى «الواو» فصار تقدير الحديث مامن أحد يعلم على إلا وقد رد الله على روحى قبل ذلك فأرد عليه .

وإنما جاء «الإشكال» من ظن أن جملة «رد الله على» بمعنى أحوال أو الاستقبال وظن «حتى» تعليلية وليس كذلك .

وبهذا الذي قررناه ارتفع الإشكال من أصله ، وأيده من حيث المعنى أن الرد ولو أخذ بمعنى الحال والاستقبال لزم تكرره عند تكرر المسلمين ، وتكرر الرد يستلزم المفارقة ، وتكرار المفارقة يلزم عليه محذوران :

أحدهما : تألم الجسد الشريف بتكرار خروج الروح منه ، أو نوع ما من مخالفة التكريم إن لم يكن تألم .

والآخر : مخالفة سائر الناس الشهداء وغيرهم ، فإنه لم يثبت لأحد منهم أن يتكرر له مفارقة الروح وعودها في البرزخ . والنبي ﷺ أولى بالاستمرار الذي هو أعلى رتبة .

ومحذور ثالث : وهو مخالفة القرآن ، فإنه دل على أنه ليس إلا موتتان وحياتان ، وهذا التكرار يستلزم موتات كثيرة وهو باطل .

ومحذور رابع : وهو مخالفة الأحاديث المتواترة السابقة ، وما خالف القرآن والتواتر من السنة وجب تأويله ، وإن لم يقبل التأويل كان باطلاً فلهذا وجب حمل الحديث على ما ذكرناه . انتهى كلام السيوطي .

تنبيه : قال السيوطي في آخر إنباء الأذكياء : «ثم رأيت الحديث المستول عنه مخرجاً في كتاب حياة الأنبياء للبيهقي بلفظ «إلا وقد رد الله على» فصرح فيه بلفظ «وقد» فحمدت الله كثيراً وقوى أن رواية إسقاطها محمولة على إضمارها وإن حذفها من تصرف الرواة» اهـ .

قلت : ولم أر ذلك في المطبوعة التي بين أيدينا ولا عند من نقل عن البيهقي ولا من تكلم في هذه المسألة ، وقد قال البيهقي رحمه الله عقب هذا الحديث «وإنما أراد والله أعلم إلا وقد رد الله إلى روحى حتى أرد عليه» . فأمل !!

مسعود قال : قال رسول الله - ﷺ - « إن لله عز وجل ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني عن أمتي السلام » (۱).

« - وأخبرنا أبو الحسين بن بشران وأبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله الحرقي قالوا : أنبا حمزة بن محمد بن العباس ثنا أحمد بن الوليد ثنا أبو أحمد الزبيرى ثنا إسرائيل عن أبي يحيى عن مجاهد عن ابن عباس قال : « ليس أحد من أمة محمد - ﷺ - يصل عليه صلاة إلا وهي تبلغه يقول له الملك فلان يصل عليك كذا وكذا صلاة » (۲).

- أخبرنا علي بن محمد بن بشران أنبا أبو جعفر الرازي ثنا عيسى بن عبد الله الطاليسي ثنا العلاء بن عمرو الحنفى ثنا أبو عبد الرحمن عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي - ﷺ - قال : « من صلى على عند قبرى سمعته ومن صلى على نائياً منه أبلغته » (۳).

(۱) أخرجه النسائي (۴۳/۳)، والدارمي (۲۲۵/۲)، وأحمد (۳۸۷/۱)، والطبراني في الكبير (۲۷۱/۱۰) وصححه ابن حبان (۱۳۴/۲) الإحسان، والحاكم (۴۲۱/۲) وأقره الذهبي.  
(۲) أخرجه البيهقي في الشعب (۲۱۴/۴) هكذا موقوفاً أيضاً وعزاه شيخنا الحافظ عبد الله بن الصديق في نهاية الآمال ص ۲۹ إلى ابن راهويه والحرقي وابن بشران والمصنف أيضاً وقال : إسناده صحيح وهو موقوف له حكم المرفوع لأنه لا يعلم بالرأى والاجتهاد.

قلت : ومن شواهد الحديث السابق رقم (۱۶) عن ابن مسعود مرفوعاً وهو صحيح.  
(۳) أخرجه البيهقي في الشعب (۲۱۳/۴) والخطيب في تاريخ بغداد (۲۹۲/۳) والأصفهاني في الترغيب (۶۸۱/۲) والعقيلي في الضعفاء (۱۳۷/۴) من طريق محمد بن مروان السدي ، وقال العقيلي لا أصل له من حديث الأعمش وليس محفوظ ولا يتابعه إلا من هو دونه .  
وأورده ابن الجوزي في الموضوعات ، وتعقبه السيوطي في الآئء المصنوعة (۲۸۳/۱) وقال : أخرجه البيهقي في شعب الإيمان من هذا الطريق وأخرج له شواهد ، فذكرها .  
وقال : ثم وجدت لمحمد بن مروان متابعا على الأعمش ، أخرجه أبو الشيخ في الثواب حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج ثنا الحسن بن الصباح ثنا أبو معاوية عن الأعمش به .  
قلت : وقد جرد الحافظ في الفتح (۴۸۸/۶) هذا الإسناد وإليه ذهب السخاوي في القول البديع (ص ۱۶۶) .

تبيه : شيخ الحافظ أبي الشيخ الأصفهاني هو : عبد الرحمن بن أحمد بن أبي يحيى الزهري أبو صالح الأعرج مات سنة ثلاثمائة ، ترجم له الأصفهاني في طبقات المحدثين (۲۲۷/۴) وفي أخبار أصفهان (۱۱۳/۲) وأورد له حديثين في كل ، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً وليس كما ذكره الشيخ الألباني حيث قال في [السلسلة الضعيفة ۲۰۳] ، لا يعرف والظاهر أنه القاضي عبد الرحمن ابن أحمد الطبري . . . . .

قلت : وعلى هذا فهو مجهول الحال ومقتضى كلام أمير المؤمنين في الحديث الحافظ ابن حجر -

- أبو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان السدي فيما أرى وفيه نظر وقد مضى ما يؤكد .

- وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبأ أبو عبد الله الصفار ثنا أبو بكر بن أبي الدنيا حديثي سويد بن سعيد حديثي ابن أبي الرجال عن سليمان بن سحيم قال : رأيت النبي - ﷺ - في النوم فقلت : يا رسول الله هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك أتفقه سلامهم ؟ قال : « نعم وأرد عليهم » .

### □ ولما يدل على حياتهم :

- ما أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ أخبرني أبو محمد المزني ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا أبو اليمان أنبأ شعيب عن الزهري قال أخبرني أبو سلمة ابن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال : استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود ، فقال المسلم : والذي اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودي : والذي اصطفى موسى على العالمين ، فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودي ، فذهب اليهودي إلى النبي - ﷺ - فأخبره بالذي كان من أمره وأمر المسلم ، فقال - ﷺ - : « لا تخيروني على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول من يفيق ، فإذا موسى باطش بجانب العرش ، فلا أدري أكان فيمن صعق فأفاق قبلي أو كان ممن استثنى الله عز وجل »<sup>(١)</sup>.

رواه البخاري في الصحيح عن أبي اليمان ، ورواه مسلم عن عبد الله بن عبد الرحمن وغيره عن أبي اليمان .

- وفي الحديث الثابت عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي - ﷺ - أنه قال : « لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالى ، فإنه ينفخ في الصور ليصعق من

= العفلا في الفتح أن إسناده جيد أنه وقف على حاله والحافظ من أهل الاستفراء ، فالحكم عليه بالوضع غير صالح . والله أعلم .

(١) أخرجه البخاري (٣٤٠٨) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦١) من هذا الطريق . وأخرجه أيضاً من طريق الأعرج عن أبي هريرة ، البخاري (٢٤١١) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦٠) ، وأبو داود (٤٦٧١) أيضاً .

ومن حديث أبي سعيد الخدري أخرجه البخاري (٤٦٣٨) ، ومسلم (٢٣٧٤) وأبو داود (٤٦٦٨) مختصراً بلفظ « لا تخيروا بين الأنبياء » .

في السموات ومن في الأرض. إلا من يشاء الله نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فإذا موسى أخذ بالعرش فلا أدري أحوسب بصعقته يوم الطور أم بعث قبلي»<sup>(۱)</sup>.

- وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء ، فإذا نفخ في النفخة الأولى صعقوا ثم لا يكون ذلك موتاً في جميع معانيه إلا في ذهاب الاستشعار فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله : « إلا من شاء الله »<sup>(۲)</sup> فإنه عز وجل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطور .

۲۱ - ويقال أن الشهداء من جملة ما استثنى الله عز وجل بقوله : « إلا من شاء الله » وروينا فيه خبراً<sup>(۳)</sup> مرفوعاً وهو مذكور مع سائر ما قيل في كتاب «البعث والنشور» . وبالله التوفيق .

آخر كتاب حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والحمد لله رب العالمين وصلى  
الله على سيدنا  
محمد وآله وسلم

(۱) أخرجه البخارى (۳۴۱۴) ، ومسلم (۲۳۷۳) خاص (۱۵۹) .

(۲) الآية ۶۸ سورة الزمر .

(۳) البعث والنشور ص ۳۳۶ مطولاً من طريق إسماعيل بن رافع عن أبي هريرة ، مرفوعاً ، وفيه راجح مبهم ، وإسماعيل بن رافع ضعيف . انظر التهذيب لابن حجر (۱/۶۹) .

وأخرجه الحاكم في المستدرک (۲/۲۵۳) من طريق زيد بن أسلم عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ أنه سأل جبريل عليه السلام عن هذه الآية - ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الأرض إلا من شاء الله - من الذين لم يشأ الله أن يصعقهم ؟ قال : هم شهداء الله عز وجل ، قال الحاكم صحيح الإسناد وأقره الذهبي ، وقال الحافظ في الفتح (۱۱/۳۷۱) رواه ثقات . وأخرج نحوه عبد الرازق في التفسير (۲/۱۷۵) عن قتادة وعن سعيد بن جبیر مرسلًا .



# مانخذ و مراجع

مطبوعہ	مصنف متوفی	نام کتاب	نمبر شمار
جامع مسجد ذوالنورین جھنگ	شیر محمد دیوبندی	آئینہ تسکین الصدر	۱
ادارہ تالیقات اشرقیہ بلتان	قاسم ناتوتوی	آب حیات	۲
الجامع سلفیہ قنصل آباد	عبدالرحمن مبارک پوری ۱۳۵۲ھ	البرکات المنزلیہ تنقید آثار السنن	۳
سہیل اکیڈمی لاہور	ابن عابدین شامی	اجابت الغوث مشمولہ رسائل	۴
مطبوعات الاسلامیہ حلب	عبدالحئی لکھنوی ۱۳۰۲ھ	ابن عابدین شامی	۵
وزارت الاوقات بغداد عراق	ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی ۳۶۰ھ	الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلة العشرة الكاملة	۶
دار الباز مکتبہ المکرّمہ	ضیاء الدین مقدسی ۶۲۳ھ	الاحادیث المختارہ	۷
مکتبہ اشریہ سانگلہ بل	ابو حاتم محمد بن حبان	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	۸
مدیرتصرت العلوم گوجرانوالہ	سرفراز احمد گکھڑوی	۲۲ شوال - ۳۵۲ھ	۹
دارالکتب العلمیہ بیروت	ابوالفرج زین الدین ابن	احوال القبور و احوال	۱۰
	رجب جنبلی ۷۹۵ھ	اهلها الی النشور	
دارالکتب العلمیہ بیروت	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ	احیاء العلوم	۱۱

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف متوفی	مطبوعہ
۱۲	اخبار الاخيار	شيخ عبدالحق محمد دہلوی ۱۲۵۲ھ	مکتبہ توریہ رضویہ فیصل آباد
۱۳	الاختیار لتعلیل المختار	امام عبداللہ بن محمد بن محمود	دار فرانس للنشر مصر الموصلی
۱۴	اخفاء الذکر	سرفراز لکھنوی	مدیریت نعت العلوم گوجرانوالہ
۱۵	ادب المفرد	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البناری یکم شوال ۲۵۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶	الاربعین	ابو عبدالرحمن السلمی ۴۱۲ھ	۱۹۸۸ء
۱۷	ارشاد طلاب الحقائق الی	ابو ذکریا یحییٰ بن شرف	مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ
	معرفت سنن خیر الخلائق	النووی ۲۴ رجب ۶۷۶ھ	
۱۸	ازالة النہاء عن خلافة الخلفاء	شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۹	الاستیعاب بمعرفت الاصحاب	ابو عمرو یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبرکات الکی ۴۶۳ھ	بیروت
۲۰	اصول الفقہ	اسماعیل دہلوی	صدف پبلشرز کراچی
۲۱	اعلام النبوة	ابو الحسن علی بن محمد الماوری	دار احیاء العلم بیروت
		۴۵ھ	
۲۲	الاعلان بالتویج	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
		سناوی ۹۰۲ھ	
۲۳	اقامة البرهان	سجاد بخاری	کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
۲۴	اقامة الحجۃ	عبدالحئی لکھنوی	پشاور
۲۵	انبا الاذکیا بحیات الانبیاء	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی ۱۸ جمادی الاول ۹۱۱ھ	مکتبہ علویہ فیصل آباد

مطبوعہ	مصنف متوفی	نمبر شمارہ نام کتاب
--------	------------	---------------------

۲۶ انوار احمدی مولانا انوار اللہ قادری حیدرآباد  
حیدرآبادی مکتبہ علویہ فیصل آباد

۲۷ انیس الجلیس جلال الدین سیوطی

## ب

۲۸ بدائع الذہور ابوالبرکات محمد بن احمد ایاس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ  
حنفی ۹۳۵

۲۹ البدایہ والنہایہ حافظ عماد الدین ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ لاہور

۳۰ بذل المجهود شرح ابو داؤد خلیل احمد سہارنپوری

۳۱ البغیۃ الباحت عن زوائد امام نور الدین الہیثمی، جامعہ اسلامیہ مدینہ شریف  
مستد الحارث

۳۲ انبیۃ زہد فی طبقات سیوطی دار الفکر بیروت ۱۹۸۹  
اللقویین والفاۃ

۳۳ بوادر النور اشرف علی تھانوی ادارہ اسلامیات لاہور

۳۴ بہار شریعت صدۃ الشریعہ مولانا امجد علی مکتبہ اسلامیہ لاہور

۱۳۶۷ھ

۳۵ بیان الارکان بحر العلوم مولانا عبد العلی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

## ت

۳۶ تاج التراجم قاسم بن قطلوبغا ایچ ایم سعید کراچی

۳۷ تاریخ اسماء الثقات من نقل عنہم العلم ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۸۵ھ

مطبوعہ	مصنف متونی	نمبر شمار نام کتاب
دار القلم بیروت	ابن جریر طبری ۳۱۰ھ	۳۸ تاریخ الامم والملوک
دارالکتب العلمیہ بیروت	ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی ۴۲۳ھ	۳۹ تاریخ بغداد
دارالکتب العلمیہ بیروت	عبد بن صالح بن مسلم العجلی ۲۱۱	۴۰ تاریخ ثقافت
عالم الکتاب بیروت	ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی ۴۲۴	۴۱ تاریخ جرجان
دارالمأمون للتراث بیروت	عثمان بن سعید الدارمی	۴۲ تاریخ عثمان بن سعید الدارمی
ادارہ معارف النعمانیہ حیدرآباد دکن	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۴۳ تاریخ الکبیر
مکتبہ الیشیق استنبول ترکی	مولانا ابو میمونہ الکرانوی	۴۴ التحذیر لابتداء
مکتبہ سلفیہ لاہور	مولوی محمد اسماعیل سلفی	۴۵ تحریک آزادی فکر اور شاہ
	۱۹۲۸ء	ولی اللہ کی تجدیدی مساعی
دارالکتب العلمیہ بیروت	محمد بن علی الشوکانی ۱۲۵۵ھ	۴۶ تحفۃ الذکرین بعد المحسن
		المحسین من کلام سید المرسلین
کوہ طور لاہور	شیخ احمد حسنی	۴۷ تحفۃ احمدیہ المسمیٰ بہ نجوم الشہابیہ
		للرجوم الوبابیہ
حیدرآباد سندھ	شاہ احمد سعید دہلوی مدنی	۴۸ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ
	نقشبندی ۱۲۷۷ھ	مسائل اربعین
المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ ۱۹۸۱	علامہ ابی بکر الحسین الفخر المرعنی	۴۹ تحقیق النفرۃ بتلخیص معالم
	۸۱۶	دار الحجہ
المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۸	امام سخاوی	۵۰ تخریج الاربعین السلمیہ فی
		التصوف

مطبوعہ	مصنف متونی	نام کتاب	نمبر شمار
دارتشرکت الاسلامیہ لاہور	امام سیوطی	تدریب الراوی	۵۱
دارالکتب العربیہ بیروت	شمس الدین ڈہسی ۷۴۸ھ	تذکرۃ الحقاظ	۵۲
دارالکتب العلمیہ بیروت	یدالدین محمد بن عبداللہ الذرکشی	التذکرہ فی الاحادیث المشتملہ	۵۳
	۷۹۲ھ		
دارالفکر بیروت	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۷۱۱ھ	التذکرہ فی احوال الموتی واموالآثرہ	۵۴
مکتبہ الشیخ ترکی	قاصی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵	تذکرہ الموتی والقبور	۵۵
دارالحدیث قاہرہ مصر ۱۹۹۳ء	ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی	الترغیب والترہیب	۵۶
	الیتیمی المعروف قوام السنہ ۵۳۵ھ		
دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۹۸۹ء	ابو محمد فکی الدین عبد العظیم المنذری	الترغیب والترہیب	۵۷
	۶۵۶ھ		
دار ابن جوزی ریاض سعودی عرب	ابن شاہین	الترغیب فی فضائل الاعمال	۵۸
مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	سرفراز گکھڑی	تکلیف الصدور	۵۹
		التعریف والاکبار فی تخریج	۶۰
		احادیث الاختیار	
قلمی نسخہ	امام زین الدین قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ		
تفیس اکیڈمی کراچی	مولانا ابوالحسن حسن الکاوری	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	۶۱
قدیمی کتب خانہ کراچی	امام سیوطی و جلال الدین المہلی	تفسیر جلالین	۶۲
مطبع البانی الحلبی المصر	سلیمان بن عمر العجلی الشافعی ۳۰۴ھ	تفسیر جمل	۶۳
	امام اسماعیل حقی ۱۱۴ھ	تفسیر روح البیان	۶۴
مکتبہ امدادیہ ملتان	امام محمود اوسی ۱۲۷۰ھ	تفسیر روح المعانی	۶۵
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	علامہ صاوی الممالکی ۱۲۷۱ھ	تفسیر صاوی علی الجلالین	۶۶

تبر شمار	نام کتاب	مصنف متوفی	مطبوعہ
۶۷	تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)	امام فخر الدین رازی محمد ۶۰۶	ایران
۶۸	الکشاف عن حقائق التنزیل	ابوالقاسم جبار اللہ محمود بن عمر مخمشری	نشر ادب الحوزہ ایران
		۵۳۸ھ	
۶۹	تفسیر مدارک	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود	دارالکتب العربی بیروت
		النسفی ۷۰۱ھ	
۷۰	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	کوئٹہ
		۱۲۲۵ھ	
۷۱	تفسیر معالم التنزیل	امام بغوی ۵۱۶	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۷۲	نور العرفان حاشیہ کنز الایمان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان	مکتبہ اسلامیہ لاہور
		نعمی ۱۹۷۱ء	
۷۳	تقریب التہذیب	حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی	دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۷۴	تکرم المؤمنین بتقوم مناقب خلفاء راشدین	صدیق الحسن بھوپالی ۱۳۰۷ھ	قادی کتب خانہ سیالکوٹ
۷۵	تلخیص المستدرک علی بامش المستدرک	شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۹۸۶
۷۶	التمہید لمانی الموطا من المعانی ولاسانید	حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ	مکتبہ قدوسیہ لاہور
		عبدالبر المالکی ۲۷۶۳ھ	
۷۷	تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار (الشیعۃ الموضوعہ)	امام ابو الحسن علی بن محمد بن عراقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۱
		الکنانی ۹۶۳ھ	
۷۸	تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث الشکوۃ	مولانا ابوالوزیر محمد حسن دہلوی ۱۳۲۸ھ	المکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف متونی	مطبوعہ
۷۹	تنویر الملک فی امکان رویۃ النبی و الملک	جلال الدین سیوطی ۹۱۱	مکتبہ رضویہ فیصل آباد
۸۰	توجیہ النظر الی اصول الاثر	طاہر بن صالح بن احمد الجزیری <sup>۱۳۲۹ھ</sup>	دار المعرفۃ بیروت
۸۱	توحید خالص	ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی	مکتبہ عثمانیہ کراچی
۸۲	التوسل بالنبی و العالین	علامہ ابی حامد بن مرزوق مہری	مکتبہ الشیخ استنبول ترکی
۸۳	التوکل علی اللہ	ابوبکر عبید اللہ بن محمد بن عبید اللہ	مکتبہ العلمیہ بیروت
		ابی الدنیا ۲۸۱ھ	
۸۴	تہذیب تاریخ دمشق	عبد القادر ابن بدران ۶۹۲ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت <sup>۱۹۸۶</sup>
۸۵	تہذیب التہذیب	حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
		عسقلانی ۱۸ ذی الحج ۸۵۲ھ	
۸۶	تہذیب الکمال	ابی الحاج جمال الدین یوسف بن	دار الفکر بیروت - ۱۹۹۲ھ
		عبدالرحمن المتزی ۷۴۸ھ	
۸۷	التیسیر شرح الجامع الصغیر	امام عبدالرزاق المناوی ۱۰۰۳ھ	مکتبہ الامام الشافعی الریاض سعودی عرب
۸۸	التیسیر القاری شرح صحیح البخاری	شیخ نور الحق محدث دہلوی ۱۰۰۳ھ	عاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار

ج

۸۹ الجامع خلاص الراوی و اداب السامع الحافظ الخطیب البغدادی ۴۶۳ھ مکتبہ المعارف ریاض ۱۹۸۳

۹۰ جامع التحصیل فی احکام المرسل الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل وزارت الاوقات بغداد

بن کیکدی ۷۶۱ھ

۹۱ الجامع الصحیح المستخرج من امور امام محمد بن اسماعیل البخاری ایچ ایم سعید کراچی

رسول اللہ دستہ و ایامہ بخاری

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف متوفی	مطبوعہ
۹۲	الجامع الصحیح (مسلم شریف)	ابو الحسین امام مسلم بن الحجاج	قدیمی کتب خانہ کراچی
		التفسیری ۲۵ رجب ۲۶۱ھ	
۹۳	الجامع الصحیح (ترمذی شریف)	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ۱۳	مکتبہ امدادیہ
		رجب ۲۶۹ھ	
۹۴	جامع المسانید	ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی ۶۵	مکتبہ اسلامیہ سمندری فیصل آباد
۹۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ	
۹۶	حسب	محمد بن عامر ثقفی ۲۶۲ھ	دار العاصمہ الرياض
۹۷	"	احمد بن عصام ۲۷۲ھ	" " "
۹۸	جلاء القہام	علامہ شمس الدین ابن قیم ۷۵۱ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۹۹	جمال الاولیاء	اشرف علی تھانوی ۱۳۶۳ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۰۰	جمال قاسمی	قاسم نانوتوی	مکتبہ صدیقیہ اشاعت القرآن حضونگ
۱۰۱	الجواب البجاری فی فضائل النبی المختار	یوسف بن اسماعیل النہای ۱۳۵۵ھ	مکتبہ الحلبیہ مصر
۱۰۲	الجوہر المنظم فی زیارت القبر الشریف	ابن حجر مکی	دار الجوامع الکلم بیروت
	النوی المکرّم المعظم	ح	
۱۰۳	الحادی للفتاویٰ	جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۰۴	حاشیہ بخاری	علامہ احمد علی سہارنپوری ۱۲۹۷ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۱۰۵	حاشیہ مسند ابی یعلیٰ	مولوی ارشاد الحق اشرفی	موسسة علوم القرآن دمشق
۱۰۶	" " "	حسین سلیم اسد	دار المامون للتراث دمشق
۱۰۷	الحل المتین فی اتباع السلف الصالحین	مولانا سعید الرحمن القیصری	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی ۱۸۸۷ھ



نمبر شمار	نام کتاب	مصنف متونی	مطبوعہ
۱۰۸	حجۃ اللہ الباقہ	الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی <sup>۱۱۶۶ھ</sup>	مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۰۹	حجۃ اللہ علی العالمین	یوسف بن اسماعیل نجمانی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۱۰	حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل	شیخ عبدالقادر مکی حنبلی ۹۸۲ھ	مطبعہ امیر قم ایران
۱۱۱	حقیقت التوسل و وسیلہ علی فضائل کتاب و السنۃ	علامہ موسیٰ محمد	عالم الکتب بیروت
۱۱۲	حلیۃ الاولیاء و طبقات الصغیاء	نعیم احمد بن عبداللہ اصغہانی	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۱۱۳	حیاۃ الاموات فی بیان سیر الاموات	امام احمد رضا فاضل بریلوی <sup>۱۳۳۶ھ</sup>	مکتبہ حامد یہ لاہور
۱۱۴	حیاۃ الحمیوان الکبریٰ	کمال الدین محمد بن موسیٰ الدیمیری <sup>۸۹ھ</sup>	انتشارات ناصر خسرو ایران
۱۱۵	حیاۃ النبی	علامہ احمد سعید کاظمی ۱۳۰۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۵

۱۱۶	درۃ التامین	علامہ الخولوی	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۱۷	الدر سینۃ فی رد علی الوبائیہ	شیخ احمد دین زینی دھلان مکی ۱۳۰۷ھ	مکتبہ الشیخ ترکی
۱۱۸	الدر المنتقی شرح المنتقی	علامہ محمد علاؤ الدین	دارالاحیاء التراث الوی بیروت
۱۱۹	در مختار	المصنفی	ایچ ایم سعید کراچی
۱۲۰	الدعوات الکبیر	امام ابو عبداللہ البیہقی ۴۵۸ھ	وزارۃ الادقاف کویت
۱۲۱	دلائل النبوت	امام ابو نعیم الاصبہانی ۴۳۵ھ	دارالنفائس بیروت ۱۶۸۶ھ
۱۲۲	دلائل النبوة	البیہقی	دارالکتب العلمیہ بیروت

۶

تبر شماره	نام کتاب	مصنف متونی	مطبوعہ
۱۲۳	ذم الدنيا	ابن ابی الدنيا ۲۸۱	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۲۴	ذیل تاریخ بغداد	حافظ محب الدین محمد بن محمود المعروف ابن سنجار ۶۶۳	دارالکتب العربیہ بیروت
۱۲۵	ذیل طبقات الحافظ	سیوطی	دارالکتب العربیہ بیروت

ما

۱۲۶	رد المختار علی در المختار	محمد بن ابن عابد بن شامی	دارالاشاعت کراچی
۱۲۷	رسالہ ابی داؤد رانی اہل مکہ	امام ابو داؤد	
۱۲۸	رسالہ بیعت در مجموعہ رسائل	شاہ رفیع الدین محمد دہلوی	۱۲۳۸ مدرسہ نصرۃ العلوم گواجر اتوالہ
۱۲۹	رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم		

۱۳۰	رسالہ فی اثبات کرامات اولیاء	شیخ احمد بن شہاب الدین اسماعیلی	۱۱۹۶ مکتبہ اشیتق ترکی
۱۳۱	الرسالہ فی اصول الفقہ	ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۳ مکتبہ دارالتراث القاہرہ ۱۹۶۵ء
۱۳۲	رسائل التفسیریہ	ابو عبد اللہ کریم سوازن القشیری	۴۶۵ المہد مرکزی مباحث اسلامیہ کراچی
۱۳۳	رسالۃ التصوص	امام محمد بن اسحاق صد الدین القنوی	مرکز نشر دانش گاہ مشہد ایران
۱۳۴	الرفع والتکمیل فی جرح والتعلیل	مولانا عبد العلی لکھنوی	۱۳۰۴ مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ حلب ۱۹۸۴
۱۳۵	رمح حزب الرحیم علی نحو حزب الرحیم	امام عمر بن سعید القوتی	دار الفکر بیروت

الرحیم

۱۳۶	الروض الالنف	امام سہیلی	فاروقی کتب خانہ ملتان
۱۳۷	الزبدۃ العمدہ شرح قصید البرہ	ملا علی قاری	بھیرہ اکیڈمی اسلام آباد

نمبر شمار نام کتاب

مستند متوفی

مطبوعہ

- ۱۳۸ زرقانی علی المواسب علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی مالکی دار المعرفہ بیروت ۱۹۷۳
- ۱۳۹ الزهد امام احمد بن حنبل ۲۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۴۰ زہر الربی شرح سنن النسائی المجتبى جلال الدین سیوطی ۹۱۱ قدیمی کتب خانہ کراچی
- ۱۴۱ سبل الہدی والرشاد فی سیر خیر العباد امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی ۹۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۳
- ۱۴۲ سبل النجات عن بدعت قاضی عبدالرحمن الکوئی مکتبہ اشقیق استنبول ترکی
- اہل الزیغ والضلالت
- ۱۴۳ سراج سمرانی ما یحتاج علیہ البرار شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی ۵۶۱ غوثیہ کتب خانہ لاہور
- ۱۴۴ سراج المنیر شرح الجامع الصغیر علامہ علی بن احمد العزیزی ۵۰-۱۰۵ مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
- ۱۴۵ السراج الوداع شرح مسلم صدیق الحسن بھوپالی مکتبہ قدوسیہ لاہور
- ۱۴۶ سعادة الدارين فی الصلاة یوسف بن اسماعیل نبھانی مصطفیٰ البابی الحلبي مصر
- علی سید الکوئین
- ۱۴۷ السعی الشکورنی رو المذنب علامہ عبد الحئی لکھنوی ۱۳۰۴ لکھنؤ
- المآثور
- ۱۴۸ السنن ابو محمد عبد بن عبد الرحمن الدارمی ۲۵۵ نشر السنہ ملتان
- ۱۴۹ السنن محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
- ۱۵۰ ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی مکتبہ امدادیہ ملتان
- ۱۵۱ السنن امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب مکتبہ سلفیہ لاہور
- النسائی ۱۳ صفر ۳۰۳
- ۱۵۲ السنن الصغیر امام بہیقی جامع دراسات الاسلامیہ کراچی
- ۱۵۳ السنن الکبریٰ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی ۱۳ صفر ملتان

نمبر شمار	تمام کتاب	مصنف متونی	مطبوعہ
۱۵۲	السنن الکبریٰ	امام بیہقی	نشر السنۃ طمان
۱۵۵	سوالت بمرقانی	احمد بن محمد البرقانی	کتب خانۃ جمیلی لاہور ۲۰۰۴ھ
۱۵۶	سوالت ابی داؤد احمد بن حنبل	امام البوداؤد سمبستانی	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ
۱۵۷	سیر اعلام النبلاء	الذہبی	موسسة الرسالۃ بیروت
۱۵۸	سیر الاولیاء	سید محمد بن نور الدین المعروف امیر خرد	مركز تحقیقات فارسی اسلام آباد

۱۵۹	السیرت الحلبیہ	علی بن برہان الدین الحلبي	دار الفکر بیروت
۱۶۰	سیر د کتاب السیر والمغازی	محمد بن اسحاق بن یسار	دار الفکر بیروت ۱۹۸۷

### ش

۱۶۱	شرح اصول الاعتقاد السنۃ والجماعت	ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن اللاطانی	دار طبیبہ الریاض
۱۶۲	شرح حياة الانبیاء	علامہ محمد بن الحاجی البوسنی	بزم حیاۃ الانبیاء گجرات
۱۶۳	شرح السنہ	امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی	المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱۹۸۳
۱۶۴	شرح الشفاء	ملا علی قاری	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۶۵	شرح العلل الترمذی	زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی	دار ابن کثیر دمشق ۱۹۸۹
۱۶۶	شرح الصدر	السبوطی	دار ابن کثیر دمشق ۱۹۸۹
۱۶۷	شرح قصیدہ البیرہ	علامہ عمر بن احمد الخمری پوتی	جامعہ انقرہ ترکی
۱۶۸	شرف اصحاب الحدیث	خطیب بغدادی	جامعہ انقرہ ترکی
۱۶۹	شروط الائمۃ الخمسہ	حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحانزی	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰
۱۷۰	شعب الایمان	امام بیہقی	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰

۱۴۱ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى قاضي عياض مالكي ۵۴۴ قاروقی کتب خانہ طمان

۱۴۲ شفاء السقام تقی الدین ابوالحسن علی السبکی<sup>۵۶</sup> مکتبہ توریہ رضویہ فیصل آباد

۱۴۳ شفاء القواد بزارة خير العباد محمد بن علوی مالکی

۱۴۴ شکایة اهل السنة امام القشیری کراچی

۱۴۵ الشامة العنبرية من مولد نواب صديق الحسن بھوپالی قادری کتب خانہ سیالکوٹ

خیر البریہ

۱۴۶ شواہد الحق فی الاشفاء بسید الحق یوسف بن اسماعیل نبہانی دار الملاح للنشر والطبع ۹۷۸

ص

۱۴۷ الصارم المنکی ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مکتبہ ضیاء الستہ فیصل آباد

عبد الہادی ۷۴۴ ھ

۱۴۸ صحیح ابن خزمیہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزمیہ<sup>۳۱۱</sup> المکتبہ الاسلامیہ بیروت ۹۷۵

۱۴۹ الصلوات والبشر فی الصلوة ابو طاہر محمد بن یعقوب محمد بن مکتبہ اشاعت القرآن لاہور

علی خیر البشر فیروز آبادی ۸۷۱

ض

۱۸۰ الضعفاء الکبیر محمد بن عمرو عقیلی ۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۸۱ الضعفاء والمتروکین امام النسائی مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل

ط

۱۸۲ الطبقات الختابلہ ابو یعلیٰ حنبلی مطبعتہ الاعتدال دمشق

۱۸۳ طبقات الشافیہ الکبریٰ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی<sup>۷۱</sup> دار احیاء الکتب العربیہ

بیشمار	نام کتاب	مصنف متوفی	مطبوعہ
۱۸۴	طبقات الصوفیاء	ابو عبد الرحمن السلمی	مکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل
۱۸۵	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد	دار صادر بیروت ۱۹۸۵ء
۱۸۶	الطبقات الكبرى	شیخ عبد الوہاب الشعرانی ۹۷۳ھ	مصطفیٰ البانی الحلبي مصر ۱۹۵۴ء
۱۸۷	طبقات المحدثین باصبہان والواردين علیہا	ابو الشیخ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۸	طبقات المدلسین	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبۃ سلفیہ لاہور
ع			
۱۸۹	عرف الشذی شرح الترمذی	انور شاہ کشمیری	ایچ ایم سعید کراچی
۱۹۰	العظایۃ النبویہ فی القتاوی الرضویہ	امام احمد رضا فاضل بریلوی	قدیم فیصل آباد جلد ۱ لاہور
۱۹۱	عمدة الرعاية فی حل شرح الوقایہ	علامہ عبد الحمید لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۹۲	عمدة القاری شرح صحیح بخاری	بدالدین عینی ۸۵۵ھ	بیروت + کوئٹہ
۱۹۳	عمل الیوم واللیلہ	امام نسائی	مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۸۵ء
۱۹۴	عون المعبود	شمس الحق عظیم آبادی	
۱۹۵	عین الفقر	سلطان العارفين سلطان باہو	فاروقی کتب خانہ لاہور
۱۹۶	عمیون الاثر	ابن سید الناس	
ع			
۱۹۷	غنیۃ الطالبین فی ما یجب من احکام الدین	ابو الحسن سید محمد بن علی القافجی المختفی ۱۳۰۵ھ	المکتبۃ الحسینیۃ المصریہ ۱۹۳۷ء

مطبوعہ	مصنف متونی	نام کتاب	تبر شمار
مکتبہ ایشیق ترکی	شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحماوی الازہری	غوث العباد بیان الرشاد	۱۹۸
اصوات السعد الرياض ۱۹۹۶	محمد بن عبد اللہ الیزاز الشافعی ۳۵۴	الغیلاتیات	۱۹۹
	ف		
مصطفیٰ البابی الحلبي مصر ۹	شہاب الدین ابن جریر الہیثمی ۹۷۳	الفتاویٰ الحدیثیہ	۲۰۰
	عزیز الرحمن	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	۲۰۱
دار المعرفہ بیروت ۱۹۸۶	ابو عمر عثمان بن صلاح ۶۲۳	فتاویٰ و رسائل ابن صلاح	۲۰۲
کرا	رشید احمد گنگوہی	فتاویٰ رشیدیہ	۲۰۳
دارالاشاعت کوئٹہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ۱۲۲۹	فتاویٰ عزیزیہ	۲۰۴
دار المعرفہ بیروت	تقی الدین سبکی	فتاویٰ السبکی	۲۰۵
دار الفکر بیروت ۱۹۸۳	ابن حجر الہیثمی	الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ	۲۰۶
دار النشر الکتب الاسلامیہ	تذیر حسین دہلوی	فتاویٰ تذیریہ	۲۰۷
جامعہ علوم الشریعہ جہلم + دارالعلمیہ بیروت	امام ابو یحییٰ ذکریا الانصاری	فتح الباقی بشرح الفیئۃ العراقیہ	۲۰۸
دار الکتب العلمیہ بیروت	امام سخاوی	فتح المعیت شرح الفیئۃ الحدیثیہ	۲۰۹
مکتبہ اشرفیہ مریدکے		فتراک رسول	۲۱۰
	احمد بن یحییٰ البلاذری ۲۲۷	فتوح البلدان	۲۱۱
مکتبہ الشیخ ترکی	جمیل آفندی صدق الزحادی ۱۹۳۶	القہر الصادق فی الرد علی منکرى	۲۱۲
		التوسل والکرامات الخوازق	
المکتبہ الاثریہ سانگلہ پل	حافظ ابوشجاع شیردہ بن شہر الدہلی ۵۹	فردوس الاخبار	۲۱۳

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف متوفی	مطبوعہ
۲۱۳	فضائل الاعمال	غیاث الدین المقدسی ۶۴۳	
۲۱۵	فصل الصلوٰۃ علی النبی	قاسمی اسمعیل بن اسحاق ۲۸۷	المکتبۃ الاسلامیہ دمشق ۱۹۶۳
۲۱۶	القوائد الجلیتہ البقیۃ علی شمائل النبویہ	محمد بن قاسم حبوس ۱۱۸۲	
۲۱۷	القوائد مع الروض البسام	ابوالقاسم تمام بن محمد الرازی ۴۱۲	دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۹۲
۲۱۸	قیض الباری شرح صحیح البخاری	انور شاہ کشمیری ۱۳۵۲	دار الفکر الاسلامیہ لاہور
۲۱۹	قیض القدير شرح الجامع الصغير	عبدالرؤف المناوی ۱۰۰۳	دار الفکر الاسلامیہ لاہور
۲۲۰	قیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶	مدنی کتب خانہ لاہور
ق			
۲۲۱	القرآن الکریم	فقیر اللہ بن عبدالرحمن الحنفی ۱۱۹۵	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ
۲۲۲	قطب الارشاد	نجم الدین عمر بن محمد النسفی ۵۲۷	مکتبہ الکواثر السعودیہ ۱۹۹۱
۲۲۳	القندنی ذکر علمائے سمرقند	ظفر احمد عثمانی	ہوارۃ القرآن کراچی
۲۲۳	القول البدیع قواعد فی علوم الحدیث	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی ۹۰۲	قادری کتب خانہ سیالکوٹ
ک			
۲۲۵	الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب السنۃ	شمس الدین ذہبی	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۳
۲۲۶	الکامل فی الصغفاء	ابوالاحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی ۳۶۵	مکتبہ اشرفیہ سائیکہ ہل
۲۲۷	کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار	نودی	دار القلم بیروت



مطبوعہ	مصنف متوفی	نام کتاب	نمبر شمار
عالم الکتب بیروت ۱۹۸۳	بہیقی	کتاب الاعتقاد والی السبیل الرشاد	۲۲۸
مکتبہ نوریہ رضویہ - فیصل آباد	سیوطی	«الاعلام حکیم علیہ السلام	۲۲۹
		مشمولہ فی الحاوی	
مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل	ابو عبیدہ القاسم ۲۲۴	کتاب الاموال	۲۳۰
	(امام نووی)	کتاب الایجاز فی المناسک	۲۳۱
مؤسس الرسالہ بیروت ۱۹۸۵	امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ اسحاق	کتاب ایمان	۲۳۲
	ابن مندہ ۳۹۵		
دار الفکر بیروت	ابن حبان	کتاب الثقات	۲۳۳
دار احیاء و تراث عربی بیروت ۱۹۵۲	ابن ابی حاتم الرازی ۳۲۷	المجروح و التعديل	۲۳۴
المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن	ابن قیم ۷۵۱ (دائرة)	کتاب الروح	۲۳۵
دار الکتب علمیہ بیروت	عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱	کتاب الزہد	۲۳۶
دار السلفیہ ممبئی -	امام ابو داؤد السجستانی	« الزہد	۲۳۷
دار الخلق للکتاب الاسلامی کویت ۱۹۸۵	ہناد بن السری الکوفی ۲۴۷	کتاب الزہد	۲۳۸
	امام بہیقی	کتاب الزہد الکبیر	۲۳۹
دار الراية ریاض ۱۹۸۹	ابو بکر احمد الخلیل ۳۱۱	کتاب السننہ	۲۴۰
دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶	ابو الفرج عبد الرحمن ابن جوزی ۵۹۷	کتاب الاعتقاد و المتروکین	۲۴۱
دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۵	عبد الحق بن عبد الرحمن الاشعری ۵۸۲	کتاب العاقبہ	۲۴۲
دار المأمون للتراث بیروت	ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی غاصم ۲۸۷	کتاب الصلوٰۃ علی النبی	۲۴۳
دار العاصمہ بیروت	ابو الشیخ	کتاب العظمتہ	۲۴۴
مکتبہ التوحید القاہرہ ۱۹۹۱	نعیم بن حماد ۲۲۸	کتاب الفتن و الملاحم	۲۴۵

مطبوعہ	مصنف متوفی	نام کتاب	نمبر شمار
		کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین	۲۴۶
	ابن حبان		
مکتبہ اللوثر ریاض ۱۹۹۲	ابوسعید احمد بن الاعرابی ۳۴۱	کتاب المعجم	۲۴۷
مکتبہ اشیتق ترکی	احمد بن سعید محمد علی الحموی الخنقی ۱۰۹۸	کرامات اولیاء مطبق بالدرر سنیہ	۲۴۸
دار الطیبہ ریاض ۱۹۹۳	ہبیبہ اللہ اللاکانی ۴۱۸	کرامات اولیاء	۲۴۹
بیروت ۱۳۸۲ھ	سید محسن الامین مصری	کشف الاریاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب	۲۵۰
مؤسس الرسائل بیروت ۱۹۸۴	علامہ نور الدین البشیمی ۸۰۷	کشف الاستار عن زوائد البزار	۲۵۱
عالم الکتب بیروت ۱۹۸۷	برهان الدین ابراہیم الحلبي ۸۳۱	الکشف الخفی عن روی بوضع الحديث	۲۵۲
دار الفکر بیروت	امام عبد الوہاب الشعرانی	کشف القم عن جمیع الامتہ	۲۵۳
دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۵	خطیب بغدادی	الکفایہ فی علم الروایہ	۲۵۴
مکتبہ اشیتق ترکی	ابن حجر مکی	کف الرعاع عن محرقات اللہ و الساء	۲۵۵
مؤسس الرسائل	تقی الدین علی المتقی العندی ۹۱۵	کنز العمال فی السنن والاقوال	۲۵۶
مکتبہ اجیاء العلوم فیصل آباد ۱۹۸۲	جلال الدین سیوطی	الکنز المدفون الفلک المشون	۲۵۷
	شمس الدین محمد یوسف بن علی الکرمانی ۹۶	کوکب الداراری شرح صحیح بخاری	۲۵۸
	ل		
مصووق عن جید آباد دکن	ابن حجر عسقلانی	لسان المیزان	۲۵۹
	م		

مطبوعہ	مصنف متونی	نام کتاب	نمبر شمار
دارالکتب العربی بیروت ۱۹۸۲	الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہشیمی ۸۰۷	مجموع الزوائد و منہج القوائد	۲۶۰
دارالفکر بیروت	توی	المجموع شرح المہذب	۲۶۱
ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء الریاض ۱۹۹۰	عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز	مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ	۲۶۲
مطبعتہ المنار مصر	حمد بن ناصر نجدی	مجموعہ رسائل نجدیہ	۲۶۳
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	امام محمد زاہد بن حسن الکوثری ۱۳۷۱	محقق القول فی مسئلۃ التزلزل	۲۶۴
	ابو محمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم الظاہری ۴۵۶	المحلی بالشار	۲۶۵
مکتبہ العلوم الاشریہ جبلہم	عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی	مختصر سیرت رسول	۲۶۶
بیروت	ابن تیمیہ	مختصر الفتاویٰ المصریہ	۲۶۷
مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲	مدارج النبوت	۲۶۸
دارالفکر بیروت ۱۹۸۱	ابن الحاج ۷۳۷	المدخل	۲۶۹
کتابخانہ سنائی ایران	امام نجم الدین الکردی ۶۱۰	مرصاد العباد	۲۷۰
مکتبہ امدادیہ طمان	نورالدین علی بن سلطان محمد طبری قاری ۱۰۱۳ھ	مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	۲۷۱
دارالمعرفتہ بیروت ۱۹۸۶	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن حاکم ۴۰۵ھ	المستدرک علی الصحیحین	۲۷۲
مکتبہ المعارف الریاض ۱۹۸۷	امام عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱ھ	المستد	۲۷۳
المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ	ابو بکر عبد بن زبیر الحمیدی ۲۱۹ھ	المستد	۲۷۴

مطبوعہ	مصنف متونی	تمام کتاب	تیمبر شمار
مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ	امام ابو یعقوب اسحاق بن راہویہ ۲۲۸	المستد	۲۷۵
دارالمأمون للتراث ۱۹۸۷	ابو علی احمد بن علی الموصلی ۳۰۷	"	۲۷۶
المکتب الاسلامی بیروت	ابا محمد احمد بن حنبل ۲۴۱	"	۲۷۷
مؤسسہ قرطبہ ۱۹۹۵	امام ابو بکر محمد بن یزید الرویانی	المستد الرویانی	۲۷۸
" الرسالۃ بیروت	امام طبرانی	مسند الشاہین	۲۷۹
" " "	ابو عبد اللہ شہاب الدین القفطانی	مسند الشہاب	۲۸۰
ایچ ایم سعید کراچی	ابو جعفر احمد الطحاوی ۳۲۱	مشکل الآثار	۲۸۱
ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان	نور شاہ کشمیری	مشکلات القرآن	۲۸۲
دارالجمان بیروت ۱۹۸۶	شہاب الدین احمد بن ابی بکر البیہقی	مصباح الزجاری فی زوائد ابن ماجہ	۲۸۳
طشورات الشریف الرمنی قم	امام غزالی	المصنفی من علم الاصول	۲۸۴
المجلس العلمی بیروت ۱۹۷۰	عبدالرزاق بن بہام صنعانی	المصنف	۲۸۵
دارۃ القرآن والعلوم والاسلامیہ کراچی	ابوبکر ابن ابی شیبہ ۲۳۵	"	۲۸۶
دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۹۳	ابن حجر عسقلانی	المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ	۲۸۷
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	محمد بن محمد سلیمان القاسمی المتعربی ۱۰۹۲	مطالع المسرات بجلد اول الخیر	۲۸۸
	نواب قطب الدین دہلوی ۱۲۷۹	مظاہر حق	۲۸۹
رضا اکیڈمی لاہور	علامہ شاہ محمد منظر اللہ دہلوی ۱۳۶۸	منظر العقائد	۲۹۰
مکتبہ ایشیق استنبول	علامہ فضل اللہ شہاب الدین	المعتد فی المعتقد	۲۹۱
	تورپشٹی ۶۶۲		

مطبوعہ	مصنف متونی	تام کتاب	نمبر شمار
دار الحدیث القاہرہ ۱۹۹۶	طبرانی ۳۶۰	المعجم الاوسط	۲۹۲
تجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد	ابوطاہر احمد بن محمد السلفی ۵۷۶	معجم السفر	۲۹۳
دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰	ذہبی	معجم الشیوخ الکبریٰ	۲۹۴
مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۱۹۸۶	الطبرانی ۳۶۰	المعجم الصغیر	۲۹۵
وزارت الاوقاف عراق	ابوالقاسم سلیمان بن احمد	المعجم الکبیر	۲۹۶
مکتبہ الصدیق الطائف ۱۹۸۸	الطبرانی ۳۶۰	المعجم المختص بالمحدثین	۲۹۷
قاروقی کتب خانہ لاہور	امام نجم الدین الغیثی ۹۸۴ھ	المعراج الکبیر	۲۹۸
دارالکتب العلمیہ مدینہ منورہ	امام حاکم	معرفت علوم الحدیث	۲۹۹
مکتبہ الحرمین حجاز	ابونعیم اصبہانی	معرفت الصحابہ	۳۰۰
الشدولوں کی قومی دکان لاہور	سلطان باہو	مفتاح العارفين	۳۰۱
دارالکتب العربیہ بیروت ۱۹۸۵	امام سخاوی	المقاصد الحستہ	۳۰۲
مکتبہ امینیہ دہلی	خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی	مقاصد السالکین	۳۰۳
مکتبہ انیشیق ترکی	غلام یوسف الدجوی المہری	مقالا دجوی فی رد علی الیتمین	۳۰۴
مکتبہ حقانیہ پشاور	امام ابن صلاح	مقدمہ ابن صلاح	۳۰۵
دارالکتب العلمیہ بیروت	نور الدین الہیثمی	المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ	۳۰۶
دار فواز للنشر سعودی عرب	سراج الدین عمر بن علی المعروف	المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ	۳۰۷
	ابن علقم ۸۰۴	المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ	۳۰۸
دارالکتب المصریہ قاہرہ	محمد بن جعفر الخراطی ۳۲۸	مکارم الاخلاق	۳۰۸

مطبوعہ	مصنف متوفی	نام کتاب	نمبر شمار
امرتہ	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۳۳۲	مکتوبات شریف	۳۰۹
مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مکتوبات شریف بر حاشیہ اخبار الاخبار	۳۱۰
برج	مرتبه محمد صادق قصوری	ملفوظات امیر ملت	۳۱۱
المکتبہ المدینہ لاہور	احمد رضا بجنوری	محدث کشمیری	۳۱۲
جامعہ موم القرنی مکتبہ المکر	مجدد الدین مبارک بن محمد الاثمیر ۲۰۶	منال الطالب فی شرح طوال الخراب	۳۱۳
مؤسسۃ الکتب الثقافیہ	ابن ابی الدنیا	المنامات	۳۱۴
، ، ،	امام سیوطی	مناہل الصفائی تخریج احادیث الشفاء	۳۱۵
مکتبہ ابن حجر مکتبہ المکر	ابو محمد عبد بن حمید ۲۲۹ھ	المنتخب	۳۱۶
مکتبہ الشیخ ترکی	شاہ فضل رسول بدایونی ۱۷۴۹ھ	المنتقد المعتقد مع تعلیقات المستد المعتمد	۳۱۷
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	جلال الدین سیوطی	المنجلی فی تطور الولی (مشمولہ فی الحاوی)	۳۱۸
مکتبہ الشیخ استنبول ترکی	علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی ۱۲۹۹	المنہجۃ الوسییۃ فی رد علی الوابیہ	۳۱۹
المطبوعۃ السلفیہ مصر	علامہ نور الدین البشی	موارد نظامان عن زوائد صحیح ابن حبان	۳۲۰
	علامہ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳	المواہب اللدنیہ بالمتح محمدیہ	۳۲۱
دار الفکر بیروت	ابوبکر خطیب البغدادی	موضع ادبام الجمع التفریق	۳۲۲
ایچ ایم سعید کراچی	لام مالک بن انس	موطا	۳۲۳
	علمائے دیوبند	المرشد علی المقتد	۳۲۴

شمار	نام کتاب	مصنف متونی	مطبوعہ
۳۲۰	میزان الاعتدال	ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ۴۲۸	المکتبۃ الاثریہ ساکنگہیل
ن			
۳۲۱	ندائے حق	محمد حسین نیلوی	مکتبہ حسینیہ سرگودھا
۳۲۲	نزہۃ المجالس	عبد الرحمن صفوری	البابی الحلبی مصر
۳۲۳	تسیم الرياض فی شرح الشفاء	شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی <sup>۱۰۶۹</sup>	دارالکتاب العربی بیروت
۳۲۴	النکت علی کتاب ابن صلاح	ابن حجر عسقلانی	دارالرایہ الرياض ۱۹۸۸ء
۳۲۵	نوادراصول فی معرفت	ابو عبد اللہ محمد بن علی المعروف حکیم ترمذی ۲۵۵	المکتبۃ العلمیہ المدینہ منورہ
۳۲۶	اخبار رسول	شیخ عبد الکریم محمد المدرس	مکتبۃ الشیخ استنبول ترکی
۳۲۷	نورالسلام	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی <sup>۱۳۶۹</sup>	مکتبۃ امدادیہ ملتان
۳۲۸	نوراللمعہ فی خصائص الجمعہ	امام سیوطی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۳۲۹	نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار	محمد بن علی بن محمد الشوکانی <sup>۱۲۵۵</sup>	"
و			
۳۳۰	الوقایا بحوال مصطفیٰ	ابن جوزی	مکتبہ زوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۳۱	ذفاۃ الوقایا بخبار دارالمصطفیٰ	نور الدین علی احمد السہمدوی <sup>۱۹۱۱</sup>	دار احیاء التراث العربی بیروت <sup>۱۹۸۱</sup>
ذ			
۳۳۲	ہدایت المسلمین	میاں محمد بخش عارف کھڑی ۱۹۰۷	دربار کھڑی شریف
ے			

مطبوعہ	مصنف متوفی	نام کتاب	نمبر شمار
مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	سرفراز گلکھڑوی	ینایع ترتیب رسالہ التزویج	۳۳۸
مکتبۃ الازمیریہ مصر ۱۳۲۱ھ	امام عبدالوہاب بن احمد الشرنوبی	الیواقیت والجواب فی بیان عقائد الہادیہ	۳۳۹
کراچی	۹۷۳ھ مسعود الدین عثمانی	یہ قبریں یہ آستانے	۳۴۰

مرتبہ

محمد شفیق شہزاد ایم۔ اے۔ ایم۔ ایڈ  
شاہین آباد گوجرانوالہ



# دَرِ سُوْلِ كِي خَاضِرِي

ترجمہ

## شَفَاءُ الْفُؤَادِ بِزِيَارَةِ خَيْرِ الْعِبَادِ

ترتیب

شیخ محمد علوی مالکی  
استاذ الحدیث مکہ المکرمہ

ترجمہ

مولانا مفتی محمد خاں قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک۔ لاہور

وزن :- ۳۰۰۔۰۰۰ ۵۹۲

اللہ وسلم  
صلی علیہ وسلم

# زیارت رسول

احادیث زیارت کی صحت پر  
ناقابل تردید دلائل سے

تصنیف:

فضیلۃ الشیخ محمود سعید مدوح

ترجمہ:

علامہ محمد عباس رضوی

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک لاہور فون، ۳۰۳۰۳۰۳



